فضائل حج

حضرت مولانا زکریا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

امابعد اس سیہ کار کے قلم سے تبلیغی سلسلہ میں پہلے بھی چند رسالے شائع ہو چکے ہیں اور اللہ جل شانہ کے فضل سے ان کے دینی منافع کے متعلق اکابر اور احباب کی طرف سے تحریری اور زبانی پیامات بھی خلاف توقع اتنی کثرت سے پہنچے جو موجب تعجب ہیں اپنی نا اہلیت کی وجہ سے نہ اُن سے اس قدر نفع کی توقع تھی نہ اپنی بداعمالیوں اور کم مائیگی کی وجہ سے وہ اس قابل تھے کہ اُن سے اتنا نفع مخلوق کو پہنچے کیونکہ جو شخص خود عامل نہ ہو اس کی تحریر و تقریر سے بھی نفع کم پہنچتا ہے۔ میں اب تک بھی ان منافع کو اپنے چچا جان حضرت مولانا مولوی محمد الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ (جو اپنی تبلیغی مساعی میں نہ صرف ہندوستان کے ہر گوشہ میں بلکہ بیرون ہند میں بھی بہت مشہور ہیں) کی توجہ کا اثر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں۔ اسی وجہ سے ان کے وصال کے بعد سے جس کو چار سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا یہ سلسلہ بند کر دیا تھا۔ حالانکہ حضرت موصوفؒ نے اپنی حیات کے آخری ایام میں دو رسالوں کی باصرار فرمائش کی تھی اولاً تجارت اور کمائی کے فضائل میں ایک رسالہ کا حکم فرمایا تھا جس کا فوری طور پر ایک اجمالی نقشہ بھی اسی بیماری کی شدت میں لکھ کر پیش کر دیا تھا مگر مرض کی شدت کی وجہ سے اس کو ملاحظہ فرمانے کی نوبت نہ آئی۔ دوسرے انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے متعلق جس کا تقاضہ اخیر زمانہ حیات میں ان

پر شدت سے تھا اور اس مضمون کا آخری ایام میں بہت زیادہ اہتمام تھا اس کے متعلق ایک رسالہ فضائل میں لکھنے کا بار بار حکم فرمایا حتیٰ کہ ایک بار نماز کھڑی ہو رہی تھی دوسرا شخص امام تھا تکبیر ہو چکی تھی صف سے آگے منہ نکال کر فرمایا" دیکھنا اس رسالہ کو بھول نہ جانا" مگر اس کے باوجود اب تک کوئی سے رسالہ کے لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اور جب بھی ان حالات سے واقف احباب کی طرف سے ان کے لکھنے کا تقاضا ہوا اپنی نا اہلیت کا تصور غالب ہو کر سدِّ راہ بنتا رہا۔ کئی مرتبہ ان دونوں رسالوں کے متعلق چچا جانؒ کا اصرار یاد آکر خیال پیدا ہوا پھر اپنی حالت اور دنیا کی رفتار نے اس خیال کو دبا دیا۔ میرے چچا زاد بھائی عزیزی الحافظ الحاج مولوی محمد یوسف سلمہ جو الولد سر لابیہ کے ضابطہ کے موافق اس ایمانی تحریک کی دعوت میں اپنے والد صاحبؒ کے قدم بقدم اور اس جذبہ میں ان کے صحیح اور حقیقی وارث ہیں۔ ان پر دو سال سے حجاز میں اس تحریک کو فروغ دینے کا جذبہ ہے خود چچا جانؒ پر بھی اس کا تقاضا تھا اسی جذبہ کے ماتحت وہ دو مرتبہ صرف اسی مقصد کے لئے حجاز تشریف لے جا چکے تھے جس کو حضرت مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں صاحب نے مختصراً ان کی سوانح میں تحریر فرمایا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عرب ہی وہ برگزیدہ جماعت ہے جس نے ابتداء میں تمام دنیا میں اسلام کو پھیلایا وہ حضرات اگر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلیں تو یقیناً اب بھی انشاء اللہ تعالیٰ دنیا میں اسلام اُسی طرح چمک سکتا ہے جس طرح ابتداء زمانہ میں چمکا تھا۔ اس کے علاوہ حجاج کی جماعت جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حج کو جاتی ہے وہ حج کے فضائل اور ثمرات و برکات سے ناواقفیت اور

[1] یہ رسالہ فضائل صدقات کے نام سے دو حصوں میں طبع ہو چکا ہے جو ادارہ علوم شرعیہ سے طلب فرمائیں۔

آداب حج کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے جس دینی جذبہ اور جن برکات کے ساتھ اس کو واپس آنا چاہیئے اس سے اکثر خالی ہاتھ واپس آتی ہے ان وجوہ سے عزیز موصوف کا دو سال سے اصرار تھا کہ حج وزیارت کے فضائل میں بھی چند احادیث کا ترجمہ امّت کے سامنے پیش کروں تاکہ حج کو جانے والے حضرات ان احادیث کی برکت سے اُسی ذوق وشوق کے ساتھ جائیں جو ان کی شان کے مناسب ہو اور حج سے واپسی بھی انھیں دینی جذبات کے ساتھ ہو جو اس مبارک اور نہایت اہم عمل کے مناسب ہوں نیز ذوق وشوق کے ساتھ جانے والے حجاج کی کثرت ہو جو خود بھی دین کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں اور وہاں کے قیام میں اہلِ عرب سے بھی ان کے اصلی اور جدی کاموں میں اشتغال کی اور انہماک کی استدعا اور درخواست کریں۔ عزیز موصوف دو سال سے اس کی ضرورت کا اظہار اور تکمیل پر اصرار کر رہے تھے مگر ادھر سے وعدہ سے آگے بڑھنے کی نوبت نہ آئی۔ لیکن حق سبحانہ وتقدس جب کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لئے اسباب بھی غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں چچا جانؒ کے وصال کے بعد سے اب تک ہر سال رمضان المبارک کا مہینہ اس ناکارہ کو نظام الدین گذارنے کی نوبت آتی رہی اور اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے ۲۹ رشعبان کو آکر ۲ رشوال کو ہمیشہ واپسی ہو جاتی تھی امسال بعض مجبوریوں کی وجہ سے عید کے بعد بھی یہاں قیام کرنا پڑا تو عزیز موصوف کو اصرار کا زیادہ موقع مل گیا ادھر عید کی رات سے عشاق کی دیارِ محبوب پر حاضری کا زمانہ شروع ہو جانے سے اس دیار کی یاد نے بھی طبیعت پر اثر کیا جو ہر سال شوال سے وسطِ ذی الحجہ تک اکثر آتا رہتا ہے اور جوں جوں حج کا زمانہ قریب آتا ہے یہ تصور کہ خوش قسمت عاشق اس وقت

کیا کر رہے ہوں گے۔ اپنی طرف بے اختیار متوجہ کرتا رہتا ہے اس لئے متوکلاً علی اللہ آج ۱۳ رشوال ۱۳۶۶ھ چہارشنبہ کو یہ رسالہ شروع کرتا ہوں اور دس فصلوں اور ایک خاتمہ میں مختصر طور پر چند احادیث کا ترجمہ اور کچھ متفرق مضامین پیش کرتا ہوں۔ فصل اول ترغیب حج میں۔ دوم حج نہ کرنے کی وعید میں۔ سوم اس سفر میں مشقتوں کے تحمل میں۔ چہارم حج کی حقیقت میں۔ پنجم حج کے آداب میں۔ ششم مکہ مکرمہ کے آداب و فضائل میں۔ ہفتم عمرہ کے بیان میں ہشتم روضہ مطہرہ کی زیارت اور مسجد نبویؐ کی حاضری میں۔ نہم زیارت کے آداب میں۔ دہم مدینہ طیبہ کے آداب و فضائل میں۔ خاتمہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا مفصل واقعہ ہے اور بعض دوسرے جاں نثاروں کے حج کے مختصر قصے ہیں۔

پہلی فصل حج کی ترغیب میں

حج کے فضائل اور اس کے احکام میں قرآن پاک کی بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں اور احادیث تو لاتعداد وارد ہوئی ہیں جن میں سے نمونہ کے طور پر تھوڑی سی اس رسالہ میں ذکر کی جائیں گی۔ میں اپنے ہر رسالہ میں اختصار کی بہت کوشش کرتا ہوں کہ دینی چیزوں کے لئے نہ پڑھنے والوں کے پاس وقت زیادہ ہے نہ رسالہ کے بڑے ہو جانے کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہو جانے کے بعد خریدنے والوں کے پاس پیسہ زائد ہے ہاں سینما دیکھنے کے لئے بیاہ شادیوں میں خرچ کرنے کے لئے غریب سے غریب کے پاس بھی پیسہ کی کمی نہیں یہ اللہ کی شان ہے اس لئے اول مختصراً چند آیات ذکر کی جاتی ہیں اس کے بعد چند احادیث ذکر کی جائیں گی۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ الآیۃ

لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی تمہاری اس عمارت کے پاس حج کے لیے) چلے آئیں گے پاؤں چلکر بھی اور ایسی اونٹنیوں پر سوار ہو کر بھی جو دور دراز راستوں سے چل کر آئی ہوں اور سفر کی وجہ سے دبلی ہو گئی ہوں تاکہ یہ آنے والے اپنے منافع حاصل کریں ۔

ف۔ بیت اللہ شریف کی سب سے پہلی بنا میں اختلاف ہے کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنایا یا اس سے پہلے فرشتوں نے بنایا تھا حتّٰی کہ بعض نے کہا ہے کہ زمین کی سب سے پہلے ابتدا اسی جگہ سے ہوئی کہ پانی پر ایک بلبلہ کی شکل تھی جس سے پھر بقیہ زمین کا حصہ پھیلایا گیا لیکن حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو یہ مکان اٹھا لیا گیا تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مدد سے اس کی تعمیر کی جس کا ذکر پہلے پارہ میں واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل میں ہے اس آیت شریفہ سے پہلی آیت میں اسی کا بیان ہے کہ اس گھر کی جگہ کا نشان ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا اللہ جل شانہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مکان کی از سر نو تعمیر کی ایک حدیث میں آیا کہ جب اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنّت سے اتارا تو ان کے ساتھ اپنا گھر بھی اتارا اور فرمایا کہ اے آدم میں تیرے ساتھ اپنا گھر اتارتا ہوں اس کا طواف اسی طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا

ہے اور اس کی طرف نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے اس کے بعد طوفان نوح کے زمانہ میں یہ مکان اٹھا لیا گیا اس کے بعد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس جگہ کا طواف کرتے تھے مکان نہ تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے اس جگہ مکان بنانے کا حکم فرمایا اور جگہ کی تعیین خود فرما دی (ترغیب منذری) حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ تعمیر سے فراغت ہو چکی ہے اس پر اللہ جل شانہ کی طرف سے حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو جس کا اوپر کی آیت میں ذکر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میری آواز کس طرح پہنچے گی۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ آواز کا پہنچانا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان فرمایا جس کو آسمان و زمین کے درمیان ہر چیز نے سنا آج اس میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ لاسلکی سے ایک ملک سے دوسرے ملک تک آواز پہنچ رہی ہے تو لاسلکیوں کے بنانے والوں کا بنانے والا جب آواز پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس میں کیا اشکال ہو سکتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اس آواز کو ہر شخص نے سنا اور لبیک کہا جس کے معنی ہیں کہ میں حاضر ہوں یہی وہ لبیک ہے جس کو حاجی احرام کے بعد سے شروع کرتا ہے۔ جس شخص کی قسمت میں اللہ جل شانہ نے حج کی سعادت لکھی تھی وہ اس آواز سے بہرہ ور ہوا اور لبیک کہی (اتحاف) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے بھی خواہ وہ پیدا ہو چکا تھا یا ابھی تک عالم ارواح میں تھا اس وقت لبیک کہا وہ حج ضرور کرتا ہے ایک حدیث

میں ہے کہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا وہ ایک مرتبہ حج کرتا ہے جس نے اس وقت دو مرتبہ لبیک کہا وہ دو مرتبہ حج کرتا ہے اور اسی طرح جس نے اس سے زیادہ جتنی مرتبہ لبیک کہا اتنے ہی حج اس کو نصیب ہوتے ہیں (درمنثور) کس قدر خوش نصیب ہیں وہ روحیں جنھوں نے اس وقت دمادم لبیک کہا ہوگا کہ بیسیوں حج ان کو نصیب ہوئے یا ہوں گے۔

الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ

حج (کا زمانہ) چند مہینے ہیں جو (مشہور و) معلوم ہیں (یعنی یکم شوال سے دس ذی الحجہ تک) پس جو شخص ان ایام میں اپنے اوپر حج مقرر کرلے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر نہ کوئی فحش بات جائز ہے اور نہ عدول حکمی درست ہے اور نہ کسی قسم کا جھگڑا زیبا ہے (بلکہ اس کو چاہیئے کہ ہر وقت نیک کام میں لگا رہے) اور جو نیک کام کروگے حق تعالیٰ شانہ اس کو جانتے ہیں (ان کو ہر شخص کی ہر بات کا ہر وقت علم رہتا ہے اس کے موافق اس کو جزا یا سزا دیتے ہیں اس لئے ان نیکیوں کا بہت بدلہ عطا فرمائیں گے جو ان مبارک اوقات میں کی جائیں گی۔

ف۔ فحش بات دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو پہلے سے بھی ناجائز تھی اس کا گناہ حج کی حالت میں کرنے سے زیادہ ہوجاتا ہے دوسرے وہ

آیۃ الیوم اکملت لکم نازل ہوئی ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہود کے بعض علماء نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ تم قرآن پاک میں ایک آیت پڑھتے ہو اگر وہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بناتے (یعنی سالگرہ کے طور پر اس دن کی خوشی مناتے) حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کونسی آیت ہے انہوں نے عرض کیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ کس دن اور کہاں نازل ہوئی بحمد اللہ ہمارے یہاں اس وقت دو عیدیں جمع تھیں ایک جمعہ کا دن (کہ وہ بھی مسلمان کے لئے بمنزلہ عید کے دن کے ہے) دوسرے عرفہ کا دن (کہ وہ بھی بالخصوص حاجی کے لئے عید کا دن ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیت جمعہ کے دن شام کے وقت عصر کے بعد جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے میدان میں اپنی اونٹنی پر تشریف فرما تھے نازل ہوئی، درحقیقت یہ بڑا مژدہ ہے جو اس آیت شریفہ میں سنایا گیا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد حلت وحرمت کے بارہ میں کوئی جدید حکم نازل نہیں ہوا۔ جب آدمی حج میں یہ خیال کرے کہ اس فریضہ سے دین کی تکمیل قرار دیگئی اور دین مکمل ہونے کا یہ ذریعہ ہوا ہے تو کتنے ذوق و شوق سے اس فریضہ کو ادا کرنا چاہیئے وہ ظاہر ہے۔ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر تھے وہ اونٹنی بوجھ کی وجہ سے بیٹھ گئی کھڑی نہ ہوسکی۔ وحی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں وزن بہت بڑھ جاتا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضورؐ اونٹنی پر ہوتے اور وحی نازل ہوتی تو وہ اونٹنی اپنی گردن گرادیتی اور جب تک وحی ختم نہ ہوتی حرکت نہ کرسکتی تھی۔ حضرت

عبد اللہ بن عمروؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ میری جان نکل جائیگی (درمنثور) حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جب آیت شریفہ لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر نازل ہوئی تو میں حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضورؐ پر غشی سی طاری ہوئی تو آپؐ کی ران میری ران پر رکھی گئی اس کے وزن سے میری ران ٹوٹی جا رہی تھی۔ (درمنثور) یہ اللہ جل شانہ کے پاک کلام کی عظمت و ہیبت تھی جس کو ہم لوگ ایسا سرسری اور لاپرواہی سے پڑھتے ہیں جیسا کہ ایک معمولی کلام ہو۔ یہاں تک چند آیات کا ذکر تھا آگے چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

(۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (متفق علیہ مشکوۃ)	حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔

ف۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ معصوم ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ کوئی لغزش کسی قسم کی دار گیر کچھ نہیں ہوتی یہی اثر ہے اس حج کا جو اللہ کے واسطے کیا جائے فضائل نماز[۱] کے شروع میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ علماء کے نزدیک اس قسم کی احادیث سے صغیرہ گناہ مراد ہوا کرتے ہیں اگرچہ حج کے بارہ میں جو روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں ان کی وجہ سے بعض علماء کی یہ تحقیق ہے کہ حج سے صغائر کبائر سب گناہ معاف ہو جاتے

[۱] فضائل نماز شیخ الحدیث صاحب کا ایک رسالہ ہے بارہ آنے قیمت پر ادارہ علوم شرعیہ سے ملتا ہے۔

ہیں۔ اس حدیث پاک میں تین مضمون ذکر فرمائے ہیں اوّل یہ کہ اللہ کے واسطے حج کیا جائے یعنی اس میں کوئی دنیوی غرض شہرت ریا وغیرہ شامل نہ ہو بہت سے لوگ شہرت وعزت کی وجہ سے حج کرتے ہیں وہ اتنا حرج اور خرچ ثواب کے اعتبار سے بے کار ضائع کرتے ہیں اگرچہ حج فرض اس طرح بھی ادا ہو جائے گا لیکن اگر محض اللہ کی رضا کی نیّت ہو تو فرض ادا ہونے کے ساتھ کس قدر ثواب ملے اتنی بڑی دولت کو محض چند لوگوں میں عزّت کی نیّت سے ضائع کر دینا کس قدر نقصان اور خسارہ کی بات ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب میری امت کے امیر لوگ تو حج محض سیر و تفریح کے ارادہ سے کریں گے (گویا لندن و پیرس کی تفریح نہ کی حجاز کی تفریح کرلی) اور میری امت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا کہ تجارتی مال کچھ ادھر سے لے گئے کچھ اُدھر سے لے آئے اور علماء ریا و شہرت کی وجہ سے حج کریں گے (کہ فلاں مولانا صاحب نے پانچ حج کئے دس حج کئے) اور غربا بھیک مانگنے کی غرض سے جائیں گے۔ (کنز العمال) علماء نے لکھا ہے کہ جو لوگ اجرت کے ساتھ حج بدل کرتے ہیں کہ اس حج سے کچھ دنیوی نفع حاصل ہو جائے وہ بھی اس میں داخل ہیں کہ گویا حج کے ساتھ تجارت کر رہا ہے جیسا کہ حدیث (۱۵) کے ذیل میں آرہا ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سلاطین اور بادشاہ تفریح کی نیت سے حج کریں گے اور غنی لوگ تجارت کی غرض سے اور فقراء سوال کی غرض سے اور علماء شہرت کی وجہ سے (اتحاف) ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں پہلی حدیث میں جو غنی بتائے گئے ہیں ان سے اعلیٰ درجہ کے غنی مراد ہیں جن کو دوسری

حدیث میں سلاطین سے تعبیر کیا ہے اور جس کو اس حدیث میں غنی سے تعبیر کیا ہے وہ سلاطین سے کم درجہ مراد ہے جس کو پہلی حدیث میں متوسط طبقہ سے تعبیر کیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ صفا مروہ کے درمیان ایک مرتبہ تشریف فرما تھے ایک جماعت آئی جو اپنے اونٹوں سے اتری اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا صفا مروہ کے درمیان سعی کی حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا تم کون لوگ ہو انہوں نے عرض کیا کہ عراق کے لوگ ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہاں کیسے آنا ہوا انہوں نے عرض کیا حج کے لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی اور غرض تو نہ تھی مثلاً اپنی میراث کا کسی سے مطالبہ ہو یا کسی قرضدار سے روپیہ وصول کرنا ہو یا کوئی اور تجارتی غرض ہو انہوں نے عرض کیا نہیں کوئی دوسری غرض نہ تھی حضرتؓ نے فرمایا کہ از سر نو اعمال کرو یعنی پہلے سارے گناہ معاف ہو چکے دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ہے کہ اس میں رفث یعنی فحش بات نہ ہو اس سے قبل قرآن پاک کی آیت شریفہ میں بھی یہ لفظ فَلَا رَفَثَ گذر چکا ہے علماء نے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس میں ہر قسم کی لغو اور بیہودہ بات داخل ہے حتیٰ کہ بیوی کے سامنے صحبت کا ذکر کرنا بھی داخل ہے حتیٰ کہ اس قسم کی بات کا آنکھ سے یا ہاتھ سے اشارہ کرنا بھی داخل ہے کہ اس قسم کا ذکر شہوت کو ابھارتا ہے تیسری چیز جو اس حدیث پاک میں ذکر کی گئی وہ فسوق یعنی حکم عدولی نہ ہونا ہے۔ یہ بھی قرآن پاک کی آیت مذکورہ میں گذر چکا ہے علماء نے لکھا ہے کہ یہ بھی ایک جامع کلمہ ہے جو اللہ جل شانہ کی ہر قسم کی نافرمانی کو شامل ہے اس میں جھگڑا کرنا بھی

داخل ہے کہ یہ بھی حکم عدولی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ حج کی خوبی نرم کلام کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا ہے۔ لہٰذا کسی سے سختی سے گفتگو کرنا نرم کلام کے منافی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں پر بار بار اعتراض نہ کیا کرے بدوؤں سے سختی سے پیش نہ آئے ہر شخص کے ساتھ تواضع سے اور خوش خُلقی سے پیش آئے علماء نے لکھا ہے کہ خوش خُلقی یہ نہیں ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ خوش خلقی یہ ہے کہ دوسرے کی اذیت کو برداشت کرے۔ سفر کے معنی لغت میں ظاہر کرنے کے ہیں۔ علماءؒ نے لکھا ہے کہ سفر کو سفر اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تم فلاں کو جانتے ہو کہ کیسا آدمی ہے انہوں نے عرض کیا کہ جی جانتا ہوں حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم نے کبھی کوئی سفر اس کے ساتھ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ سفر تو نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تم اس کو نہیں جانتے ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک صاحب نے کسی کی تعریف کی کہ بہت اچھے آدمی ہیں حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے ان کے ساتھ کوئی سفر کیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ سفر تو نہیں کیا پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تمہارا ان کے ساتھ کوئی معاملہ پڑا ہے انہوں نے عرض کیا کہ معاملہ بھی نہیں پڑا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تمہیں ان کے حال کی کیا خبر (اتحاف) حق یہ ہے کہ آدمی کا حال ایسی ہی چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے ویسے دیکھنے میں تو سب ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر سفر میں اکثر کشیدگی ہو ہی جاتی

ہے اس لئے قرآن پاک میں حج کے ساتھ ولاجدال کو خاص طور سے ذکر کیا ہے:۔

(۲) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ متفق علیہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

(مشکوۃ)

ف۔ بعض علماء نے کہا ہے نیکی والے حج کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی معصیت نہ ہو اسی واسطے اکثر حضرات اس کا ترجمہ حج مقبول سے کرتے ہیں کہ جب آداب وشرائط کی رعایت ہوگی کوئی لغزش اس میں نہ ہوگی تو وہ حج انشاء اللہ مقبول ہی ہوگا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی لوگوں کو کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی کھانا کھلانا اور لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا ہے۔(ترغیب) ایک حدیث میں ہے کہ جب حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں تو صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور نیکی والا حج کیا چیز ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کثرت سے کرنا۔ (کنز)

(۳) عن عائشۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبداً من النار من یوم عرفۃ وانہ لیدنو ثم یباھی بھم الملئکۃ فیقول ما اراد ھؤلاء رواہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زائد بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں یعنی جتنی کثیر مقدار کو عرفہ کے دن خلاصی ہوتی ہے اتنی کثیر تعداد کسی اور دن کی

نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ شانہ (دنیا کے) قریب ہوتے ہیں پھر فخر کے طور پر فرماتے ہیں یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ) (بمعناہ عن جابر)

ف۔ اللہ جل شانہ کا قریب ہونا یا نیچے کے آسمان پر اترنا یا اس قسم کے اور جو مضامین ذکر کئے گئے ہیں ان کی اصل حقیقت تو اللہ جل شانہ ہی کو معلوم ہے کہ وہ ہر وقت قریب ہے اترنے چڑھنے کے ظاہری معنی سے بالاتر ہے علماء اس قسم کے مضامین کو رحمت خاصہ کے قریب ہونے سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں جو مضمون حدیث بالا میں مذکور ہے اس قسم کے مضامین بہت سی احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ سب سے نیچے کے آسمان پر اتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس ایسی حالت میں آئے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں بدن پر اور کپڑوں پر سفر کی وجہ سے غبار پڑا ہوا ہے لبیک اللھم لبیک کا شور ہے دور دور سے چل کر آئے ہیں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف کر دیئے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ فلاں شخص گناہوں کی طرف منسوب ہے اور فلاں مرد اور فلاں عورت تو (بس کیا کہا جائے) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے ان سب کی مغفرت کر دی حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں یہ میرے بندے بکھرے ہوئے

بالوں والے میرے پاس آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہیں (اس کے بعد بندوں سے خطاب فرماتے ہیں)۔ اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں۔ اور تمام دنیا کے درختوں کے برابر ہوں تب بھی بخشدیئے جاؤ بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فخر کے طور پر فرشتوں سے فرماتے ہیں دیکھو میں نے ان بندوں کی طرف اپنا رسول بھیجا یہ اس پر ایمان لائے میں نے ان پر کتاب نازل کی یہ اس پر ایمان لائے تم گواہ رہو کہ میں نے ان کے سارے گناہ معاف کردیئے (کنز) غرض بہت کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان ہی جیسی احادیث کی بنا پر بعض علماء نے کہا ہے کہ حج کی معافی صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص نہیں کبیرہ گناہ بھی اس سے معاف ہو جاتے ہیں۔ وہ بااختیار بادشاہ ہے اسی کی نافرمانیوں کا نام گناہ ہے وہ کسی آدمی کو یا کسی جماعت کو اپنے فضل سے بالکل ہی معاف کردے تو نہ اس کے لطف و کرم سے بعید ہے نہ کسی دوسری کا اس میں اجارہ ہے شفاء قاضی عیاض میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک جماعت سعدون خولانی کے پاس آئی اور ان سے یہ قصہ بیان کیا کہ قبیلہ کنامہ کے لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کو آگ میں جلانا چاہا رات بھر اس پر آگ جلاتے رہے مگر آگ نے اس پر ذرا بھی اثر نہ کیا بدن ویسا ہی سفید رہا سعدون نے فرمایا کہ شاید اس شہید نے تین حج کئے ہوں گے لوگوں نے کہا جی ہاں تین حج کئے ہیں۔ سعدون نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ایک حج کیا اس نے اپنا فریضہ ادا کیا اور

جس نے دوسرا حج کیا اس نے اللہ کو قرض دیا اور جو تین حج کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی کھال کو اس کے بال کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

(۴) عَنْ طَلْحَۃَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ کَرِیْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا رُئِیَ الشَّیْطَانُ یَوْمًا ھُوَ فِیْہِ اَصْغَرُ وَلَا اَدْحَرُ وَلَا اَحْقَرُ وَلَا اَغْیَظُ مِنْہُ فِیْ یَوْمِ عَرَفَۃَ وَمَا ذٰلِكَ اِلَّا لِمَا یَرٰی مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَۃِ وَتَجَاوُزِ اللّٰہِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ اِلَّا مَا رُؤِیَ یَوْمَ بَدْرٍ رواہ مالك مرسلا (مشکوۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غزوہ بدر کا دن تو مستثنیٰ ہے اس کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جسمیں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو بہت راندہ پھر رہا ہو بہت حقیر ہو رہا ہو بہت زیادہ غصہ میں بھر رہا ہو اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کثرت سے نازل ہونا بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔

ف۔ شیطان کو اس دن میں جتنا بھی غصہ ہو جتنا بھی اس پر رنج وملال کا اثر ہو جتنا بھی وہ پریشان حال ہو قرین قیاس ہے کیونکہ اس کی عمر بھر کی محنت کہ بڑی مشقتوں اور محنتوں سے اس نے لوگوں سے گناہ کرائے وہ آج ایک رحمت کے جھوکے میں سب صاف ہو گئے اس پر جتنا بھی اسکو غصہ اور رنج ہو وہ ظاہر ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان اپنے شریر لشکر کو اس پر مامور کرتا ہے کہ وہ حاجیوں کے راستہ میں بیٹھ کر ان کو راستے سے بے راہ کریں (کنز)۔ صوفیہ میں سے ایک صاحب کشف کا قصہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ ان کو عرفہ کے دن شیطان نظر آیا کہ بہت ہی کمزور ہو رہا ہے چہرہ زرد پڑا ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کمر سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا جاتا وہ جھک رہی ہے

ان بزرگ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کیوں رو رہا ہے اس نے کہا کہ مجھے یہ چیز رُلا رہی ہے کہ حاجی لوگ بلا کسی دنیوی غرض (تجارت وغیرہ) کے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے مجھے یہ ڈر اور رنج ہے کہ وہ پاک ذات ان لوگوں کو نامراد نہیں رکھے گی اس غم میں رو رہا ہوں وہ فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو دبلا کیوں ہو گیا اس نے کہا کہ گھوڑوں کی آواز سے جو ہر وقت اللہ کے راستوں میں (حج عمرہ جہاد وغیرہ میں) پھرتے رہتے ہیں کاش یہ سواریاں میرے راستے (لہو و لعب بدکاری حرام کمائی وغیرہ) میں پھرتیں تو مجھے کیسی اچھی لگتیں انہوں نے فرمایا کہ تیرا رنگ ایسا زرد کیوں پڑ گیا اس نے کہا کہ لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں پر آمادہ کرتے ہیں اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اگر یہ آپس کی امداد و اعانت گناہوں کے کرنے میں ہوتی تو میرے لئے کس قدر مسرت کا سبب ہوتی انہوں نے فرمایا کہ تیری کمر کیوں جھک گئی اس نے کہا کہ بندہ ہر وقت یہ کہتا ہے کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر عطا کر ایسا شخص جس کو اپنے خاتمہ کا ہر وقت فکر رہے کب اپنے کسی نیک عمل پر گھمنڈ کرے گا۔

(۵) عن ابن شماسة قال حضرنا عمرو ابن العاصؓ وھو فی سیاقة الموت فبکی طویلا وقال فلما جعل اللہ الاسلام فی قلبی اتیت النبی صلی اللہ علیہ و سلم فقلت یا رسول اللہ ابسط یمینك لابایعك فبسط یدہ فقبضت یدی فقال

ابن شماسہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس حاضر ہوئے ان کا آخری وقت تھا انتقال ہو رہا تھا حضرت عمروؓ اس وقت بہت دیر تک روتے رہے اس کے بعد اپنے اسلام لانے کا قصہ سنایا اور فرمانے لگے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے میرے

مالك يا عمرو قال اردت ان اشترط قال تشترط ماذا قال ان يغفرلی قال اما علمت يا عمرو ان الاسلام يهدم ما كان قبله وان الهجرة تهدم ما كان قبلها وان الحج يهدم ما كان قبله رواه ابن خزيمة فی صحيحه هكذا مختصرا ورواه مسلم وغيره اطول منه كذا فی الترغيب

دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا کر دیا تو میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضر ہو کر عرض کیا کہ بیعت کے لئے ہاتھ دیجئے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ حضورؐ نے اپنا دست مبارک پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا حضورؐ نے فرمایا یہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ میں پہلے ایک شرط کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے حضورؐ نے فرمایا عمرو تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ اسلام ان سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو کفر کی حالت میں کئے گئے ہوں اور ہجرت ان سب لغزشوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کی ہوں اور حج ان سب قصوروں کا خاتمہ کر دیتا ہے جو حج سے پہلے کئے ہوں۔

ف۔ اس حدیث شریف میں اس چیز سے قطع نظر کہ گناہ صغیرہ مراد ہیں یا کبیرہ جیسا کہ سب سے پہلی حدیث میں گذر چکا ہے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ایک کسی کا حق ہوتا ہے اور ایک اس کا گناہ حج وغیرہ سے گناہ تو معاف ہوتے ہیں مگر حقوق معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی شخص کا مال چرالیا اس میں ایک تو وہ مال ہے جو چرایا ہے دوسرے اس چوری کا گناہ ہے گناہ کے معاف ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ جس کا مال چرایا ہے وہ بھی واپس کرنا نہ پڑے گا۔ اس کا واپس کرنا تو ضروری ہے البتہ

اس چوری کرنے کا جو گناہ ہو وہ معاف ہو سکتا ہے. ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو عرفات کے میدان میں امّت کی مغفرت کی دُعا مانگی اور بہت الحاح وزاری سے دیر تک مانگتے رہے رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہوا کہ میں نے تمہاری دعا قبول کرلی اور جو گناہ بندوں نے میرے کئے ہیں وہ معاف کردئیے البتہ جو ایک دُوسرے پر ظلم کئے ہیں اُن کا بدلہ لیا جائے گا. حضورؐ نے پھر درخواست کی اور بار بار یہ درخواست کرتے رہے کہ یا اللہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ مظلوم کے ظلم کا بدلہ تو عطا فرمادے اور ظالم کے قصور کو معاف فرمادے مزدلفہ کی صبح کو اللہ جل شانہ نے یہ دعا بھی قبول فرمالی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے ایسی حالت میں (الحاح وزاری کی) تبسم فرمایا کہ ایسے وقت تبسم کی عادت شریفہ نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جب اللہ جل شانہٗ نے میری یہ دعا قبول فرمائی اور شیطان کو اس کا پتہ چلا تو وہ آہ و واویلا سے چلانے لگا اور مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگا. (ترغیب)

(٦)۔ عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یلبی الا لبی من عن یمینہ وشمالہ من حجر او شجر او مدر حتی تنقطع الارض من ھھنا وھھنا رواہ الترمذی وابن ماجہ کذا فی المشکوۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب حاجی لبیک کہتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے دائیں اور بائیں جو پتھر درخت ڈھیلے وغیرہ ہوتے ہیں وہ بھی لبیک کہتے ہیں اور اسی طرح سلسلہ زمین کے منتہا تک یہ سلسلہ چلتا ہے۔

ف۔ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ لبیک کہنا حج کا شعار ہے ایک

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب لبیک کہتے تھے تو حق تعالیٰ شانہٗ جواب میں فرماتے تھے لبیک یا موسیٰؑ (کنز) حاجی کی ایک لبیک ہی نہیں اس کی ہر ہر چیز میں مستقل اجر اور فضیلت ہے ایک حدیث میں آیا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منیٰ کی مسجد میں حاضر تھا کہ دو شخص ایک انصاری اور ایک ثقفی حاضر خدمت ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا کہ حضورؐ ہم کچھ دریافت کرنے آئے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا دل چاہے تو تم دریافت کرلو اور تم کہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم حج کے متعلق دریافت کرنے آئے ہو کہ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا فائدہ اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کا کیا ثواب ہے اور عرفات پر ٹھہرنے اور شیطانوں کے کنکریاں مارنے کا اور قربانی کرنے کا اور طواف زیارت کرنے کا کیا ثواب ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس پاک ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے یہی سوالات ہمارے ذہن میں تھے حضورؐ نے فرمایا کہ حج کا ارادہ کرکے گھر سے نکلنے کے بعد تمہاری (سواری) اونٹنی جو ایک قدم رکھتی ہے یا اٹھاتی ہے وہ تمہارے اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور طواف کے بعد دو رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا ایک عربی غلام کو آزاد کیا ہو اور صفا مروہ کے درمیان سعی کا ثواب ستر غلاموں کو آزاد کرانے کے برابر ہے۔ اور عرفات کے میدان میں جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ دنیا کے آسمان پر اُتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں۔

کہ میرے بندے دُور دُور سے پراگندہ بال آئے ہوئے ہیں میری رحمت
کے اُمیدوار ہیں اگر تم لوگوں کے گناہ ریت کے ذرّوں کے برابر ہوں یا
بارش کے قطروں کے برابر ہوں یا سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں تب
بھی میں نے معاف کر دیئے میرے بندو! جاؤ بخشے بخشائے چلے جاؤ
تمہارے بھی گناہ معاف ہیں اور جن کی تم سفارش کرو ان کے بھی
گناہ معاف ہیں اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ شیطانوں کے کنکریاں مارنے
کا حال یہ ہے کہ ہر کنکری کے بدلہ ایک بڑا گناہ جو ہلاک کر دینے والا ہو
معاف ہوتا ہے اور قربانی کا بدلہ اللہ کے یہاں تمہارے لئے ذخیرہ
ہے اور احرام کھولنے کے وقت سر منڈانے میں ہر بال کے بدلہ میں
ایک نیکی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اس سب کے بعد جب
آدمی طواف زیارت کرتا ہے تو ایسے حال میں طواف کرتا ہے کہ اس
پر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور ایک فرشتہ مونڈھوں کے درمیان
ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ آئندہ از سر نو اعمال کر تیرے پچھلے سب گناہ تو معاف
ہو چکے۔ (ترغیب) لیکن یہ ضروری ہے کہ حج وہی حج مبرور ہو جو
حقیقتہً حج کہلانے کا مستحق ہے مشائخ نے لکھا ہے کہ لبیک اس
نداء کا جواب ہے جو اللہ جل شانہ کے حکم سے حضرت ابراھیم
علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ جس کا ذکر قرآن پاک کی آیت واذن فی
الناس میں گذر چکا ہے اس لئے جیسا کہ حاکم کی پکار پر دربار کی
حاضری میں امید و خوف کی حالت ہوتی ہے ایسا ہی حال ہونا
چاہیئے اس سے ڈرتے رہنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ کہیں اپنی بد اعمالیوں
سے حاضری ہی قبول نہ ہو۔ مطرف بن عبداللہ عرفات کے میدان

میں یہ دعا کر رہے تھے کہ یا اللہ ان سب کو میری نحوست کی وجہ سے محروم نہ فرما۔ بکر مزنی کہتے ہیں کہ ایک بزرگ عرفات کے میدان میں حجاج کو دیکھ کر کہتے تھے کہ مجھے یہ خیال ہو رہا ہے کہ میں اگر نہ ہوں تو ان سب کی مغفرت ہو جاتی (اتحاف) حضرت علی زین العابدینؒ نے جب حج کے لئے احرام باندھا تو چہرہ زرد ہو گیا اور بدن پر کپکپی آگئی اور لبیک نہ کہہ سکے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے احرام کے شروع میں لبیک نہیں کہی تو فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے جواب میں لا لبیک نہ کہا جائے یعنی تیری حاضری معتبر نہیں اس کے بعد بڑی مشکل سے لبیک کہا تو غشی آگئی اور اونٹنی پر سے گر گئے اس کے بعد جب لبیک کہتے یہی حال ہوتا سارا حج اسی طرح پورا کیا احمد کہتے ہیں کہ میں ابو سلیمان کے ساتھ حج کو گیا جب احرام باندھنا شروع کیا تو انہوں نے لبیک نہ کہی یہاں تک کہ ہم ایک میل چلے اس کے بعد ان کو غشی آگئی جب غشی سے افاقہ ہوا تو مجھ سے کہنے لگے کہ احمد حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف یہ وحی بھیجی تھی کہ ظالموں سے کہدو کہ میرا ذکر کم کیا کریں اس لئے کہ جب آدمی اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ جل شانہٗ کے ارشاد فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا کی بنا پر حق تعالیٰ شانہٗ بھی اس ظالم کا ذکر کرتے ہیں اس بنا پر فرمایا) کہ میں اس ظالم کا ذکر لعنت سے کرتا ہوں اس کے بعد ابو سلیمان نے کہا کہ احمد مجھے یہ بتایا گیا کہ جو شخص ناجائز امور کے ساتھ حج کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں لا لبیک تیری

لبیک مقبول نہیں جب تک ان ناجائز امور کو نہ چھوڑے (اتحاف) ترمذی شریف میں حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت کی ہے کہ عقلمند شخص وہ ہے جو اپنے نفس سے حساب کرتا رہے اور آخرت کیلئے عمل کرتا رہے اور عاجز (بے وقوف) ہے وہ شخص جو اپنے نفس کو خواہشوں کی طرف لگائے رکھے اور اپنی آرزوں کے پورا ہونے کی امیدیں باندھے رہے (نزھتہ) لیکن اس سب کے باوجود اللہ کے لطف و کرم کا امیدوار بھی رہنا چاہیئے کہ اس کا فضل اور کرم ہمارے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے حضورؐ کی دعا کے الفاظ ہیں اللھم مغفرتك اوسع من ذنوبي ورحمتك ارجى عندي من عملي یا اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت میرے اعمال حسنہ سے زیادہ امید کے قابل ہے۔ ایک بزرگ مکہ مکرمہ میں ستّر برس رہے اور برابر حج اور عمرے کرتے رہے لیکن جب وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے اور لبیک کہتے تو جواب لا لبیک ملتا ایک مرتبہ ایک نوجوان نے اُن کے ساتھ ہی احرام باندھا اور ان کو جب لا لبیک کا جواب ملا تو اس نے بھی سنا تو وہ کہنے لگا چچا جان آپ کو تو لا لبیک کہا، کہنے لگے کہ بیٹا تو نے بھی سُنا اس نے کہا میں نے بھی سُنا ہے اس پر شیخ روتے اور کہنے لگے کہ بیٹا میں تو ستّر برس سے یہی جواب سنتا ہوں جوان نے کہا پھر کیوں آپ اتنی مشقت ہمیشہ اٹھاتے ہیں شیخ نے کہا کہ بیٹا اس کے سوا اور کون سا دروازہ ہے جس کو پکڑلوں اور اس کے سوا اور کون میرا ہے جس کے پاس جاؤں میرا کام تو کوشش ہے وہ چاہے رد کرے یا قبول کرے بیٹا غلام کو یہ زیبا نہیں کہ وہ اتنی بات کی وجہ سے آقا کے در کو چھوڑ دے یہ کہکر شیخ رو پڑے حتیٰ کہ آنسو

سینے تک بہنے لگے اس کے بعد پھر لبیک کہی تو جوان نے سُنا کہ جواب میں
کہا گیا کہ ہم نے تیری پکار کو قبول کر لیا اور ہم ایسا ہی کرتے ہیں ہر ایک شخص
کے ساتھ جو ہمارے ساتھ حسن ظن رکھے بخلاف اُس کے جو اپنی خواہشات
کا اتباع کرے اور ہم پر امیدیں باندھے جوان نے جب یہ جواب سُنا تو
کہنے لگا چچا تم نے بھی یہ جواب سنا شیخ یہ کہکر کہ میں نے بھی سُن لیا
اتنے روئے کہ چیخیں نکل گئیں۔ ابو عبداللہ جلاء کہتے ہیں کہ میں ذوالحلیفہ
میں تھا ایک نوجوان نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا اور وہ بار بار یہ کہہ رہا
تھا اے مرے رب مجھے یہ ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور تو لا لبیک کہدے
کئی مرتبہ یہی کہتا رہا آخر ایک مرتبہ اس نے زور سے لبیک اللھم کہا اور
اسی میں روح نکل گئی (مسامرات) علی بن موفق کہتے ہیں کہ میں عرفہ
کی شب میں منیٰ کی مسجد میں ذرا سو یا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے
سبز لباس پہنے ہوئے آسمان سے اترے ایک نے دوسرے سے پوچھا
کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا ہے دوسرے نے جواب دیا کہ مجھے
تو معلوم نہیں تو اس پوچھنے والے نے خود ہی کہا کہ چھ لاکھ آدمی ہیں اس نے
پھر سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان میں سے کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا
اس نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں اس نے خود ہی بتایا کہ ان میں
سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا یہ کہکر وہ دونوں آسمان کی طرف چلے
گئے ابن موفق کہتے ہیں کہ اس خواب کی وجہ سے گھبرا کر میری آنکھ کھل
گئی اور مجھے بڑا سخت فکر و غم سوار ہو گیا خود اپنے بارہ میں سوچ میں پڑ گیا
کہ چھ آدمی کل ہیں جن کا حج قبول ہوا میں بھلا ان میں کیسے ہو سکتا ہوں
اس کے بعد عرفات سے واپسی پر بھی میں مجمع کو دیکھ رہا تھا اور سخت

فکر میں تھا کہ اتنا بڑا مجمع اور اس میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا ہے مزدلفہ میں اسی سوچ میں میری آنکھ لگ گئی تو وہی دو فرشتے پھر نظر آئے اور وہی سوال وجواب جو اوپر گذرے آپس میں کئے اس کے بعد اس فرشتے نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس میں کیا حکم فرمادیا دوسرے نے کہا مجھے تو معلوم نہیں تو اس نے کہا یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان چھ میں سے ہر ایک کے طفیل میں ایک ایک لاکھ کا حج قبول کرلیا جائے۔ ابن موفق کہتے ہیں کہ پھر جو میری آنکھ کھلی تو مجھے اتنی خوشی ہورہی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ انہی بزرگ کا ایک اور قصہ لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اس کے بعد مجھے ترس آیا کہ بعض آدمی ایسے بھی ہوں گے جن کا حج قبول نہ ہوا ہو تو میں نے دعا کی یا اللہ میں نے اپنا حج اس کو بخشا جس کا حج قابل قبول نہ ہو۔ (روض الریاحین میں اس قصہ میں کچھ الفاظ کی کمی بیشی ہے اس میں لکھا ہے کہ میں نے پچاس سے زیادہ حج کئے اور ان سب کا ثواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور اپنے والدین کو بخشتا رہا ایک حج رہ گیا میں نے عرفات کے میدان میں لوگوں کے رونے کی آوازیں سن کر اس کو بخشدیا جس کا حج قبول نہ ہوا ہو) اس کے بعد مزدلفہ میں مجھے خواب میں اللہ جل شانہ کی زیارت ہوئی حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ اے علی تو مجھ سے زیادہ سخی بننا چاہتا ہے میں نے سخاوت پیدا کی اور میں نے سخی لوگوں کو پیدا کیا۔ میں تمام سخی لوگوں سے زیادہ سخی سارے کریموں سے زیادہ کریم سارے بخشش کرنے والوں سے زیادہ بخشش کرنے والا، میں نے ہر اس شخص کا حج

جو قابل قبول نہ تھا اس کے طفیل قبول کر لیا جس کا حج مقبول تھا (اتحاف) اور روض میں ہے کہ میں نے ان سب کو بخشدیا اور ان کے ساتھ ان سے کئی چند لوگوں کو اور ان میں سے ہر شخص کی سفارش اس کے گھر والوں میں اس کے دوستوں میں اور اس کے پڑوسیوں میں قبول کی۔ ابوعبداللہ جوہری کا بھی ایک قصہ اس قسم کا رسالہ کے ختم پر حکایات میں ۱۳ پر آرہا ہے اور حضرت زین العابدینؓ کے لبیک نہ کہہ سکنے کا قصہ حکایات ۱۷ پر آرہا ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہٗ کے لطف وکرم سے یہ امید رکھنا چاہیئے کہ وہ محض اپنے کرم سے نواز دے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص بہت بڑا گناہ گار ہے جو عرفات کے میدان میں بھی یہ سمجھے کہ میری مغفرت نہیں ہوئی (اتحاف)۔

(۷) عن ابی موسٰی رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الحاج یشفع فی اربعمائۃ اھل بیت اوقال من اھل بیتہ ویخرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ رواہ البزار وفیہ راو لم یسم کذا فی الترغیب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ اس کے گھرانے میں سے چار سو آدمیوں کے بارہ میں قبول ہوتی ہے راوی کو شک ہو گیا کہ کیا الفاظ فرمائے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ پیدائش کے دن تھا۔

ف۔ چار سو آدمیوں کے بارے میں سفارش قبول ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اتنے لوگوں کی مغفرت کا تو گویا اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وعدہ

ہے۔ اور اس سے زیادہ میں کوئی مانع نہیں بہت سی روایتوں میں یہ وارد ہوا ہے کہ حاجی جن کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض جو مشہور صوفیہ میں ہیں ایک مرتبہ عرفات کے میدان میں ارشاد فرمانے لگے کہ تم لوگوں کا کیا خیال ہے اگر یہ سارا کا سارا مجمع کسی کریم کے دروازہ پر جا کر ایک چھدام اس سے مانگے کیا وہ کریم انکار کردے گا۔ لوگوں نے کہا کبھی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ فرمانے لگے خدا کی قسم اللہ جل شانہ کے نزدیک ان سب کی مغفرت کر دینا اس کریم کے چھدام دینے سے بھی زیادہ آسان ہے اللہ تعالیٰ کے کرم کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں۔ (روض الریاحین)

(۸) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لک قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرو اس سے مصافحہ کرو اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اپنے لئے دعائے مغفرت کی اس سے درخواست کرو کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو کر آیا ہے۔

ف۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجاہد اور حاجی اللہ کا وفد ہیں جو مانگتے ہیں وہ ان کو ملتا ہے جو دعا کرتے ہیں وہ قبول ہو جاتی ہے اور دوسری احادیث میں بھی مختلف الفاظ سے یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا آئی ہے کہ یا اللہ تو حاجی کی بھی مغفرت کر اور جس کی مغفرت کی حاجی دعا کرے اس کی بھی مغفرت فرما۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے تین مرتبہ یہ دُعا کی اس سے اور بھی زیادہ تاکید معلوم ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ حاجی کی بھی اللہ کے یہاں سے مغفرت ہے۔ اور حاجی ۲۰ ربیع الاوّل تک جس کے لئے دعائے مغفرت کرے اس کی بھی مغفرت ہے۔ سلف کا معمول تھا کہ وہ حجاج کی مشایعت بھی کرتے تھے اور اُن کا استقبال بھی کرتے تھے اور اُن سے دُعا کی درخواست کرتے تھے۔ (اتحاف)

(۹) عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النفقۃ فی الحج کالنفقۃ فی سبیل اللہ بسبعمائۃ ضعف رواہ احمد والطبرانی والبیہقی واسناد احمد حسن کذا فی الترغیب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح ہے ایک (روپیہ) کا بدلہ سات سو (روپیہ) ہے۔

ف۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تیرے عمرہ کا ثواب تیرے خرچ کی بقدر ہے یعنے جتنا زیادہ اس میں خرچ کیا جائے گا اتنا ہی ثواب ہو گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے جس کا ثواب سات سو درجہ المضاعف ہوتا ہے۔ (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ حج میں خرچ کرنا ایک درم چار کروڑ درم کے برابر ہے یعنے ایک روپیہ چار کروڑ روپیہ خرچ کرنے کے برابر ہے اس کے بعد بھی اگر مسلمان وہاں جا کر روپیہ خرچ کرنے میں بخل اور کنجوسی کا خیال کرے تو کس قدر خسارہ کی بات ہے۔ مشائخ نے حج کے آداب میں خرچ کرنے میں تنگی نہ کرنا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ

اسراف سے مراد اچھے اچھے لذیذ چیزوں کے کھانے اور پینے میں خرچ کرنا مراد ہے لیکن وہاں کے لوگوں پر خرچ کرنے میں کوئی اسراف ہے ہی نہیں میرے مشائخ کا ارشاد ہے کہ اگر کھانے پینے کی چیزوں میں بھی وہاں کے تاجروں کی اعانت کا ارادہ کرلے تو یہ بھی پھر اپنی ذات پر خرچ کے بجائے وہاں کے اہل ضرورت پر خرچ بن جاتا ہے اس کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہیئے۔ مجھے اپنے آقا و مرشد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں دو مرتبہ اس پاک زمین پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے ہمیشہ حضرت کا یہ معمول بڑی خصوصیت سے دیکھا کہ وہاں کے قیام میں ہند کے واقف جانے والے اگر کوئی ہدیہ پیش کرتے تو اوّل تو حضرت بڑے اصرار سے اس کو یہ کہکر واپس فرماتے کہ یہاں کے لوگ زیادہ مستحق ہیں اُن کی خدمت میں پیش کیا جائے مخصوص اہل فضل وکمال کا پتہ بھی بتادیتے اس کے بعد اگر کوئی اصرار کرتا تو مجبوراً حضرت قبول فرماکر اس ناکارہ کو اس ارشاد کے ساتھ مرحمت فرمادیتے اس کی کوئی چیز بازار سے منگالینا کہ یہاں کے تاجروں کی بھی مدد کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے کریم ہونے کے آثار میں سے ہے کہ اس کے سفر کا توشہ عمدہ ہو علما نے لکھا ہے کہ توشہ کے عمدہ ہونے سے خود اس کا بہتر ہونا بھی مراد ہوسکتا ہے اور خرچ کرنے میں طبیعت پر بار نہ ہو یہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا دوسرا ارشاد ہے کہ بہترین حاجی وہ ہے جس کی نیت میں اخلاص ہو نفقہ بہتر ہو اور اللہ کی ساتھ یقین کامل ہو (اتحاف) ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کی جگہ خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے اس کو اس سے

کئی گنا زیادہ اللہ کی ناراضی میں خرچ کرنا پڑتا ہے اور جو شخص کسی دنیوی غرض سے حج فرض کو تاخیر کرتا ہے اس کی یہ غرض اس وقت تک مؤخر کردی جاتی ہے جب تک لوگ حج سے فارغ ہو کر نہ آجائیں اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرنے سے پہلو تہی کرتا ہے اس کو کسی گناہ کی چیز میں اعانت کرنا پڑتی ہے (ترغیب وفی الکنز بروایۃ الطبرانی عن ابی جحیفۃ)۔

(۱۰) عن جابرؓ رفعہ ما امعر حاج قط قیل لجابر ما الامعار قال ما افتقر رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار ورجالہ رجال الصحیح کذا فی الترغیب۔

حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حاجی فقیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ف۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ حج اور عمرہ کی کثرت فقر کو روکتی ہے (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ لگاتار حج وعمرہ برے خاتمہ سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور فقر کو بھی روکتے ہیں۔ (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ حج کرو غنی ہو گے سفر کرو صحت یاب ہو گے۔ (کنز) یعنے تبدیل آب و ہوا اکثر صحت کا سبب ہوتی ہے اور بہت کثرت سے اس کا تجربہ ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ لگاتار حج وعمرہ فقر اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسا آگ کی بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔ (کنز)

(۱۱) عن عائشۃؓ قالت استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجھاد فقال جھادکن الحج متفق علیہ۔ (مشکوۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی حضور نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے۔

ف۔ ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے حضورؐ سے پوچھا کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے۔ (مشکوٰۃ) حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں ضعیف بھی ہوں اور کم ہمت بھی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا آؤ میں تمھیں ایسا جہاد بتاؤں جس میں کوئی کانٹا بھی نہیں چبھتا (یعنی زخم ذرا بھی نہیں) اور وہ حج ہے (ترغیب) ایک حدیث میں حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب اعمال سے افضل ہے کیا ہم عورتیں جہاد نہ کیا کریں حضورؐ نے فرمایا تمہارے لئے افضل جہاد حج مقبول ہے (ترغیب) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھے اور ضعیف لوگوں کا اور عورتوں کا جہاد حج ہے (ترغیب) ایک اور حدیث میں ہے کہ بچے اور بوڑھے اور ضعیف آدمیوں کا اور عورتوں کا جہاد۔ حج اور عمرہ ہے (کنز) اس قسم کے بہت سے ارشادات احادیث میں وارد ہیں اور ان سب کے علاوہ ایک ارشاد حضورؐ کا احادیث میں آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور نے اپنے حج کے موقع پر عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ یہ حج ہے جس کو تم کر رہی ہو اس کے بعد اپنے گھر کے بوریوں پر رہنا۔ اس حدیث پاک کی وجہ سے امہات المؤمنین میں سے حضرت زینبؓ اور حضرت سودہؓ نے تو کوئی حج اس کے بعد نہیں کیا اور یہ فرمایا کرتی تھیں کہ جب ہم نے حضورؐ سے خود یہ ارشاد سنا ہے پھر کیسے گھر سے سفر کے لئے نکلیں لیکن اور باقی ازواج مطہرات پہلی احادیث کی بنا پر حج اور عمرہ کے لئے

تشریف لیجاتی رہیں (ترغیب) حضور کے دونوں ارشاد اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں۔ اصل یہ ہے کہ عورتوں کا مسئلہ نازک ہے ان کا سفر بڑی شرائط کو چاہتا ہے اس لئے جہاں تک حج اور عمرہ اور اس کی فضیلت کا تعلق ہے عورتوں کے لئے وہ بہترین جہاد اور بہترین عبادت ہے لیکن چونکہ اس میں کچھ شرائط اور پابندیاں ہیں جن کا حاصل ہونا اکثر دشوار ہوجاتا ہے اس لئے احتیاطاً حضورؐ نے یہ فرمادیا وہ پابندی احتیاط کی اور محرم کے وجود کی ہے بہت سی احادیث میں یہ ارشاد ہے کہ عورت کے لئے سفر ناجائز ہے اس وقت تک کہ اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ کوئی مرد ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا مکان میں نہ رہے اور کوئی عورت ہرگز بغیر محرم کے سفر نہ کرے (مشکوۃ) ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ عورت پردہ کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور اس کی فکر میں رہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس جگہ تنہا اجنبی مرد و عورت ہوں گے تیسرا شخص وہاں شیطان ہوگا (مشکوۃ) ایک حدیث میں ہے کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس جانے سے بہت بچو کسی نے عرض کیا کہ حضورؐ اگر دیور ہو حضورؐ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔ (مشکوۃ)۔ موت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے ہلاکت کے اسباب بوجہ ہر وقت کے قرب کے بہت زیادہ پیدا ہوسکتے ہیں۔ اس قسم کی بہت سی وعیدیں احادیث میں وارد ہیں۔ اور سفر میں بسا اوقات اجنبی مردوں کے ساتھ تنہا مکان میں رہ جانے کی نوبت آجاتی ہے اور بغیر محرم کے تو سفر جائز ہی نہیں چاہے تنہا رہنے کی نوبت

آئے یا نہ آئے پس اس صورت میں نیکی برباد گناہ لازم کا قصہ ہو جاتا ہے

(۱۲) عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد الحج فلیتعجل رواہ ابوداود وفی الترغیب بلفظ اخر عن الاصبہانی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا چاہیئے۔

ف ۔ دوسری حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ فرض حج میں جلدی کرو نہ معلوم کیا بات پیش آجائے (ترغیب) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش آجائے یا کوئی اور ضرورت درمیان میں لاحق ہو جائے (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے۔ (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہیئے کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے کبھی سواری کا انتظام نہیں رہتا کبھی اور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے (کنز) ایک حدیث میں ہے حج کرنے میں جلدی کرو نہ معلوم کیا عذر پیش آئے۔ (کنز) ان احادیث کی بنا پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گنہ گار ہوتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض حج ادا کرو وہ بیس مرتبہ جہاد کرنے سے بڑھا ہوا ہے (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ حج کرنا جہاد ہے اور عمرہ کرنا نفل ہے (کنز)

(۱۳) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج حاجاً

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حج کے لئے جائے اور راستہ

فمات کتب لہ اجر الحاج الی یوم القیٰمۃ ومن خرج معتمراً فمات کتب لہ اجر المعتمر الی یوم القیٰمۃ ومن خرج غازیاً فمات کتب لہ اجر الغازی الی یوم القیٰمۃ رواہ ابویعلی من روایۃ ابن اسحٰق و بقیۃ رواتہ ثقات کذا فی الترغیب۔

میں انتقال کر جائے اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور اسی طرح جو شخص عمرہ کے لئے جائے اور راستہ میں انتقال کر جائے اس کو قیامت تک عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا اور جو شخص جہاد کے لئے نکلے اور راستہ میں انتقال کر جائے اس کے لئے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا۔

ف۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے لئے نکلے اور مر جائے نہ اس کی عدالت میں پیشی ہے نہ حساب کتاب اس سے کہدیا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا (ترغیب) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ بیت اللہ اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے جو شخص حج یا عمرہ کے لئے نکلے اور راستہ میں مر جائے تو جنت میں داخل ہو جائے گا اور جو فراغت کے بعد واپس ہو وہ اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس ہوگا۔ (ترغیب) غنیمت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بھی اس خرچ کا بدلہ ملتا ہے جو حج میں خرچ کیا جیسا کہ حدیث ۱۰ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جو مکہ کے راستہ میں جاتے ہوئے یا واپسی میں مر جائے اس کی نہ پیشی ہے نہ حساب کتاب ہے (ترغیب) ایک حدیث میں ہے جو شخص حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ کے راستہ میں مر جائے نہ اس کی پیشی ہے نہ حساب کتاب ہے وہ سیدھا جنت

میں داخل ہو جائے گا (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کے مرنے کی بہترین حالت یہ ہے کہ حج سے فراغت پر یا رمضان کے روزے رکھ کر مرے (کنز) یعنے یہ دونوں حالتیں ایسی ہیں کہ گناہوں سے پاک صاف ہو گا ایک حدیث میں ہے کہ جو احرام کی حالت میں مریگا وہ حشر میں لبیک کہتا ہوا اُٹھے گا۔ (کنز)

(۱۴) عن ابن عباس قال ان امرأة من خثعم قالت یا رسول اللہ ان فریضۃ اللہ فی الحج ادرک ابی شیخا کبیرا لا یثبت علی الراحلۃ افاحج عنہ قال نعم وذلک فی حجۃ الوداع متفق علیہ (مشکوۃ)

ایک صحابی عورت نے حضور سے دریافت کیا کہ حضور اللہ کے فریضہ حج نے میرے باپ کو ایسی حالت میں پایا کہ وہ بوڑھے ہیں سواری پر بھی سوار نہیں ہو سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج بدل کر دوں حضور نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے حج کر دو۔

ف۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی مرد نے حضور سے دریافت کیا کہ میری ہمشیرہ نے حج کی نذر کی تھی۔ اب اُن کا انتقال ہو گیا کیا کرنا چاہیئے حضور نے فرمایا کہ اگر ان کے ذمہ کسی کا قرض ہوتا تو تم ادا کرتے یا نہ کرتے انھوں نے عرض کیا۔ جی حضور ادا کرتا حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ کا قرض ہے اس کو ادا کرو۔ (مشکوۃ) ایک اور صحابی کا قصہ ہے انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں نہ حج کر سکتے ہیں نہ عمرہ کر سکتے ہیں نہ سفر کر سکتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اپنے والد کی طرف سے حج بھی کرو عمرہ بھی کرو (مشکوۃ) ایک حدیث میں حضور نے اس نوع کے سوال کے جواب میں فرمایا اگر تیرے باپ کے ذمہ قرضہ ہوتا

اور تو ادا کرتا تو وہ ادا ہو جاتا یا نہیں۔ انھوں نے عرض کیا ادا ہو جاتا حضورؐ نے فرمایا پھر اللہ تو بڑے رحم والے ہیں (یعنی وہ قرض کیوں نہ قبول کریں گے) اپنے باپ کی طرف سے حج کر۔ (کنز) ایک حدیث میں ارشاد ہے جو شخص اپنے والدین کی طرف سے ان کے انتقال کے بعد حج کرے اس کے لئے جہنم کی آگ سے خلاصی ہے اور والدین کے لئے پورا حج لکھا جاتا ہے اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور کسی اپنے قریبی رشتہ دار کے لئے اس سے بڑھ کر صلہ رحمی نہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج کرکے اس کی قبر میں پہنچائے۔ (کنز) ایک صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ جب میرے والدین زندہ تھے تو میں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتا تھا اب ان کا انتقال ہو گیا اب میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہتا ہوں۔ تو اس کا کیا طریقہ ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جب اپنے لئے نماز پڑھو تو ان کے لئے بھی نماز پڑھو یعنے نماز پڑھکر اس کا ثواب اُن کو پہنچاؤ اور جب اپنے لئے روزے رکھو تو ان کے لئے بھی روزے رکھو۔ ایک صحابی نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں حج کرتے ہیں اُن کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں یہ ان تک پہنچتا ہے حضور نے فرمایا پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تمہارے پاس طباق میں کوئی ہدیہ پیش کیا گیا ہو (مناسک قاری) دوسرے کی طرف سے حج دو طرح کیا جاتا ہے ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی کی طرف سے حج نفل کرلے اس کے لئے تو کوئی شرط نہیں جس کا دل چاہے جس کی طرف سے چاہے حج نفل یا عمرہ یا طواف کرسکتا ہے دوسری صورت یہ

ہے کہ جسکی طرف سے حج بدل کرے اس کے ذمہ حج فرض ہو اس کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کو وقت پر علماء سے تحقیق کر لینا چاہیئے۔

(۱۵) إن الله ليدخل بالحجة الواحدة ثلثة نفر الجنة الميت والحاج عنه والمنفذ لذلك عب۔ هب عن جابر كذا في الكنز

حضور کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ (حج بدل میں) ایک حج کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں ایک مردہ (جس کی طرف سے حج بدل کیا جا رہا ہے) دوسرا حج کرنیوالا تیسرا وہ شخص (وارث وغیرہ) جو اب حج کرا رہا ہے (یعنی حج بدل کے لئے روپیہ دے رہا ہے۔)

ف۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے اس حج کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ہوتا ہے جتنا اس شخص کو ہو جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے (کنز) ابن موفق کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے متعدد حج کئے ایک مرتبہ خواب میں حضورؐ کی زیارت ہوئی حضورؐ نے فرمایا کہ ابن الموفق تو نے میری طرف سے حج کئے میں نے عرض کیا کہ جی حضورؐ کئے۔ حضورؐ نے فرمایا تو نے میری طرف سے لبیک کہا میں نے عرض کیا کہ جی حضرت حضورؐ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا کہ حشر کے میدان میں تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دوں گا اور لوگ اپنا حساب کتاب کرتے رہیں گے۔ (اتحاف) ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے

ہیں چار شخصوں کو حج کا ثواب ملتا ہے ایک وصیت کرنے والے کو دوسرے اس کو جو اس وصیت کو لکھے تیسرے روپیہ خرچ کرنے والے کو چوتھے حج کرنے والے کو (کنز) لیکن ایک بات کا نہایت اہتمام سے خیال رکھنا چاہیئے وہ یہ کہ حج بدل میں نیت خالص رکھنے کی اہتمام سے کوشش کرے مقصد محض حج و زیارت اور دوسرے کی اعانت ہو اس حج کی وجہ سے کوئی دنیوی منفعت مقصود نہ ہو اگر ایسا ہوا تو حج کرانے والے کو ثواب مل ہی جائے گا مگر اس حج کرنے والے کا ثواب تو ختم ہوا امام غزالی نے لکھا ہے کہ جو شخص اُجرت کے ساتھ حج بدل کرتا ہے وہ دین کے عمل سے. دنیا کما رہا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کو مستقل مشغلہ اور تجارت نہ بنائے کہ اللہ جل شانہ دین کے طفیل دنیا تو عطا فرما دیتے ہیں لیکن دنیا کے بدلہ دین عطا نہیں فرماتے یعنے اس کی غرض تو دنیا کا ایندھن جمع کرنا ہو اور اس کو ثواب مل جائے یہ نہیں ہوتا (اتحاف)

دُوسری فصل

حج نہ کرنے کی وعید میں۔ حج ارکان اسلام میں ایک اہم رکن ہے اور اسی پر ارکان کی تمامی ہوئی ہے جیسا کہ پہلی فصل میں گذر چکا ہے اس لئے اس میں کوتاہی پر جتنی سختی ہو وہ قرین قیاس ہو اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع	اور اللہ جل شانہ کے (خوشنودی) کرنے کے واسطے
الیہ سبیلا ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن	لوگوں کے ذمہ اس مکان (یعنی بیت اللہ)

العالمین (سورہ آل عمران) کا حج (فرض) ہے اس شخص کے ذمہ ہے جو وہاں
جانے کی سبیل رکھتا ہو اور جو منکر ہو تو (اللہ
جل شانہ کا کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تمام
جہان سے غنی ہیں (ان کو کیا پروا)۔

ف۔ علماء نے لکھا ہے کہ حج کی فرضیت کی ابتدا اسی آیت شریفہ کے نزول سے ہوئی۔ (عینی) اس آیت شریفہ میں بہت سی تاکیدیں جمع ہوگئیں اوّل للہ کا لام ایجاب کے لئے ہے جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا۔ دوسرے علی الناس کا لفظ جو نہایت لزوم پر دلالت کرتا ہے یعنے لوگوں کی گردنوں پر یہ حق لازم ہے تیسرے علی الناس کے بعد من استطاع کو ذکر کرنا جس میں دو طرح کی تاکید ہے ایک بدل کی دوسرے اجمال کے بعد تفصیل کی۔ چوتھے حج نہ کرنے والے کو مَن کفر سے تعبیر کیا پانچویں اس پر اپنے استغنا اور بے پروائی کا ذکر فرمایا جو بڑے غصہ کی علامت ہے اور اس کی رسوائی پر دلالت کرتا ہے۔ چھٹے اس کے ساتھ سارے جہان سے استغنا کا ذکر فرمایا جس سے اور بھی زیادہ غصہ کا اظہار ہوتا ہے (اتحاف) اس میں کئی نمبر ایسے ہیں جو عربی سے تعلق رکھتے ہیں میرا مقصد ان کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ اس ایک ہی آیت شریفہ میں کئی وجہ سے تاکید اور حج نہ کرنے والے پر عتاب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص تندرست ہو اور پیسہ والا ہو کہ حج کو جا سکے اور پھر بغیر حج کئے مرجائے قیامت میں اس کی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہو گا اس کے بعد انھوں نے یہ آیت شریفہ دمَن کفر آخر تک پڑھی (درمنثور) حضرت

سعید بن جبیر ابراھیم نخعی مجاہد طاؤس جو تابعین علماء میں مشہور ہیں ان حضرات میں سے ہر ایک سے یہ نقل کیا گیا کہ اگر مجھے کسی شخص کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ غنی تھا اس پر حج واجب تھا پھر بغیر حج کئے مر گیا تو میں اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھوں (اتحاف) اگرچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حج نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک کہ حج کا انکار نہ کرے لیکن جو وعیدیں اوپر ذکر کی گئیں وہ کیا کم ہیں اور آئندہ جو حضور کے ارشادات اس بارہ میں آرہے ہیں وہ مزید برآں۔

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (سورۃ بقرہ)	اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کے راستہ میں اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو۔

ف۔ ایک جماعت مفسرین سے یہ نقل کیا گیا کہ اس آیت شریفہ میں اللہ کے حقوق واجبہ میں خرچ نہ کرنے پر وعید ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب حج جیسے اہم فریضہ میں کوئی شخص اللہ کے دیئے ہوئے مال کو خرچ نہیں کرے گا تو اس کی اپنے ہاتھوں ہلاکت میں کیا شک ہے۔

(۱) عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ملک زاداً وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا وذلک ان اللہ تبارک وتعالی یقول وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب وفی	حضور کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کا انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہو کر مر جائے یا نصرانی ہو کر اس کے بعد حضور نے اپنے اس ارشاد کی تائید میں وہ آیت پڑھی جو اوپر گذری۔ وللہ علی الناس حج البیت

اسنادہ مقال کذا فی المشکوٰۃ۔

ف۔ محدثین کے قواعد کے موافق اس حدیث کی سند میں کلام ہے لیکن اوپر کی آیت شریفہ اور دوسری روایات سے اس حدیث شریف کی تائید ہوتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ کتنی اہم عبادت ہے کہ اس کا چھوڑنے والا گمراہی میں یہود اور نصاریٰ کے برابر شمار ہوتا ہے۔

(۲) عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یمنعہ من الحج حاجۃ ظاھرۃ او سلطان جابر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء نصرانیا رواہ الدارمی کذا فی المشکوٰۃ۔ وفی الاتحاف۔

حضور کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے لئے کوئی واقعی مجبوری حج سے مانع نہ ہو۔ ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو یا ایسا شدید مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مرجائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی مرے۔

روی الحدیث بالفاظ مختلفۃ وکذا بسط طرقہ السیوطی فی الدر۔

ف۔ حضرت عمرؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا کہ انھوں نے تین دفعہ فرمایا کہ ایسا شخص چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی مرے دوسری حدیث میں حضرت عمرؓ سے یہ نقل کیا گیا کہ جو شخص حج کی طاقت رکھتا ہو اور حج نہ کرے قسم کھا کر کہدو کہ وہ نصرانی مرا ہے۔ یا یہودی مرا ہے۔ (کنز) حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد ممکن ہے کہ ان کی یہی تحقیق ہو ورنہ علما کے نزدیک حج نہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا۔ انکار سے کافر ہوتا ہے ایک اور حدیث میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ میرا دل

چاہتا ہے کہ تمام شہروں میں اعلان کرادوں کہ جو شخص باوجود قدرت کے حج نہ کرے اس پر جزیہ مقرر کردیا جائے یہ مسلمان نہیں مسلمان نہیں (کنز و اتحاف) جزیہ کافروں پر مقرر کیا جاتا ہے مسلمان پر جزیہ نہیں ہوتا۔

(۳) من کان لہ مال یبلغہ حج بیت ربہ او تجب علیہ فیہ الزکوٰۃ فلم یفعل سال الرجعۃ عند الموت (ت عن ابن عباس کنز)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو حج کرسکے اور حج نہ کرے یا اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے گا۔

ف۔ تمنا کرنے سے قرآن پاک کی اس آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انہا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون (سورہ مومنون) ترجمہ۔ حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھکو دنیا میں واپس کردیجئے تاکہ میں جس (مال ومتاع) کو چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر نیک کام کروں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ اس کی ایک بات ہے جس کو وہ کہے جارہا ہے اور ان کے آگے برزخ کا عالم (یعنی قبر میں رہنا) ہے قیامت تک کے لئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گنہگاروں کے لئے قبر میں ہلاکت ہے کہ کالے سانپ اس کے سر سے اور پاؤں سے ڈسنا شروع کرتے ہیں یہاں تک کہ ڈستے ڈستے بیچ کے حصہ میں سر اور پاؤں والے ملجاتے

ہیں یہی وہ برزخ کا عذاب ہے جس کا اس آیت شریفہ میں ذکر ہے (در منثور) ایک حدیث میں آیا ہے حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس حج کو جانے کا سامان ہو اور حج نہ کرے یا اس کے پاس مال ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں واپس کئے جانے کی درخواست کرے گا کسی شخص نے عرض کیا کہ دنیا میں واپسی کی تمنا کافر کریں گے۔ یعنی یہ آیت شریفہ مسلمانوں کے لئے نہیں ہے وہ دنیا میں واپسی کی تمنا نہ کریں گے حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ میں قرآن پاک کی دوسری آیتیں سناتا ہوں جس میں مسلمانوں ہی کا ذکر ہے اس کے بعد حضرت ابن عباس ؓ نے سورہ منافقین کے آخر کی آیتیں یاایھا الذین امنوا لاتلھکم اموالکم ولا اولادکم آخر سورت تک پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو ایسا کرے گا (کہ اس کے مال اولاد اس کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیں) یہی لوگ خسارہ والے ہیں اور ہم نے جو کچھ مال دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے (اللہ کے کاموں میں) خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کے (سر پہ) موت آجائے اور وہ (حسرت اور تمنا سے) کہنے لگے اے میرے رب مجھ کو تھوڑے دن کی اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا (اب یہ تمنا بیکار ہے اس لئے کہ) اللہ جل شانہ جب کسی کی عمر ختم ہو جائے تو ہرگز مہلت نہیں دیتے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے یہی آیت شریفہ

یا ایہا الذین امنوا پڑھی اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا ذکر ہے جب اس کو موت آتی ہے اور اس کے پاس مال ہو جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا حج نہ کیا ہو اور اللہ کے حق ادا نہ کئے ہوں وہ موت کے وقت دنیا میں واپس آنے کی درخواست کرتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے ولن یؤخر اللہ نفساً الآیۃ اللہ جل شانہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتے جس کی عمر کی میعاد ختم ہو چکی ہو (درمنثور)

(۴) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل ان عبداً صححت لہ جسمہ و وسعت علیہ فی المعیشۃ تمضی علیہ خمسۃ اعوام لایفد الی لمحروم رواہ ابن حبان فی صحیحہ وقال علی بن المنذر اخبرنی بعض اصحابنا کان حسن بن حی یعجبہ ھذا الحدیث وبہ یاخذ ویحب للرجل الموسر الصحیح ان لایترک الحج خمس سنین کذا فی الترغیب وفی الباب عن جناب وابی ہریرۃ کما فی الکنز۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ جو بندہ ایسا ہو کہ میں نے اس کو صحت عطا کر رکھی ہو اور اس کی روزی میں وسعت دے رکھی ہو اور اس کے اوپر پانچ سال ایسے گذر جائیں کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہ ہو وہ ضرور محروم ہے۔

ف۔ اس مضمون کی کئی حدیثیں روایت کی گئی ہیں اس حدیث کا تقاضا یہ تھا کہ ہر صاحب ثروت پر اگر اس میں حج کی طاقت ہو تو ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ حج فرض ہوتا لیکن چونکہ دوسری احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف لفظوں میں یہ ثابت

ہو گیا کہ حج عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے اس لئے اس حدیث کو فرض پر تو محمول نہیں کیا جاتا لیکن خیر و برکت کی محرومی سے کیا انکار ہے جب کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد بھی ہے اور اس کی عطا کی ہوئی صحت اور رزق کی وسعت بھی ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی دوسری دینی ضرورت مقدم نہ ہو تو پھر حاضر ہونا ہی چاہیئے البتہ اگر کوئی دوسری دینی ضرورت راجح ہو تو وہ مقدم ہو گی اور اسی طرح اگر فقراء کی کثرت ہو تو صدقہ حج نفل سے افضل ہو گا

(۵) روی عن ابی جعفر محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما من عبد ولا امۃ یضن بنفقۃ ینفقھا فیما یرضی اللّٰہ الا انفق اضعافھا فیما یسخط اللّٰہ وما من عبد یدع الحج لحاجۃ من حوائج الدنیا الا رأی المحلقین قبل ان تقضی تلک الحاجۃ یعنی حجۃ الاسلام وما من عبد یدع المشی فی حاجۃ اخیہ المسلم قضیت اولم تقض الا ابتلی بمعونۃ من یأثم علیہ ولا یوجر فیہ رواہ الاصبہانی وفیہ نکارۃ کذا فی الترغیب ورواہ فی مجمع الزوائد بروایۃ الطبرانی فی الکبیر عن ابی جحیفۃ وقال فیہ علیہ ابن القاسم الاسدی وھو متروک تلت وھو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا کہ جو کوئی بھی مرد یا عورت کسی ایسے خرچ میں بخل کرے جو اللہ کی رضا کا سبب ہو تو وہ اس سے بہت زیادہ ایسی جگہ خرچ کرے گا جو اللہ کی ناراضی کا سبب ہو اور جو شخص کسی دنیوی غرض سے حج کو جانا ملتوی کرے گا وہ اپنی اس غرض کے پورا ہونے سے پہلے دیکھ لے گا کہ لوگ حج سے فارغ ہو کر آ گئے اور جو شخص کسی مسلمان کی مدد میں پاؤں ہلانے سے گریز کرے گا اس کو کسی گناہ کی اعانت میں مبتلا ہونا پڑے گا جس میں کچھ بھی ثواب نہ ہو۔

من رواۃ ابن ماجۃ وذکرہ صاحب الکنز۔

ف۔ محدثین رحمہم اللہ کے قواعد کے موافق یہ روایت ضعیف ہے لیکن ایسے امور میں ضعیف روایت ذکر کی جاتی ہے اس لئے محدثین اس کو ذکر فرماتے ہیں اس سے قطع نظر تجربہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو لوگ امور خیر سے بچا بچا کر رکھتے ہیں خواہ مخواہ مقدمات وغیرہ میں رشوتوں میں اور ان سے بڑھ کر بعض اوقات حرام کاریوں میں ناچ گانوں اور سینماؤں میں خرچ ہونے لگتا ہے اگر اللہ کی اس عطا فرمائی ہوئی دولت کو خیر کے کاموں میں آدمی خرچ کرے تو پھر ان بلاؤں سے حفاظت رہے یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ یہ وعیدیں اسی وقت ہیں جب کہ استطاعت کے باوجود حج فرض ادا نہ کرے اور اس کے بالمقابل ناداری کی حالت میں بالخصوص جب کہ دوسروں کے حقوق اپنے ذمہ ہوں ان کے حقوق کی ذمہ داری حج نفل سے کہیں زیادہ ہے۔ ابن امیر الحاج مدخل میں لکھتے ہیں کہ بعض آدمی اپنے اہل وعیال کو ضایع میں (یعنی ان کا کوئی انتظام کئے بغیر) چھوڑ کر حج کو چلے جاتے ہیں حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کا کھانا اپنے ذمہ ہے اس کو ضائع کر دے۔

تیسری فصل

اس سفر کی مشقتوں کے تحمل میں سفر خواہ کیسا ہی ہو وہ فی نفسہ مشقت

کا سبب ہے اسی وجہ سے شریعت نے اس میں خصوصی رعایت یہاں تک فرمائی کہ فرض نمازیں چار رکعت کی جگہ دو رکعت کر دیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ السفر قطعۃ من النار سفر آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ پس مشقت تو اس میں ہوتی ہی ہے اور پھر یہ سفر تو خصوصیت سے عاشقانہ سفر ہے عشاق ہی کی طرح اس کو طے کرنا چاہئے کہ ان کو کوئی برا کہے گالیاں دے پتھر مارے جو چاہے کرے وہ اپنے خیالات میں مست اور اپنے ذوق شوق میں شاداں اور فرحاں رہتے ہیں۔ اور ہر مشقت کا بشرطیکہ کسی دوسری دینی مصلحت یا صحت کے خلاف نہ ہو تحمل کرنا زیادتی اجر کا سبب ہے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اس سفر میں آدمی جو کچھ خرچ کرے اس کو نہایت خوش دلی سے کرے اور جو نقصان جانی یا مالی پہنچے اس کو طیب خاطر سے برداشت کرے کہ یہ اس کے حج کے قبول ہونے کی علامت ہے۔ حج کے راستہ میں نصیبت جہاد میں خرچ کرنے کے برابر ہے کہ ایک درم کے بدلہ میں سات سو درم ملتے ہیں اور حج کے راستہ میں تکلیف کا اٹھانا جہاد میں تکلیف اٹھانے کے برابر ہے اس لئے جو مشقت یا نقصان برداشت کرے گا اللہ کے یہاں اس کا بڑا اجر ہے وہ ضائع نہیں ہے (اتحاف) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ لکن اجرك علی قدر نصبك تیرے عمرہ کا ثواب بقدر تیری مشقت کے ہے اس لئے یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس سفر میں جتنی مشقت ہوگی اتنا ہی

اجر ہوگا مگر یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ وہی مشقت باعث اجر ہے جو ممدوح ہو بے وجہ کی مشقت ممدوح نہیں بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک شخص پر ہوا جس کے ہاتھ میں رسی بندھی ہوئی تھی اور دوسرا شخص اس رسی سے اس کو کھینچکر طواف کرا رہا تھا حضورؐ نے اس رسی کو کاٹ دیا اور فرمایا کہ ہاتھ پکڑ کر کھینچو۔ بظاہر یہ شخص نابینا تھے یا کوئی اور عارضہ ایسا تھا جس کی وجہ سے دوسرے شخص کی ضرورت تھی اسی طرح ایک اور قصہ حدیث میں ہے کہ حضور نے دیکھا کہ دو شخص کسی رسی وغیرہ سے بندھے ہوئے چل رہے ہیں حضورؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے یہ منت مانی ہے کہ اسی طرح آپس میں بندھے ہوئے کعبہ تک جائیں گے حضورؐ نے فرمایا کہ اس رسی کو توڑ دو یہ منت صحیح نہیں ہے منت نیک کام میں ہوتی ہے۔ یہ شیطانی حرکت ہے (عینی علی البخاری) البتہ پیدل چلنا اس راستہ میں ممدوح اور پسندیدہ ہے جس قدر تحمل ہو سکے اس کو برداشت کرنا چاہیئے بعض علما نے تو اس آیت شریفہ کی بنا پر جو رسالہ کے شروع میں واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا الآیۃ گذری ہے اور اس میں رجالاً یعنی پیدل چلنے والوں کو سواری پر چلنے والوں سے پہلے ذکر کیا ہے یہ فرما دیا کہ پیدل سفر کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے۔ اور بعض علماء نے یہاں تک فرما دیا کہ جو لوگ پیدل سفر کرنے کے عادی ہیں ان پر حج فرض ہونے کے لئے سواری کے خرچ کی ضرورت نہیں جب بدن میں طاقت ہو راستہ مامون

ہو تو ان پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ (عینی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات میں بھی حج کے لئے پیدل چلنے کی فضیلتیں کثرت سے وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عن ابن عباس مرفوعاً من حج الی مکۃ ماشیا حتی رجع کتب لہ بکل خطوۃ سبعمائۃ حسنۃ من حسنات الحرم قیل وما حسنات الحرم قال کل حسنۃ بمائۃ الف حسنۃ صححہ الحاکم کذا فی العینی قلت وفی المستدرک بلفظ من حج من مکۃ ماشیا حتی یرجع الی مکۃ الحدیث وھکذا فی الکنز وقال قط فی الافراد طب ک وتعقب ذھب ق وضعفہ۔

حضورؐ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص حج کے لئے پیدل جائے اور آئے اس کے لئے ہر ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ کسی نے عرض کیا کہ حرم کی نیکیوں کا کیا مطلب، حضورؐ نے فرمایا کہ ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔

ف۔ اس حساب سے سات سو نیکیاں سات کروڑ کے برابر ہو گئیں اور ہر ہر قدم پر یہ ثواب ہے تو سارے راستے کے ثواب کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ پیدل حج کیا کرو پھر اوپر کی حدیث بیان کی (اتحاف السادۃ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایات میں نقل کیا گیا کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حرم میں ایک روزہ ایک لاکھ روزوں کا ثواب رکھتا ہے اور ایک درہم صدقہ ایک لاکھ درہم کا ثواب رکھتا ہے اور اسی طرح ہر نیکی

جو حرم میں کی جائے غیر حرم کی ایک لاکھ کے برابر ہے۔ (اتحاف)

یہاں ایک اہم بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جیسا حرم محترم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے وہاں گناہ کا وبال بھی بہت زیادہ ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے مکہ مکرمہ میں قیام کو مکروہ لکھا ہے کہ گناہ آدمی سے ہو ہی جاتا ہے اور وہاں گناہ کرنا بہت سخت ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں رکیتہ (ایک جگہ کا نام ہے جو حرم سے باہر ہے) میں ستر گناہ کروں یہ اس سے بہتر ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کروں (اتحاف) چھٹی فصل کی ساتویں حدیث کے ذیل میں یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے۔

(۳) عن عائشۃ مرفوعا ان الملائکۃ لتصافح رکبان الحاج وتعتنق المشاۃ اخرجہ ابن الجوزی فی مثیر العزم کذا فی الاتحاف وفی الدر اخرجہ البیہقی عنہا وضعفہ۔

حضرت عائشہؓ حضورؐ سے نقل فرماتی ہیں کہ فرشتے ان حاجیوں سے جو سواری پر آتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں اور جو پیدل چلکر آتے ہیں ان سے معانقہ کرتے ہیں۔

ف - حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ وہ جب بیمار ہوئے تو فرمایا کہ مجھے کسی چیز کا اتنا افسوس نہیں ہے جتنا اس بات کا ہے کہ میں نے پیدل حج نہیں کیا اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے واذن فی الناس بالحج الایۃ اس آیت شریفہ میں پیدل چلنے والوں کو پہلے ذکر فرمایا ہے (درمنثور) یہ آیت شریفہ اور اس کا ترجمہ رسالے کے شروع میں گذر چکا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ

نے پیدل حج کیا۔ (درمنثور) ایک روایت میں نقل کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چلکر ایک ہزار حج کئے ہیں (ترغیب)۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ چالیس حج پیدل کئے ہیں (اتحاف) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا معمول پیدل حج کرنے کا تھا (اتحاف) ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ جب حرم میں داخل ہو تو اس وقت پیدل چلے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جو شخص قادر ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ پیدل چلے اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹوں کو اپنے انتقال کے وقت اس کی وصیت فرمائی اور یہ فرمایا کہ پیدل چلنے والے کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے۔ اس لئے جو لوگ چلنے کے عادی ہیں اور راستہ کا امن حاصل ہو ان کے لئے پیدل چلنا افضل ہے البتہ یہ شرط ضروری ہے کہ راستہ پیدل چلنے کے لئے مامون ہو۔ اور کم از کم مکہ مکرمہ سے جب عرفات پر حج کرنے جائیں اس وقت تو جوانوں کو اور پیدل چلنے پر قادر لوگوں کو پیدل ہی چلنا چاہیئے کہ اس میں علاوہ ثواب کے ہر جگہ پر مستحبات کی رعایت قابو میں رہتی ہے سواری کے پابند ہونے سے ہر جگہ بے بس ہونا پڑتا ہے اور بہت سے مستحبات ترک ہو جاتے ہیں اور یہ سفر کچھ طویل بھی نہیں ہے آٹھویں تاریخ کو مکہ مکرمہ سے منیٰ تک جانا ہے جو صرف تین میل ہے نویں کی صبح کو منیٰ سے عرفات پر جانا ہے جو پانچ چھ میل ہے یہ معمولی منزلیں ایسی نہیں

کہ نوجوانوں کے اور چلنے پر قادر لوگوں کے لئے بار ہوں اور ثواب اتنا زیادہ کہ ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ملیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب انھوں نے اپنی اولاد کو پاؤں چلنے کی وصیت فرمائی تو انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں سے پاؤں چلا کریں انھوں نے ارشاد فرمایا کہ مکہ مکرمہ سے جب چلو تو پاؤں چلو ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص منیٰ سے عرفات تک پاؤں جائے اس کو ایک لاکھ نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے ملیں گی۔ علی بن شعیب سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے نیساپور سے پاؤں چلکر ساٹھ سے زیادہ حج کئے ہیں اور مغیرۃ بن حکیم سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے مکہ سے چلکر پچاس سے زیادہ حج پیدل کئے ہیں اور ابو العباس سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے اسی حج پیدل کئے ہیں اور ابو عبداللہ مغربی نے ستانوے حج پیدل کئے ہیں (اتحاف) کیا اندازہ ہے ان حضرات کے ثوابوں کا کہ ہر قدم پر ستر کروڑ نیکیاں اُن کو ملی ہوں گی قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے حج کا تمام راستہ قطع کیا لوگوں نے جب مشقت کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہو کیا وہ سواری پر سوار ہو کر حاضر ہوا اگر میں اس کی قدرت پاتا کہ سر کے بل چلکر حاضر ہوں تو اسی طرح حاضر ہوتا۔ یہ ایک معمولی سی مثال ہے اس سفر میں مشقت برداشت کرینکی اسی طرح ہر اس چیز میں ہے جو خلاف طبع پیش آئے

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد جو اس فصل کے شروع میں ہے جس میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تیرا اجر بقدر تیری مشقت اٹھانے کے ہے۔ ہر تکلیف کو شامل ہے لہٰذا جتنا تکالیف کا تحمل ہو سکے اس کو نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیئے شکوے شکایات اور بد کلامی بدگوئی سے اپنے حج کے کثیر اجر و ثواب کو ضائع نہ کرنا چاہیئے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اپنے ساتھیوں پر بار بار اعتراض کرتا رہے اسی طرح اپنے اونٹ والے پر اور دوسرے لوگوں پر بلکہ سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور خوش خلقی کو مضبوط پکڑے رہے اور خوش خلقی یہ نہیں ہے کہ دوسروں کو اذیت نہ پہنچائے بلکہ خوش خلقی یہ ہے کہ اذیت کا تحمل کرے اسی وجہ سے بعض علما نے سواری پر حج کو افضل بتایا ہے کہ پاؤں چلنے سے بسا اوقات آدمی میں ہیجان اور غصہ پیدا ہو جاتا ہے اور حج میں اس سے بہت احتیاط رکھنا چاہیئے۔ لہٰذا جن لوگوں کے پیدل چلنے سے اخلاق خراب ہو جاتے ہوں دل میں تنگی اور ملال پیدا ہوتا ہو ان کو پیدل نہ چلنا چاہیئے (اتحاف) ذوق شوق اور رغبت و اشتیاق اس عبادت کی خصوصیت سے جان ہے جس طرح ایک عاشق محبوب کے شہر کی طرف سراپا شوق و اضطراب کے ساتھ چلتا ہے کہ نہ دھوپ کی پروا نہ بارش کی نہ راحت کی نہ تکلیف کی نہ کسی کے طعن تشنیع کی نہ برا بھلا کہنے کی اسی طرح یہ سفر بھی طے کرنا چاہیئے ٥

ہے ربیت عاشقوں کی تن من نثار کرنا
رونا ستم اٹھانا دل سے نیاز کرنا

چوتھی فصل

حج کی حقیقت میں حج درحقیقت دو منظروں کا نمونہ ہے

اور اس کی ہر ہر چیز میں دو حقیقتیں پنہاں ہیں۔ اگرچہ اللہ جل شانہ کے ہر حکم میں لاکھوں مصلحتیں اور حکمتیں ایسی ہیں کہ جن تک ہر شخص کے خیال کی بھی رسائی نہیں ہوتی لیکن بعض مصالح ایسی کھلی ہوئی اور ظاہر ہوتی ہیں جو ہر شخص کے ذہن میں آجاتی ہیں اسی طرح حج کے ہر ہر رکن میں ہر ہر جزو میں بالکل عیاں ہیں ایک یہ کہ نمونہ ہے موت کا اور مرنے کے بعد کے حالات کا دوسرا نمونہ ہے عشق اور محبت کے اظہار کا اور روح کو حقیقی عشق اور حقیقی محبت سے رنگنے کا نمونہ کے طور پر دونوں منظروں کی طرف مختصر طریقہ سے تنبیہ کی جاتی ہے اور اس نمونہ پر غور کرنے سے ان سب چیزوں میں یہ امور ظاہر اور واضح ہوجائیں گے پہلا نمونہ موت اور اس کے مابعد کا منظر ہے کہ آدمی جب وقت گھر سے چلتا ہے سب عزیز اور اقارب گھر باہر وطن احباب کو ایک لخت چھوڑ کر دوسرے ملک گویا دوسرے عالم کا سفر اختیار کرتا ہے جن چیزوں کے ساتھ دل مشغول تھا گھر باہر کھیتی باغ احباب کی مجلسیں سب ہی اس وقت چھوٹ رہی ہیں جیسا کہ مرنے کے وقت سب کو بیک وقت خیر باد کہنا پڑتا ہے حج کو

روانگی کے وقت یہی چیز قابل غور وفکر اور قابل عبرت واعتبار ہے کہ جیسا آج عارضی مدت کے لئے یہ سب کچھ چھوٹ رہا ہے. بہت جلد وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ سب چیزیں چھوٹنے والی ہیں اس کے بعد سواری پر سوار ہونا اگر عبرت اور غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو جنازے پر سوار ہو کر چل دینے کی یاد تازہ کرتا ہے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ بھی ہر قدم پر وطن اور احباب سے دوری اور جدائی بڑھاتی رہتی ہے اور جنازہ اٹھانے والے بھی ہر قدم پر سب اعزہ اور گھر بار ہر ساز وسامان سے دور لے جاتے ہیں کچھ لوگ ضرور جنازہ کی نماز تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ قبر تک بھی پہونچا دیتے ہیں اور کچھ قبر میں رکھنے اور مٹی ڈالنے تک بھی ساتھ دیتے ہیں یہ سارے منظر حاجی کے ساتھ بھی پیش آتے ہیں کہ کچھ لوگ گھر ہی سے مصافحہ کر کے فی امان اللہ کہہ دیتے ہیں کچھ اسٹیشن تک تکلیف فرما لیتے ہیں اور کچھ بہت ہی خواص ہوتے ہیں جو آگے جہاز تک بھی پہنچا دیتے ہیں جہاز (اور قبر) میں جانیوالے صرف وہی رفیق اور ساتھی ہوتے ہیں جو اس عالم تک ساتھ دینے والے ہوں چاہے وہ عزیز واقارب ہوں یا مال ومتاع ہو اُن میں بعض رفیقِ سفر ایسے مخلص غمگسار راحت رساں ہوں گے جو ہر ہر قدم پر راحت پہنچاتے ہیں اور بعض رفیق ایسے بدخلق ، کج مزاج ضدی جھگڑالو ہوتے ہیں جو سفر کی ہر منزل میں بجائے راحت کے اذیت ومصیبت کا سبب بنتے ہیں، بعینہ یہی ساری صورت

آخرت کے سفر میں پیش آتی ہے کہ قبر میں ساتھ جانے والے وہی رفیق سفر ہیں جو آخر تک ساتھ رہنے والے ہیں ان میں اعمالِ حسنہ ہر قسم کی راحت اور آرام کا سبب ہیں اور اعمالِ سیئہ ہر قسم کی اذیت اور تکلیف کا سبب ہیں۔ اعمالِ حسنہ نہایت حسین وجمیل آدمی کی صورت میں قبر میں ساتھ رہتے ہیں اور اعمال سیئہ نہایت قبیح صورت ڈراؤنی اور گندی بُودار صورت میں ساتھ رہتے ہیں اس عالم میں جتنی راحت پہنچتی ہے وہ اپنے نیک اعمال سے پہنچتی ہے جو مرنے سے پہلے کر لئے ہوں جیسا کہ سفر حج میں جتنی راحت پہنچتی ہے وہ اس مال وزر اور سامان سے پہنچتی ہے جو سفر سے پہلے مہیا کر لیا ہو ہاں کسی خوش قسمت کے لئے کوئی عزیز قریب یا دوست کچھ پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے کچھ ایصال ثواب کر دے تو مرنے کے بعد بھی اس کو اپنی نہایت ضرورت کے وقت کام آجاتا ہے جیسا کہ حاجی کے پاس کوئی اس کا عزیز یا دوست بذریعہ ہنڈی وغیرہ کوئی روپیہ پیسہ بھیج دے تو اس سفر میں کتنی مسرت اور خوشی اور راحت کا سبب اس کے لئے بنے اس کے بعد سفر کے درمیان میں جتنے خطرات ڈاکو، چور سخت مزاج حاکموں کی طرف سے سامان کی تفتیش حالات کی تحقیقات پاسپورٹ وغیرہ جانچ پڑتال جتنے مناظر حاجی کو دیکھنا پڑتے ہیں وہ قبر کے سارے منظروں کی یاد دلاتی رہتی ہے کہ منکر نکیر کا سوال بھی ہوگا اپنے ایمان کا امتحان بھی ہوگا

اور سانپ بچھو وغیرہ کیڑے مکوڑے بھی قبر میں طرح طرح سے ستائیں گے، اعمال نامہ بھی اپنے ساتھ ہی ہوگا وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ الایتہ - ہاں بہت سے مالدار جن کو اللہ نے بے شمار دولت دی ہے وہ معمولی سی تفتیش اور پاسپورٹ وغیرہ کے بعد چند گھنٹوں میں حجاز پہنچ جاتے ہیں۔ اور جن کے پاس نیک اعمال کا ذخیرہ مالا مال کردینے والا ہو وہ قبر کے ان سارے احوال سے بے خبر اور بے فکر دلہنوں کی طرح اس میں ایسے آرام فرماتے ہیں کہ قیامت تک کا سارا طویل زمانہ ان کے لئے گھنٹوں اور منٹوں میں گزر جائے گا جیساکہ نئی دلہن پہلی شب میں کمخواب اور مخمل کے بستروں پر سوتی ہے اسی طرح یہ لوگ قبر میں سو جاتے ہیں اس کے بعد احرام کی دو سفید چادریں کفن کی چادروں کی یاد ہر وقت تازہ رکھتی ہیں اگر عبرت کی نگاہ ہو تو جتنے دن احرام بندھا رہے ہر وقت اسی طرح کفن کی دو چادروں میں لپٹے رہنا یاد رہنا چاہیئے اور احرام کے وقت لبیک (حاضر ہوں حاضر ہوں) قیامت میں پکارنے والے کی آواز پر دوڑ پڑنے کی یاد دلاتی ہے۔ یومئذ یتبعون الداعی لاعوج لہ۔ (اس دن سب کے سب خدا کی طرف سے) پکارنے والے (یعنی صور پھونکنے والے فرشتہ) کے کہنے پر ہولیں گے۔ وتری کل امۃ جاثیۃ کل امۃ تدعی الی کتابھا تو دیکھے گا ہر امت کو زانو پر گری ہوئی اور ہر امت پکاری جائے گی اپنی کتاب کی طرف اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونا گویا اس عالم میں داخل ہوجانا ہے

جس میں اللہ کی رحمت کی امید ہے کہ مکہ دارالامن ہے لیکن اپنی بداعمالیوں سے یہ خوف بھی غالب ہے کہ امن کی جگہ بھی امن نہ ملے مکہ کا سارا قیام اسی بیم ورجا کی یاد کو تازہ کرتا رہتا ہے، کہ اس جگہ کا امن کی جگہ ہونا اللہ کی رحمت اور مغفرت اور کرم اور لطف انعام واحسان کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے اور اپنی بداعمالیاں جو ساری عمر کی ہیں وہ یاد آکر ع "مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے" کی یاد تازہ کرتی ہیں اور بیت اللہ پر نظر پڑنا قیامت میں گھر کے مالک کے دیدار کو یاد دلاتا ہے اور جس قدر خوف اور ہیبت عظمت اور جلال کا وہ منظر ہے وہی سارے آداب اس وقت ہونا چاہئیں جیساکہ کسی بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضری کے وقت ہوتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف ان فرشتوں کی یاد تازہ کرتا ہے کہ جو عرش معلی کا طواف کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر رونا اور ملتزم کو چمٹنا اس قصوروار کی مثال ہے جو کسی بڑے محسن ومربی کا بڑا قصور کرکے اس کا دامن پکڑکر معافی کے لئے روتا ہے اور اس کے گھر کے در ودیوار کو پکڑ کر روتا ہے کہ قصور کی معافی کے یہی راستے ہیں اور قیامت میں اپنے گناہوں کو یاد کرکے رونے کی مثال ہے اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا میدان حشر میں ادھر ادھر دوڑنے کی یاد تازہ کرتا ہے قرآن پاک کا ارشاد ہے یخرجون من الاجداث کانھم جراد۔ منتشر قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے گویا وہ ٹڈی دل ہے جو پراگندہ ہے۔ یہ منظر بندہ کے ناقص خیال میں قیامت کے ایک عجیب منظر کی یاد تازہ

کرتا ہے جس کا بڑا مفصل قصہ احادیث میں آتا ہے کہ حشر کے دن جب مخلوق نہایت پریشان حال ہوگی اور مصائب کی کثرت سے تنگ ہوکر یہ سوچے گی کہ انبیاء کرام بڑی اونچی ہستیاں ہیں اور اللہ کے مقبول بندے ہیں ان سے جا کر سفارش کی درخواست کریں اس خیال سے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاکر عرض کریں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا فرشتوں سے سجدہ کرایا خود ہر چیز کے نام آپ کو تعلیم دیئے۔ وغیرہ وغیرہ آپ ہماری سفارش کردیں تو وہ فرمائیں گے میں تو نہیں کرسکتا۔ اگر مجھ سے اس ممنوع دانہ کے کھانے کا سوال ہوگیا تو کیا ہوگا، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ یہ لوگ پریشان حال حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی عذر فرمادیں گے کہ میں نے طوفان کے زمانہ میں اپنے بیٹے کے بچانے کا بے محل سوال کرلیا تھا، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ بھی عذر فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیں گے وہ بھی عذر فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیں گے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیں گے اور یہ فخر حضور ہی کے لئے ہے کہ اس جلال کے دن میں سفارش کی ابتدا فرمادیں گے یہ بہت طویل قصہ ہے مجھے تو صرف یہی منظر سامنے لانا ہے کہ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر مارے مارے

پریشان حال ایک دن پھرنا ہے جو بڑا سخت دن ہو گا۔ عرفات کا میدان تو حشر کے میدان کا پورا نمونہ ہے ہی کہ آفتاب کی تمازت اور سب کا ایک لق و دق میدان میں ایسی حالت میں اجتماع کہ مغفرت کی امید ہے گناہوں کا خوف ہے۔ بندہ کے ناقص خیال میں عرفات کے میدان میں بڑی غور و فکر کی چیز جو ہے وہ عہد و میثاق ہے۔ جو ازل میں الست بربکم سے لیا گیا تھا کہ عالم ارواح میں حق سبحانہ و تقدس نے ساری ارواح سے یہ سوال کیا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے ایک زبان ہو کر کہا تھا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسند احمدؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ عہد عرفات ہی کے میدان میں ہوا تھا۔ یہ وقت اور یہ جگہ اس کے یاد کرنے کی ہے کہ کیا عہد کیا تھا اور اس عہد کو کس طرح پورا کیا اس کے بعد مزدلفہ منیٰ وغیرہ کے اجتماعات میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ان مواقع میں لوگوں کا اژدحام اور ان کا شور و شغب مختلف زبانیں، مختلف آوازیں اور لوگوں کا اپنے اپنے اماموں کے پیچھے چلنا قیامت کے میدانوں میں اپنے اپنے انبیاء اور مقتداؤں کے پیچھے چلنے کی اور حیرانی اور پریشانی کے عالم میں کبھی یہاں اور کبھی وہاں جانے کی یاد تازہ کرتا ہے ان مواقع میں عاجزی اور زاری کا اہتمام کر کہ کام آنے

والی چیز ہے یہ مختصر خاکہ ہے حج کے اس منظر کا جو قیامت
کی یاد کو تازہ کرتا ہے جس کو مختصر الفاظ اور مختصر احوال کے
ساتھ اشارات کے طرز پر میں نے لکھا ہے غور کیا جائے تو اسی
نمونہ سے بہت سی تفصیلات سمجھ میں آسکتی ہیں دوسرا منظر
اظہار عشق و محبت کا ہے وہ حاجی کے حال سے ایسا
ظاہر اور واضح ہے کہ اس کے لئے کسی تفصیل کی حاجت نہیں
بندوں کا تعلق حق تعالےٰ و تقدس کے ساتھ دو طرح کا
ہے ایک نیازمندی اور بندگی کا کہ وہ پاک ذات مالک
ہے خالق ہے۔ اس تعلق کا مظہر نماز ہے جو سراسر نیاز و اظہار
عبدیت ہے اسی لئے اس میں ساری چیزیں اسی تعلق کا مظہر
ہیں کہ نہایت وقار اور سکون کے ساتھ موزوں لباس اور
شاہی آداب کے مناسب حالات کے ساتھ حاضری دربار
کی ہے کہ وضو اور پاک کپڑوں کے ساتھ نہایت وقار اور
سکون سے اوّل کانوں پر ہاتھ رکھ کر عبدیت اور اللہ جل جلالہٗ
کی بڑائی کا اقرار کرے پھر ہاتھ باندھ کر معروضہ پیش کرے پھر
سر جھکا کر تعظیم کرے اور پھر زمین پر ماتھا رگڑ کر اپنی نیازمندی
اور عجز کا اظہار کرے اور آقا کی بڑائی کا زبان سے اقرار کرتا
رہے اور کوئی قول و فعل اس کی بڑائی اور اپنے عجز کے خلاف
نہ ہو اس نوع میں سکون و وقار کی جتنی پابندی کی جائے
گی وہ اس کے شایان شان ہوگا اسی لئے نماز کے لئے
بھاگ کر چلنا مکروہ ہے۔ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے بھی

انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بیٹھنا مکروہ ہے نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے بے ضرورت کھانسنا مکروہ ہے حتیٰ کہ ادھر ادھر نظر کرنا مکروہ ہے بے ترتیب یعنی ناموزوں ہیئت سے کپڑا پہننا مکروہ ہے ایسے ہی بدن پر کپڑا لٹکانا مکروہ ہے یہ عبادت نماز میں بات کرنے سے ضائع ہو جاتی ہے وضو ٹوٹ جانے سے جاتی رہتی ہے حتیٰ کہ بے اختیار اور بے ارادہ بھی ہنس پڑنے سے ضائع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ سجدہ میں دونوں پاؤں زمین سے اُٹھ جانے سے ضائع ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ یہ بھی سکون اور وقار کے خلاف ہے حق تعالیٰ و تقدس کے ساتھ دوسرا تعلق محبت اور عشق کا ہے کہ وہ مربی ہے منعم ہے محسن ہے اور جمال و کمال کے جتنے اوصاف ہو سکتے ہیں ان سب کے ساتھ متصف ہے ادھر ہر آدمی میں فطری طور پر عشق و محبت کا مادہ موجود ہے ؎

ازل سے حسن پرستی لکھی تھی قسمت میں
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا

پیدا ہوئے تو ہاتھ جگر پر دھرے ہوئے
کیا جانیں ہم ہیں کب سے کسی پر مرے ہوئے

مری طفلی میں شان عشق بازی آشکارا تھی
اگر بچپن میں کھیلا کھیل تو آنکھیں لڑانے کا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا

ترے فراق میں جینا بشر کا کام نہیں
ہزار شکر کہ اس عمر کو دوام نہیں!

شاہد بزم ازل نے اک نگاہِ ناز سے
عشق کو اس انجمن میں مسند آرا کر دیا

اسی تعلق کا مظہر حج ہے کہ سفر کی ابتدا ہی سب تعلقات کو ختم کر کے سب عزیز و اقارب گھر بار سے منہ موڑ کر کوچہ یار کی طرف جانا ہے اور جنگلوں اور گلی کوچوں میں مارے مارے پھرنا ہے کہ یہی دو چیزیں

عاشقوں کا کام ہیں ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق — او بصحرا رفت و ما در کوچہا رسوا شدیم

؎ نیا رنگ لائی مری بے کسی — چھٹا دیس جنگل کی دُھن ہو گئی

؎ چمن سے مجھے شوقِ صحرا ہوا — نئے رنگ کا مجھ کو سودا ہوا

حسرت و یاس و تمنا تمہیں وحشت کی قسم — پھیر چھوڑ و مجھے جنگل کو نکل جانے دو

اور یہ ساری وحشت اور اشتیاق کیوں ہے یہ اضطراب اور بے چینی آخر کیوں مسلط ہوئی اس لئے کہ محبوب کے در پر عشاق کے اجتماع کا ایک وقت مقرر ہے وہ قریب آگیا ؎

اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل اُنمیں ہو جاؤں — سنا ہے کل ترے در پر ہجوم عاشقاں ہو گا

؎ دوست آوارگی ہمی خواہد — رفتن حج بہانہ افتادست

یعنی محبوب آوارگی کا نظارہ دیکھنا چاہتا ہے حج کے سفر کو اس کا بہانہ بنا دیا اور جب اس ارادہ اور جذبہ سے گھر سے نکلنا ہے تو یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ عشق میں مصائب ایک لازمی چیز ہے ؎

سالکِ راہِ محبت کا خدا حافظ ہے — اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

او دل ذرا سنبھل کے محبت کا نام لے — کمبخت بارِ عشق اٹھایا نہ جائے گا

جب عشق کے طفیل یہ مبارک سفر ہے تو راستے کی سب مشقتیں اسی ذوق اور جذبہ کے ماتحت ہونا ضروری ہیں اور اسی فریفتگی سے ان کو برداشت کرنا چاہیئے ؎

مصائب حادثے آفت الم ذلت نفنا ترنب — دکھاتی جائے جوان کی جوانی دیکھتے جاؤ

درد و غم رنج و الم فکر و قلق خوف و ہراس — وہ بلا کون سی ہے جو شبِ ہجراں میں نہیں

اذیت مصیبت ملامت بلائیں — ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

رخسار زرد پر مرے بہتے ہیں اشک خوں ۔۔۔ یکجا دکھا رہی ہے خزاں و بہار رنگ
زمیں تک مرے آنسو آنے لگے ۔۔۔ فلک تک مرے نالے جانے لگے
مری چشم تر کا یہ کیسا حال ہے ۔۔۔ کہ دامن سے تا آستیں لال ہے
نہ آنکھوں سے لگتی جھڑی آنسوؤں کی ۔۔۔ جو غم کی گھٹا دل پہ چھائی نہ ہوتی

کعبہ شریف کے پردہ سے لپٹنا چمٹنا بھی اسی عاشقانہ شان کا ایک خاص منظر ہے کہ محبوب کے دامن سے چمٹنا بھی عشق کے مظاہر میں سے ایک خصوص منظر ہے ؎

اے ناتواں عشق تجھے حسن کی قسم ۔۔۔ دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جا سکے
اے جنوں دیوانگی ایسی بھی کیا ۔۔۔ دامنِ بادِ بہاری چھوڑ دے
مدتوں میں جس کے ہاتھ آئی ہو وہ ۔۔۔ آستیں کیونکر تمہاری چھوڑ دے
اس کے دامن کو پکڑ میں نے کہا ۔۔۔ اب کوئی چھوڑوں ہوں اے رشکِ پری
مسکرا کر ناز سے کہنے لگا ۔۔۔ عاشقی کرتے ہو یا زور آوری

ملتزم جو کعبہ شریف کی دیوار کا ایک خاص حصہ ہے متبرک جگہ ہے اس جگہ خصوصیت سے دعا قبول ہوتی ہے حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اس سے چمٹ رہے تھے اور اپنے چہرہ کو اس سے لگا رہے تھے ؎

آج ارشد کو عجب حال میں دیکھا ہم نے ۔۔۔ رو رہا تھا وہ کسی شخص کی دیوار کے پاس

اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان بھی دوڑنا اسی مجنونانہ انداز کا ایک پُر کیف منظر ہے کہ ننگے سر نہ کرتہ نہ پاجامہ اِدھر سے اُدھر اُدھر سے اِدھر بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں ؎

کیونکر جنوں میں دشت نوردی نہ ہو پسند ۔۔۔ پایا ہے آبلوں نے مزا نوک خار میں

دیکھو کہ میری طرف بکھرے ہوئے بالوں اور گرد وغبار کی حالت میں آئے ہیں ؎

اپنے دیوانوں کی فریاد سے خوش ہوتے ہیں پسِ دیوار کھڑے سنتے ہیں شیون ان کا
نالے کرتا جو میں پھرتا ہوں تو خوش ہوتے ہیں غش وہ اس پر ہیں کہ شہرت میری ہر سو ہو جائے

اور ظاہر ہے کہ جب جنگلوں اور پہاڑوں کی خاک چھانتا ہوا روتا پیٹتا وہاں پہنچا ہے تو یہ چیزیں ضرور ہوں گی اور جتنے اثرات اس کے زیادہ ہوں گے اتنا ہی شوق اور بے تابی کا اظہار ہوگا ؎

چھانے ہیں پائے محبت سے بیاباں کیا کیا پاز تلوؤں سے ہوئے خار مغیلاں کیا کیا
وحشی نے تیرے خاک اڑائی یہاں تلک ملتا نہیں زمیں کا پتہ آسماں تلک

اسی حالت میں مستانہ وار لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک (میں حاضر ہوں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں حاضر ہوں) کا نعرہ لگاتا ہوا روتا اور چلاتا ہوا نالہ وفریاد کرتا ہوا پہنچتا ہے اسی کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشاد الحج العج والثج میں ارشاد فرمایا کہ حج (کا کمال خوب) چلانا اور قربانی کا خون بہانا ہے بہت سی احادیث میں مردوں کے لئے لبیک آواز سے پڑھنے کی ترغیب ہے ایک حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ اپنے ساتھیوں کو اس کا حکم کردوں کہ لبیک پکار کر کہیں اور ظاہر بات ہے کہ نالہ وفریاد کے ساتھ چلانا عشق کی جان ہے ؎

نالہ کر لینے دیں للہ نہ چھیڑیں احباب ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے
فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے میں

دم بدم سینۂ سوزاں سے نہ کر نالہ گرم ۔۔۔ پڑنہ جائیں تیری منقار میں چھالے بلبل

بے خودی شوق کی اور عرض تمنا ان سے ۔۔۔ نہیں معلوم کہ منہ سے مرے کیا کیا نکلا

کسی کی یاد نے کیا کیا نئے تحفے دیئے ہم کو ۔۔۔ جگر میں ٹیس دل میں درد لب پر آہ و نالے ہیں

کون ہوتا ہے مونسِ شبِ غم ۔۔۔ نالہ ہوتا ہے آہ ہوتی ہے

اسی بے چینی اور اضطراب نالہ و فریاد کے ساتھ آخر وہ محبوب کے شہر تک پہنچ جاتا ہے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

ڈھونڈتے ڈھونڈتے جا پہنچے ہم اس کے گھر تک ۔۔۔ دل گم گشتہ مرے حق میں تو رہبر نکلا

جذب دل نے آج کوئے یار میں پہنچا دیا ۔۔۔ جیتے جی میں گلشنِ جنت میں داخل ہو گیا

میں نے اپنے حضرت مرشد عالم مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو بہت کم شعر پڑھتے سنا ہے لیکن جب حج کے لئے تشریف لے گئے اور مسجد حرام میں تشریف فرما تھے تو میں نے بہت عجیب انداز سے یہ شعر پڑھتے سنا ؎

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل ۔۔۔ نسیم صبح تیری مہربانی

ایک دل کھویا ہوا جس کے دل میں واقعی زخم محبت ہو جب محبوب کے گھر پہنچ جاتا ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے اور وہ کیا سوچتا ہے یہ چیزیں الفاظ سے تعبیر نہیں ہوتیں ؎

تاب نظارۂ معشوق کہاں عاشق کو ۔۔۔ غش نے موسیٰ کو سرِ طور سنبھلنے نہ دیا

وہ کہتا ہے ؎ اے دل یہ شب وصل نہ کل ہو گی میسر ۔۔۔ جو کچھ کہ اڑانے ہیں مزے آج اڑا لے

اس کے بعد وہ جو جو حرکتیں کرتا ہے وہ کسی ضابطہ اور آئین کی پابند نہیں کہیں محبوب کے گھر کے چکر کاٹتا ہے کہیں اس کے در و دیوار اور چوکھٹ کو چومتا ہے آنکھیں ملتا ہے پیشانی اور سر رگڑتا ہے ؎

سر کو وحشت میں پہاڑوں سے بچا کر لایا ۔۔۔ در و دیوار سر کوچہ جاناں کے لئے

ہم کو طواف کوچہ جاناں نہ چاہیئے ۔۔۔ زاہد کو کعبہ رند کو مے خانہ چاہیئے

طواف کی ابتداء حجر اسود کے بوسہ سے ہے جس کو حدیث پاک میں اللہ جل شانہ کے دست مبارک سے تعبیر کیا ہے اور اس کا بوسہ گویا دست بوسی ہے آقائے کریم کی اور انتہائی لطف وکرم ہے اس مالک کا جس نے یہ سعادت خاک کے پتلوں کو عطا فرمائی عشاق کے نزدیک محبوب کے گھر کو در و دیوار کو چومنا اس کی عتبہ بوسی قدم بوسی دست بوسی وغیرہ عشق کے ایسے لوازمات میں سے ہیں کہ شاید ہی کوئی دل کھویا ہوا شاعر ایسا ہوگا جس نے کسی نہ کسی عنوان سے اس کو اہم مقصد نہ بنایا ہو سہ

امر علی الدیار دیار لیلیٰ ۔۔۔ اقبل ذا الجدار و ذا الجدار

میں جب لیلیٰ کے شہر میں پہنچتا ہوں کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو

بوسہ رکھا سر پاؤں پر اس کے تو بولا ۔۔۔ کہ تو بھی بے سر و پا کس قدر ہے

مجھ پر نہ کریں کوئی عنایت ۔۔۔ حسرت ہے یہ کہہ دیں مسکرا کر

آرام کیا کروں میں جب تک ۔۔۔ آنکھیں تلووں سے تو ملا کر

پامال کر گیا ہے کوئی دل کو راہ میں ۔۔۔ آنکھوں کو مل رہے ہیں کسی نقش پا سے ہم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود پر اپنے لب مبارک رکھے اور بہت دیر رکھے رہے اور آنسو جاری تھے اس کے بعد حضورؐ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھی کھڑے رو رہے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا یہی جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں سہ

مختصر یہ ہے ہماری داستاں ۔۔۔ خود بخود ہیں آنکھ سے آنسو رواں

الفت میں برابر ہے جفا ہو کہ وفا ہو　　ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

اس کے بعد احرام بھی اسی عاشقانہ رنگ کا پورا مظہر ہے کہ نہ سر پر ٹوپی نہ بدن پر کرتہ فقیرانہ صورت نہ خوشبو نہ زینت ایک مجنونانہ ہیئت جو کرب و بے چینی کے کمال کو ظاہر کرتی ہے ؎

خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہیں سکتی　　گریباں پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

چشم تر خاک بسر چاک گریباں دلِ زار　　عشق کا ہم نے یہ دنیا میں نتیجہ دیکھا

نہ رکھ لباس کا الجھاؤ تن پہ دستِ جنوں　　کیا ہے چاک گریباں تو پھاڑ دامن بھی

اصل یہ تھا کہ گھر سے نکلتے ہی یہ حالت شروع ہو جاتی اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک گھر ہی سے احرام باندھ کر جانا افضل ہے مگر چونکہ احرام کے بعد بہت سی چیزیں ناجائز ہو جاتی ہیں اور اس قسم کے لباس کا تحمل بھی بعض ناز پروردہ لوگوں کو مشکل ہو جاتا ہے اس لئے اللہ کی رحمت نے اس کی اجازت دے دی کہ شروع سے احرام نہ باندھا جائے کہ اس میں مشقت ہوگی البتہ جب کوئے یار کے قریب پہنچے تو اس کا اہتمام ضروری ہے کہ اس کے کوچے میں اسی حال سے داخل ہونا ہے کہ سر پر بال بکھرے ہوئے ہوں لباس میں مجنونانہ ہیئت ہو میلے کچیلے حال میں از خود رفتہ عاشقوں کی سی صورت ہو اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشاد میں ظاہر فرمایا الحاج الشعث التفل حاجی بکھرے ہوئے بالوں والا میلا کچیلا ہوتا ہے یعنے یہ کہ راستہ میں کچھ گرد و غبار بھی بے تابی اور شوق میں بدن پر پڑا ہو اسی حالت کو حق تعالیٰ شانہ خود بھی تفاخر کے طور پر فرشتوں سے ظاہر فرماتے ہیں انظروا الی زوار بیتی قد جاؤنی شعثا غبراً۔ میرے گھر کے مشتاقوں کو

اس نگاہ ناز نے کیا صحرا ایسا کر دیا ۔ اب نہیں دل کو کسی صورت قرار

کہ آں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ تر بادا ۔ گرائے زاہد دعائے خیر می گوئی مرا ایں گو

یعنی صوفی جی اگر تم اس ناکارہ کے لئے کبھی دعائے خیر کرو تو یہ دعا کرنا کہ وہ جو معشوقوں کی گلیوں کا آوارہ گرد ہے اس کی آوارگی اور زیادہ ہو جائے اسی اضطراب بے چینی آوارہ گردی صحرا نوردی کا مظہر ہے کہ صبح کو مکہ میں رات کو منیٰ میں پھر صبح کو عرفات کا جنگل بیابان شام ہوتے ہی مزدلفہ بھاگ آئے صبح ہی صبح وہاں سے پھر منیٰ دوپہر کو پھر مکہ مکرمہ واپسی شام کو پھر منیٰ لوٹ گئے ۔

کوئی گشتن بہر او ولے بود ۔ عشق مولے کے کم از لیلیٰ بود

یعنی مولیٰ کا عشق کیا لیلےٰ کے عشق سے بھی کم ہو سکتا ہے مولیٰ کے عشق میں تو گلی گلی مارے مارے پھرنا اور بھی زیادہ بہتر ہے ۔

دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں ۔ ایک جا رہتے نہیں عاشقِ بدنام کہیں

ہم بھکاری بھیک کے دردر ہمیں رُلنا پڑا ۔ ہے گدائی مجھ کو بہتر تیرے حسن و عشق کی

چلتا پھرتا مثل سایہ ہیں انہیں چاروں میں ۔ دشت میں صحرا میں ویرانے میں کوئے یار میں

دربدر شہر بار پھرتے ہیں ۔ عشق خانہ خراب کی خاطر

چھانتے پھرتے ہیں ہم کوہ و بیاباں دن رات ۔ وحشت دل سے ہیں مجنوں کی طرح خاک بسر

اس سب کے بعد منیٰ میں شیاطین کے پتھر مارنا اس جنوں و وحشت کے آخری حصے کا نظارہ ہے جو عشاق کو پیش آتا ہے عاشق کا جنون جب حد سے تجاوز کرتا ہے تو وہ ہر اس شخص کے پتھر مارا کرتا ہے جس کو وہ اپنے کام میں مخل سمجھتا ہے ؎ میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے اور سب سے آخر میں قربانی جو حقیقۃً اپنی جان کی قربانی ہے اللہ جل شانہ

نے اپنی غایت رحمت اور رافت سے اس کو جانور کی یعنی مال کی قربانی سے بدل دیا ہے یہی عشق کا منتہیٰ اور آخری حال ہے ؎

موت ہی سے کچھ علاج دردِ فرقت ہو تو ہو | غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو
موت ہی ہے علاج عاشق کا | اس سے اچھی نہیں دوا کوئی
کسی کی تیغ ہو میرا گلو ہو | دل مضطر کی پوری آرزو ہو
اے موت جلد آکہ یہ جھگڑا کہیں چکے | کب تک شب فراق کے صدمے اٹھائے دل
سسکتا چھوڑ کر جاتا ہے وہ مجھ نیم بسمل کو | خدارا بڑھ کے لے شوقِ شہادت روک لے اس کو

یہ مختصر اشارات ہیں حج کے اس منظر کے جو عشق سے تعلق رکھتے ہیں جس کے دل میں کچھ چوٹ ہوگی کوئی زخم لگا ہوگا دیوانگی سے کوئی سابقہ پڑا ہوگا وہ ان اشارات کے بعد وہاں پہنچ کر دیکھے گا کہ اس سفر کا ہر ہر جزء اس منظر کو اپنے اندر پوری طرح کئے ہوئے ہے تفصیل کے لئے دفتر بھی کافی نہیں اور پھر جذبات کاغذ پر آنے بھی نہیں ؎

دردِ دل دور سے ہم تم کو سنائیں کیونکر | ڈاک میں بھیجیں آہوں کی صدائیں کیونکر
کاغذ تمام کلک تمام اور ہم تمام | پر داستانِ شوق ابھی ناتمام ہے

ان کے علاوہ حج کی حکمتیں یا اللہ جل شانہٗ کے کسی بھی حکم کی حکمتیں کوئی کہاں تک بیان کرسکتا ہے اللہ جل شانہ کے ہر حکم میں اتنی حکمتیں ہیں کہ ان میں سے بہت سی مصالح تک ہماری عقول کی رسائی بھی نہیں ہے اور ہر حکم میں جتنا بھی غور کیا جائے روز بروز فوائد زائد ہی سمجھ میں آتے رہتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے فہم کے موافق ان پر غور کرتا رہتا ہے سیاسی حضرات کے نزدیک اس حیثیت سے بھی اس میں اتنے فوائد ہیں کہ وہ سب تحریر میں بھی نہیں آسکتے لیکن جلیبا

کہ مثال کے اور نمونہ کے طور پر اوپر کی دو حکمتوں کی طرف اشارے کئے ہیں اسی طرح نمونے کے طور پر چند امور کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور ان میں غور کرنے سے ہزاروں مصالح سمجھ میں آسکتے ہیں۔

(۱) ہر حاکم اور بادشاہ کو اپنی رعایا کے مختلف طبقات کو بیک وقت ایک جگہ جمع کرنے کا جتنا اہتمام اور خواہش ہوتی ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اس کے لئے مختلف نوع کے جشن اور مختلف نام سے انجمنیں بنا کر ان کے سالانہ جلسے وغیرہ کرائے جاتے ہیں حج میں یہ مصلحت علی وجہ الاتم پوری ہوتی ہے۔

(۲) مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے مختلف ممالک کے اہل الرائے اگر کوئی لائحہ عمل تجویز کریں تو اس کی تشکیل اور اشاعت کے لئے یہ بہترین موقع ہے۔

(۳) اگر اسلامی ممالک کے افراد کے درمیان اتحاد اور تعلقات کی وسعت کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو حج کے موقع سے بہتر صورت نہیں

(۴) علم الالسنہ کے شوقین حضرات کے لئے حج کے زمانے سے بہترین موقع شاید نہ مل سکے کہ ایک ہی جگہ عربی اردو ترکی فارسی ہندی پشتو چینی جاوی انگریزی وغیرہ وغیرہ ہر زبان کے واقف لوگ ملیں گے۔

(۵) سپاہیانہ زندگی جو اسلامی زندگی کا خصوصی شعار ہے حج کے سفر میں پوری طرح سے پائی جاتی ہے لباس و معاش میں بھی چلنے پھرنے میں بھی۔

(۶) سرمایہ داری کے مخالف امیر و غریب میں مساوات پیدا

کرنے کی جتنی کوشش کرتے رہتے ہیں اس کو اخبار بین حضرات بخوبی جانتے ہیں اور یہ بھی ساتھ ہی معلوم ہے کہ کوئی صورت بھی آج تک کامیاب نہیں ہو سکی اسلام کا ہر حکم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اس مصلحت کو نہایت آسان اور کامیاب طریقہ سے پورا کرتا ہے اسلامی اصول سے بہتر چیز نہ آج تک پیدا ہو سکی نہ آیندہ ہو سکے بشرطیکہ ان احکام کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ماتحت ادا کیا جائے۔

(۷) دنیا کے مختلف طبقات میں مساوات پیدا کرنے کے لئے بھی حج بہترین عمل ہے کہ امیر غریب بادشاہ فقیر ہندی عربی ترکی چینی وغیرہ سب ایک ہی حال میں ایک ہی لباس میں ایک ہی مشغلہ میں معتدبہ زمانہ تک رہتے ہیں۔

(۸) قومی ہفتہ منانے کے لئے لوگ کتنے انتظامات اعلانات اخراجات کرتے ہیں مسلمانوں کے لئے ذی الحجہ کے پہلے پندرہ دن قومی ہفتہ سے بھی بڑھ کر ہیں کہ جن کے لئے نہ انتظاماتِ خصوصی کرنے کی ضرورت ہے نہ پروپگنڈہ کی۔

(۹) دنیا کے سب مسلمانوں میں آپس میں اخوت محبت تعلقات تعارف اور رشتہ اتحاد قائم کرنے کے لئے حج بہترین موقع ہے۔

(۱۰) اشاعتِ اسلام کے شوقین دینی احکام کی اہمیت اور تبلیغ کو اس موقع پر اہتمام سے لے کر اٹھیں مقامی حضرات باہر سے آنے والے مہمانوں کی اصل خاطر اور ضیافت اس کو سمجھیں کہ ان میں دینی جذبہ قوت پکڑے ان میں دین کے احکام پر عمل کا ولولہ اور شوق پیدا ہو ان میں جو ضعف یا بد دینی کے اثرات ہوں وہ زائل ہو جائیں اسی طرح باہر

سے آنے والے حضرات مقامی اصحاب کی اعانت اس کو سمجھیں تو دین کو جس قدر فروغ ہو وہ اظہر من الشمس ہے۔

(۱۱) غربا اور امرا کا اختلاط جو مستقل طور پر ایک مقصود چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طرف امرا میں سے نخوت اور غرور دور ہو دوسری جانب غربا کا حوصلہ بڑھے وہ حج میں ایسے کامل طور سے پایا جاتا ہے کہ جس کی نظیر دوسری جگہ نہ ملے گی امرا اپنی بدنی ضروریات کی وجہ سے غربا کی طرف متوجہ ہوں گے کہ باربرداری کھانا پکانا اور آمدورفت کی تمام ضروریات کا ان کو خود پورا کرنا مشکل ہے دوسری جانب غربا کی مالی ضروریات ان کو امرا کی طرف متوجہ کریں گی جس کی وجہ سے ان دونوں طبقوں کا اختلاط جو بسا اوقات تعارف اور مدارات سے بڑھ کر مودت اور دوستی تک پہنچ جاتا ہے جس کا سفر حج میں پوری طرح سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

(۱۲) مسلمانوں کے اجتماع کو بالخصوص جب کہ وہ عاجزی اور مسکنت زاری اور تضرع کے ساتھ ہو اللہ جل شانہٗ کی رحمت اور لطف وکرم کے متوجہ کرنے میں جتنا دخل ہے وہ عامی سے عامی آدمی سے بھی مخفی نہیں حج کا موقع اس کا بہترین منظر ہے کہ عرفات کا میدان اس کا خصوصی مظہر ہے۔

(۱۳) آثار قدیمہ کا تحفظ اور اسلاف بالخصوص پہلے انبیاء کرام کے احوال کا علم اور استحضار سفر حج کا خصوصی ثمرہ ہے۔

(۱۴) معاشی حیثیت سے دنیا کی معلومات کا ذریعہ سفر حج سے بہتر نہیں ہے کہ ہر ملک کی مصنوعات ایجادات پیداوار کے حالات اور اس

قسم کی جتنی تفصیلات معلوم کرنا چاہیں اس سفر میں بہترین طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

(۱۵) علمی حیثیت سے سفر حج نہایت بہتر چیز ہے کہ اس موقع پر ہر جگہ کے علماء موجود ہوتے ہیں ان کی علمی حیثیت اور ہر مقام کے علمی مراکز علمی کارنامے ان کی ترقیات اور تنزل اور ان کے اسباب پر تفصیل سے اطلاع ہو سکتی ہے اور مختلف نوع کے علماء سے افادہ اور استفادہ حاصل ہو سکتا ہے۔

(۱۶) دنیا بھر کے اولیاء ابدال واقطاب کا ایک معتدبہ طبقہ ہر سال حج میں شرکت کرتا ہے ان کے فیوض وبرکات انوار وکمالات سے استفادہ کا بہترین موقع ہے۔

(۱۷) اللہ کی معصوم مخلوق فرشتے جو عرش الٰہی کے طواف میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں حج میں ان سے تشبہ حاصل ہوتا ہے اور حدیث کے پاک ارشاد من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے ان ہی میں شمار کیا جاتا ہے کی بنا پر فرشتوں کے ساتھ جو کسی وقت اور کسی آن اللہ جل شانہٗ کی منشا کے خلاف نہیں کرتے مشابہت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۸) پہلی امتوں میں مذہبی حیثیت سے رہبانیت ایک بہت ہی اہم اور اونچی چیز شمار کی جاتی تھی مگر اسلام نے اس کو روک کر اس کا بدل سفر حج کو قرار دیا چنانچہ زینت کی اشیاء، بیوی سے صحبت در کنار صحبت کا ذکر تک ناجائز کر دیا اور اس کا نعم البدل اس کو قرار دیا (اتحاف)۔

(۱۹) دنیاوی حیثیت سے ہر قوم میں ایک میلہ لگتا ہے اور یہ ایک قدیم دستور ہے ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ اس کے ہمیشہ سے عادی ہیں عام طور پر لوگ اس کی طرف طبعاً متوجہ ہوتے ہیں سال بھر تک اس کا انتظار و اہتمام کرتے ہیں اسلام نے مسلمانوں کے لئے حج کو اس کا نعم البدل قرار دیا کہ بجائے لہو و لعب کھیل کود شور شغب کے مختلف مظاہروں اور نعروں کے ان ہی چیزوں کو عبادت کی شکل میں بدل دیا جس میں ان سب جذبات کا جو لہو و لعب کی شکل میں تھے توحید و عشق الٰہی کی طرف امالہ ہوگیا۔

(۲۰) حج ان متبرک مقامات کی زیارت کا ذریعہ ہے اور برکات حاصل کرنے کا موقع ہے جہاں لاکھوں عشاق نے ایڑیاں اور ماتھے رگڑ رگڑ کر جان دے دی۔

(۲۱) سفر سے ایک طرف تو اخلاق کی جلا اور صفائی ہوتی ہے دوسری طرف بدن کی صحت کے لئے معین ہے حضورؐ کا ارشاد ہے سافروا تصحوا سفر کرو صحت یاب ہو گے (کنز) تبدیل آب و ہوا صحت کے لئے معین و مددگار رہے حج کا سفر اس کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۲۲) حج اس عبادت کی یادگار اور بقا رہے جو حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر ہر مذہب و ملت میں رہی ہے

(۲۳) اسلام کا ابتدائی دور جہاں مسلمان نہایت بیکسی کے عالم میں ہر وقت مظلومانہ زندگی بسر کرتے تھے اور ہر قسم کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے تھے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان سب مظالم کو برداشت کرتے تھے جو کفار کی طرف سے ان پر ہوتے رہتے تھے

اور اسلام کا انتہائی دور جہاں وہ ہجرت کے بعد غالب اور فاتح کی شکل میں رہے۔ اور غالب وقوی ہو کر اپنے کمال اخلاق سے نہ صرف یہ کہ پرانے مظالم کو بالکل نظرانداز کر دیا بلکہ اپنے اخلاق کی خوبی اور وسعت سے اسلام کو ایسا پھیلایا کہ دنیا کے گوشے گوشے میں اس کا نور پھیل گیا اس سفر حج میں دونوں شہروں کی زیارت سے دونوں یادگاریں تازہ ہوتی ہیں اور دونوں سبق یاد کرنے کا امت کو موقع ملتا ہے۔

(۲۴) مکہ مکرمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ہے پیدائش یہاں ہوئی اور ۵۳ سال کی عمر تک کے مختلف دور یہاں گزرے اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کا گھر ہے اور مزار مبارک وہاں ہے رسالت کے اکثر احکام وہاں نازل ہوئے اس سفر سے دونوں یادگاروں کی زیارت حضور کے ہر زمانہ کی یاد کو تازہ کرنے والی ہے اور محبت کی بڑھانے والی ہے لوگ یادگار قائم کرنے کے لئے مختلف چیزیں ایجاد کیا کرتے ہیں اسلام نے حج وزیارت کا حکم دے کر خود اس یادگار کو قائم کر دیا۔

(۲۵) مرکز اسلام کی تقویت وقوت اور حرمین شریف کے رہنے والوں کی اعانت نصرت ان کے حالات کی تحقیق ان کے ساتھ ہمدردی اور غم گساری کا بہترین ذریعہ حج وزیارت ہے کہ جب ان سے تفصیلی ملاقات ہو گی تو ان کی اعانت اور مدد کا جذبہ خود بخود دل میں پیدا ہوگا اور وہاں سے واپسی پر بھی عرصہ تک ان کی یاد رہے گی نمونہ کے طور پر چند امور کی طرف مختصر اور مجمل اشارات کئے ہیں غور کرنے سے بہت سے امور اور مصالح سمجھ میں آتے رہتے ہیں لیکن یہ نہایت اہم جزو ہے

کہ اصل مقصد اللہ جل شانہٗ کے ساتھ تعلق کا بڑھانا ہے اور دنیا کی محبت
اور اس سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے اس مضمون کو ایک قصہ پر ختم کرتا
ہوں جس کو صاحب اتحاف نے نقل کیا شیخ المشائخ قطب دوراں شبلی
قدس سرہٗ کے ایک مرید حج کر کے آئے تو شیخ نے ان سے سوالات فرمائے
وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ نے دریافت فرمایا کہ تم نے حج کا ارادہ
اور عزم کیا تھا میں نے عرض کیا کہ جی پختہ قصد حج کا تھا آپ نے
فرمایا کہ اس کے ساتھ ان تمام ارادوں کو ایک دم چھوڑنے کا عہد کر لیا
تھا جو پیدا ہونے کے بعد سے آج تک حج کی شان کے خلاف کئے میں
نے کہا یہ عہد تو نہیں کیا تھا آپ نے فرمایا کہ پھر حج کا عہد ہی نہیں کیا
پھر شیخ نے فرمایا کہ احرام کے وقت بدن کے کپڑے نکال دیئے تھے
میں نے عرض کیا جی بالکل نکال دیئے تھے آپ نے فرمایا اس وقت اللہ
کے سوا ہر چیز کو اپنے سے جدا کر دیا تھا میں نے عرض کیا ایسا تو نہیں ہوا
آپ نے فرمایا تو پھر کپڑے ہی کیا نکالے آپ نے فرمایا وضو اور غسل
سے طہارت حاصل کی تھی میں نے عرض کیا جی ہاں بالکل پاک صاف
ہو گیا تھا آپ نے فرمایا اس وقت ہر قسم کی گندگی اور لغزش سے پاکی
حاصل ہو گئی تھی میں نے عرض کیا یہ تو نہ ہوئی تھی، آپ نے فرمایا پھر پاکی
ہی کیا حاصل ہوئی پھر آپ نے فرمایا، لبیک پڑھا تھا، میں نے عرض کیا
جی ہاں لبیک پڑھا تھا آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے لبیک کا جواب
ملا تھا میں نے عرض کیا مجھے تو کوئی جواب نہیں ملا تو فرمایا کہ پھر لبیک کیا
کہا پھر فرمایا کہ حرم محترم میں داخل ہوئے تھے میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا
تھا فرمایا اس وقت ہر حرام چیز کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترک کا جزم کر لیا تھا

میں نے کہا یہ تو میں نے نہیں کیا فرمایا کہ پھر حرم میں بھی داخل نہیں ہوئے پھر فرمایا کہ مکہ کی زیارت کی تھی میں نے عرض کیا جی زیارت کی تھی فرمایا اسوقت دوسرے عالم کی زیارت نصیب ہوئی میں نے عرض کیا اس عالم کی تو کوئی چیز نظر نہیں آئی فرمایا پھر مکہ کی بھی زیارت نہیں ہوئی پھر فرمایا کہ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے تھے میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا فرمایا کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کے قرب میں داخلہ محسوس ہوا میں نے عرض کیا مجھے تو محسوس نہیں ہوا فرمایا تب تو مسجد میں بھی داخلہ نہیں ہوا پھر فرمایا کہ کعبہ شریف کی زیارت کی میں نے عرض کیا کہ زیارت کی فرمایا کہ وہ چیز نظر آئی جس کی وجہ سے کعبہ کا سفر اختیار کیا جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے تو نظر نہیں آئی فرمایا پھر تو کعبہ شریف کو نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ طواف میں رمل کیا تھا (خاص طور سے دوڑنے کا نام ہے) میں نے عرض کیا کہ کیا تھا فرمایا کہ اس بھاگنے میں دنیا سے ایسے بھاگے تھے جس سے تم نے محسوس کیا ہو کہ تم دنیا سے بالکل یکسو ہو چکے ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں محسوس ہوا فرمایا کہ پھر تم نے رمل بھی نہیں کیا پھر فرمایا کہ حجرِ اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا تھا میں نے عرض کیا جی ایسا کیا تھا تو انہوں نے خوف زدہ ہو کر ایک آہ کھینچی اور فرمایا تیرا ناس ہو خبر بھی ہے کہ جو حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے وہ گویا اللہ جل شانہٗ سے مصافحہ کرتا ہے اور جس سے حق سبحانہ وتقدس مصافحہ کریں وہ ہر طرح سے امن میں ہو جاتا ہے تو کیا تجھ پر امن کے آثار ظاہر ہوئے میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو امن کے آثار کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئے تو فرمایا کہ تو نے حجرِ اسود پر ہاتھ ہی نہیں رکھا پھر فرمایا کہ مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہو کر دو رکعت نفل پڑھی تھی میں نے عرض کیا کہ پڑھی تھی فرمایا کہ اس وقت اللہ جل جلالہٗ کے حضور میں ایک بڑے مرتبہ پر پہنچا تھا کیا اس مرتبہ کا حق ادا کیا اور جس مقصد

سے وہاں کھڑا ہوا تھا وہ پورا کر دیا میں نے عرض کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا فرمایا کہ تو نے پھر تو مقام ابراہیم پر نماز ہی نہیں پڑھی پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کے لئے صفا پر چڑھے تھے میں نے عرض کیا چڑھا تھا فرمایا وہاں کیا کیا میں نے عرض کیا کہ سات مرتبہ تکبیر کہی اور حج کے مقبول ہونے کی دعا کی فرمایا کیا تمہاری تکبیر کے ساتھ فرشتوں نے بھی تکبیر کہی تھی اور اپنی تکبیر کی حقیقت کا تمہیں احساس ہوا تھا میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ تم نے تکبیر ہی نہیں کہی پھر فرمایا کہ صفا سے نیچے اترے تھے میں نے عرض کیا کہ اترا تھا فرمایا اس وقت ہر قسم کی عِلّت دور ہو کر تم میں صفائی آگئی تھی میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ نہ تم صفا پر چڑھے نہ اترے پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان دوڑے تھے میں نے عرض کیا کہ دوڑا تھا فرمایا کہ اس وقت اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بھاگ کر اس کی طرف پہنچ گئے تھے (غالبًا ففررت منکم لما خفتکم کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ شعراء میں حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں ہے دوسری جگہ اللہ کا پاک ارشاد ہے، ففروا الی اللہ) میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ تم دوڑے ہی نہیں پھر فرمایا کہ مروہ پر چڑھے تھے میں نے عرض کیا کہ چڑھا تھا فرمایا کہ تم پر وہاں سکینہ نازل ہوا اور اس سے وافر حصہ حاصل کیا میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ مروہ پر چڑھے ہی نہیں پھر فرمایا کہ منیٰ گئے تھے میں نے عرض کیا گیا تھا فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہٗ سے ایسی امیدیں بندھ گئی تھیں جو معاصی کے حال کے ساتھ نہ ہوں میں نے عرض کیا کہ نہ ہو سکیں فرمایا کہ منیٰ ہی نہیں گئے پھر فرمایا کہ مسجد خیف میں (جو منیٰ میں ہے) داخل ہوئے تھے میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہٗ کے خوف کا

اس قدر غلبہ ہوگیا تھا جو اس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو میں نے عرض کیا
کہ نہیں فرمایا کہ مسجد خیف میں داخل ہی نہیں ہوئے پھر فرمایا کہ عرفات
کے میدان میں پہنچے تھے میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوا تھا فرمایا کہ وہاں اس
چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کیوں آئے تھے اور کیا کر رہے ہو اور کہاں
اب جانا ہے اور ان حالات پر متنبہ کرنے والی چیز کو پہچان لیا تھا میں
نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر تو عرفات پر بھی نہیں گئے پھر فرمایا کہ مزدلفہ
گئے تھے میں نے عرض کیا کہ گیا تھا فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہ کا ایسا ذکر کیا
تھا جو اس کے ماسوا کو دل سے بھلا دے (جس کی طرف قرآن پاک کی
آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام میں اشارہ ہے) میں نے عرض کیا
ایسا تو نہیں ہوا فرمایا کہ پھر تو مزدلفہ پہنچے ہی نہیں فرمایا کہ منیٰ میں جاکر
قربانی کی تھی میں نے عرض کیا کہ کی تھی فرمایا کہ اس وقت اپنے نفس کو ذبح
کر دیا تھا میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر تو قربانی ہی نہیں کی پھر فرمایا
کہ رمی کی تھی (یعنی شیطانوں کے کنکریاں ماری تھیں) میں نے عرض کیا کہ
کی تھی فرمایا کہ ہر کنکری کے ساتھ اپنی سابقہ جہل کو پھینک کر کچھ علم کی
زیادتی محسوس ہوئی میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ رمی بھی نہیں کی پھر
فرمایا کہ طواف زیارت کیا تھا میں نے عرض کیا کیا تھا فرمایا اس وقت
کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے اور اللہ جل شانہ کی طرف سے تم پر اعزاز و
اکرام کی بارش ہوئی تھی اس لئے کہ حضور پاک کا ارشاد ہے کہ حاجی اور
عمرہ کرنے والا اللہ کا زیارت کرنیوالا ہے اور جس کی زیارت کو کوئی جائے
اس پر حق ہے کہ اپنے زائرین کا اکرام کرے میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو کچھ
منکشف نہیں ہوا فرمایا تم نے طواف زیارت بھی نہیں کیا پھر فرمایا کہ

حلال ہوئے تھے (احرام کھولنے کو حلال ہونا کہتے ہیں) میں نے عرض کیا ہوا تھا فرمایا کہ ہمیشہ حلال کمائی کا اس وقت عہد کرلیا تھا میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ تم حلال بھی نہیں ہوئے پھر فرمایا کہ الوداعی طواف کیا تھا میں نے عرض کیا کیا تھا فرمایا اس وقت اپنے تن من کو کلیتۃً الوداع کہہ دیا تھا میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ تم نے طواف وداع بھی نہیں کیا پھر فرمایا دوبارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کرکے آؤ جس طرح میں نے تم سے تفصیل بیان کی فقط۔ یہ طویل قصہ اس لئے نقل کیا تاکہ اندازہ ہو کہ اہل ذوق کا حج کس طرح ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف وکرم سے کچھ ذائقہ اس نوع کے حج کا اس محروم کو بھی عطا فرمائے آمین۔

پانچویں فصل حج کے آداب میں

حج کے متعلق بہت سے رسائل علما نے لکھے ہیں جن میں تفصیلی طور پر حج کے آداب اور ہر ہر رکن کے آداب ذکر کئے ہیں یہ سفر ساری عمر میں اکثر ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ جب سفر حج کا ارادہ ہو تو اس کے متعلق معتبر علمار کے متعدد رسائل منگا کر ان کو بہت اہتمام سے دو چار مرتبہ سفر سے پہلے مطالعہ کرلے تاکہ یہ بڑی رقم جو اس سفر میں خرچ ہوتی ہے آداب کی رعایت کے ساتھ خرچ ہونے کی وجہ سے بہترین مصرف میں خرچ ہو ایسا نہ ہو کہ جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے کوئی ایسی حرکت کر جائے جس سے حج بھی فاسد ہو جائے سفر سے پہلے اگر ان رسائل کو چند مرتبہ مطالعہ کرلے گا تو مضامین سے ایک مناسبت پیدا ہو کر موقع پر اکثر باتیں یاد آتی رہیں گی اور پھر ان رسائل کو سفر میں بھی ساتھ رکھے تاکہ ہر موقع

پر اس جگہ کے احکام اور آداب دیکھے جا سکیں اہل علم بھی ان سے مستغنی نہیں درس کے وقت ان مسائل کو پڑھ لینے سے مستغفر نہیں ہوتے اکثر دیکھا گیا کہ جو حضرات دو تین حج کر چکے ہیں وہ حج کے مسائل میں اہل علم سے جن کا پہلے ہی حج ہو فوقیت لے جاتے ہیں اس جگہ تمام آداب کا احاطہ مقصود نہیں ہے وہ ہر جگہ کے علیحدہ ہیں مختصراً چند اہم امور کا ذکر کیا جاتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا پاک ارشاد ہے۔

وتزودوا فان خیر الزاد التقوی (سورہ بقرہ ع)	(اور جب حج کا ارادہ کرو) تو خرچ ضرور ساتھ لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ لینے میں (بھیک مانگنے سے) بچا رہنا ہے۔

ف - اس آیت شریفہ میں سب سے اہم اور سب سے مقدم چیز کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ حج کو جانے کے وقت راستہ کا خرچ ساتھ ہونا چاہیے محض توکل پر چل دینا ہر شخص کا کام نہیں احادیث میں کثرت سے یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ بعض لوگ بغیر خرچ کے حج کو چل دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکل ہیں پھر وہاں پہنچ کر لوگوں سے سوال کرتے تھے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ایک حدیث میں ہے کہ بعض لوگ بغیر زادِ راہ کے حج کو چل دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم حج کو جاتے ہیں پھر بھی اللہ جل شانہ ہمیں نہ کھلائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ زادراہ لیا کرو بہترین زادراہ وہ ہے جو تمہارے چہروں کو لوگوں کے سامنے ہونے سے روک دے (درمنثور) یعنی لوگوں سے سوال کی ذلت سے روک دے یہاں ایک اہم بات یہ قابل سمجھنے کے ہے کہ توکل بہت اونچی اور اعلیٰ اور افضل صفت ہے۔ لیکن وہ زبانی چیز نہیں ہے بلکہ قلبی چیز ہے جس کا دل اس قدر مطمئن

ہو کہ اس کو اپنی جیب میں پیسہ ہونے پر اتنا اعتماد نہ ہو جتنا اللہ کے خزانہ
میں ہونے پر اعتماد ہوتا ہے اس کو توکل سزاوار ہے اور اس کی شان کے مناسب
ہے اور جس کو یہ درجہ حاصل نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں یہاں دو واقعے
قابل غور ہیں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا مشہور قصہ ہے کہ جب غزوہ
تبوک کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے چندہ کی تحریک
فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے کچھ بھی گھر
میں نہ چھوڑا بندہ اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہ میں اس قصہ کو مفصل ذکر کر چکا
ہے دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب ایک بیضہ کی بقدر سونے کا ڈلا لائے
اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے میرے پاس اس
کے سوا کچھ نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف سے اعراض فرمالیا
وہ دوسری طرف کو سامنے حاضر ہوئے اور یہی عرض کیا اسی طرح حضورؐ
اعراض فرماتے رہے اور وہ بار بار سامنے آکر یہی عرض کرتے رہے چوتھی مرتبہ
میں حضورؐ نے اس کو لے کر اس زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتا تو زخمی
کر دیتا پھر ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی اپنا سب کچھ صدقہ کر دیتے ہیں پھر لوگوں کی
طرف دستِ سوال بڑھاتے ہیں ان دو قصوں سے اس کا صحیح اندازہ
ہو جاتا ہے کہ توکل کس حالت میں سزاوار ہے کہ جو شخص بالکل خالی ہاتھ ہو کر
بھی نہ بے صبری کرے نہ دل میں اللہ جل شانہٗ اور بندوں کی طرف سے شکوہ
پیدا ہو نہ لوگوں سے سوال کرے اس کو یقیناً مناسب ہے اور جو ایسا نہ ہو
بلکہ دوسروں کے لئے بار بنے اور بے صبری ناشکری میں مبتلا ہو اس کے لئے
ہرگز مناسب نہیں کہ بغیر زادِ راہ کے محض توکل پر چل دے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ الایۃ۔ یہ آیت شریفہ بھی

آداب حج کے اہم ترین آداب کو شامل ہے اس کا ترجمہ پہلی فصل میں گزر چکا اور کچھ توضیح پہلی فصل کی احادیث میں سب سے پہلی حدیث میں گزر چکی۔

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا خرج الحاج حاجا بنفقۃ طیبۃ ووضع رجلہ فی الغرز فنادی لبیک اللھم لبیک ناداہ مناد من السماء لبیک وسعدیک زادک حلال وراحلتک حلال وحجک مبرور غیر مازور واذا خرج بالنفقۃ الخبیثۃ فوضع رجلہ فی الغرز فنادی لبیک ناداہ مناد من السماء لا لبیک ولا سعدیک زادک حرام ونفقتک حرام وحجک مازور غیر مبرور رواہ الطبرانی فی الاوسط ورواہ الاصبھانی من حدیث اسلم مولی عمر مرسلا مختصرا کذا فی الترغیب وفی الاتحاف بتخریج ابی ذر الھروی وفی منسکہ عن ابی ھریرۃ بلفظ اخر زائدا علیہ وفی الکنز بمعناہ عن عمر وانس وغیرھما۔

احادیث

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا کہ جب حاجی حلال مال کے ساتھ حج کو نکلتا ہے اور سواری پر سوار ہو کر کہتا ہے، لبیک اللھم لبیک تو فرشتہ بھی آسمان سے (اس کی تائید اور تقویت میں) لبیک و سعدیک کہتا ہے (یعنی تیرا لبیک کہنا مقبول ہے) وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا توشہ بھی حلال ہے تیری سواری بھی حلال ہے (کہ حلال مال سے حاصل ہوئے) اور تیرا حج مبرور ہے (جس کا بیان فصل اول حدیث ۱۲ میں گزر چکا ہے) اور کوئی وبال تجھ پر نہیں اور جب آدمی حرام مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے اور سواری پر سوار ہو کر لبیک کہتا ہے تو فرشتہ آسمان سے کہتا ہے نہ لبیک نہ سعدیک یعنی تیری لبیک غیر مقبول ہے تیرا توشہ حرام ہے تیرا خرچہ حرام ہے تیرا حج معصیت ہے یہ حج مبرور نہیں۔

ف۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی حرام مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے

اور لبیک کہتا ہے تو اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہوتا ہے کہ تیری لبیک نہیں یہ مردود ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حج تیرا مردود ہے یعنی مقبول نہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کا حج لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دیا جاتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص حرام کمائی کے ساتھ حج کو جائے اس کا سفر اللہ کی اطاعت میں نہیں ہے اور جب وہ سواری پر سوار ہو کر لبیک کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ نہ لبیک نہ سعدیک تیری کمائی حرام تیرا لباس حرام (کہ حرام کمائی سے تیار ہوا) تیری سواری حرام تیرا توشہ حرام تو ایسے حال میں لوٹ کہ تجھ پر وبال ہے اور برائی کا مژدہ اپنے ساتھ لیتا جا اور جب آدمی حلال مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے اور سواری پر سوار ہو کر لبیک کہتا ہے تو فرشتہ بھی اس کے ساتھ لبیک وسعدیک کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری کمائی حلال ہے تیرا لباس حلال ہے تیری سواری حلال ہے تیرا توشہ حلال ہے حج مبرور کے ساتھ واپس ہو تجھ پر کوئی وبال نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کیا تو صفا مروہ کے درمیان وہ لبیک پڑھتے ہوئے دوڑ رہے تھے کہ آسمان سے آواز آئی لبیک عبدی انا معک (میرے بندے میں بھی لبیک کہتا ہوں اور تیرے ساتھ ہوں) یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر گئے (درمنثور) حضرت زین العابدینؒ کا قصہ فصل اول کی حدیث نمبر۶ میں گزر چکا ہے کہ جب احرام باندھا تو لبیک کہنے کے وقت چہرہ زرد ہو گیا اور بدن پر کپکپی آ گئی اور لبیک نہ کہہ سکے کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اس کے جواب میں لا لبیک نہ کہہ دیا جائے کہ تیری لبیک معتبر نہیں اگرچہ فقہاء کے نزدیک حج فرض اس سے بھی ادا ہو جاتا ہے لیکن وہ حج مقبول

نہیں ہوتا اور اس حرام کمائی کا گناہ مستقل علیحدہ رہتا ہے ہم لوگ اس میں بہت تساہل اور غفلت کرتے ہیں اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ پر دوسروں کے مال پر ظلم سے قبضہ کر لیتے ہیں اور دل میں خوش ہوتے ہیں کہ کس کی مجال ہے جو ہم سے مطالبہ کر سکے یا ہم پر الزام قائم کر دے لیکن کل جب ہر مظلوم قوی ہو گا اس وقت اپنے اس ظلم کی حقیقت واضح ہو گی جب ایک وانق جو تقریباً دو پیسے کے برابر ہوتا ہے اس کے بدلے میں سات سو مقبول نمازیں ادا کرنا پڑیں گی حالانکہ اتنی مقبول نمازیں شاید ہمارے پاس ہوں بھی نہیں لیکن فی دو پیسہ یہ ادائیگی قیامت میں کرنا پڑے گی (شامی) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے دریافت کیا کہ جانتے ہو مفلس کون ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس مال ومتاع نہ ہو حضور نے ارشاد فرمایا کہ مفلس تو وہ ہے جو قیامت کے دن بہت سی نمازیں روزے وغیرہ لے کر آئے لیکن کسی کو دنیا میں گالیاں دی تھیں کسی پر تہمت لگائی تھی کسی کا مال کھا لیا تھا کسی کو مارا تھا قیامت میں اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس نے لے لیا کچھ اس نے لے لیا اور جب نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان مظلوم لوگوں کے گناہ اس کے ظلم کی بقدر لے کر اس پر ڈال دیتے جائیں گے اور پھر جب نیکیاں ختم ہو گئیں اور گناہ اپنے علاوہ دوسروں کے بھی سر پڑ گئے تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جس کے ذمہ کسی دوسرے کا حق ہو آبرو ریزی کا ہو یا کسی اور قسم کا وہ آج دنیا میں معاف کرالے قبل اس کے کہ وہ دن دنیا میں آجائے جس میں روپیہ پیسہ آدمی کے پاس نہ ہو گا اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس ہے تو اس سے ظلم کا بدلہ ادا کیا جائے گا اور اس کے پاس نیک عمل نہیں ہے تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے

(مشکوٰۃ) ایک حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین کسی دوسرے کی ظلم سے چھین لے گا قیامت کے دن وہ حصہ سات زمینوں تک طوق بنا کر اس ظالم کی گردن میں ڈال دیا جائے گا (مشکوٰۃ) اس کا جتنا بوجھ اور وزن گردن پر پڑے گا وہ ظاہر ہے ایک مرتبہ حضورؐ سورج گرہن کی نماز پڑھ رہے تھے اس میں حضورؐ کے سامنے جنت اور دوزخ کے احوال ظاہر ہوئے تو حضورؐ نے جہنم میں ایک عورت کو دیکھا جس نے کسی بلی کو دنیا میں باندھ رکھا تھا اور اس کے کھانے کی خبر گیری میں کوتاہی کی جس کی وجہ سے اس کو عذاب ہو رہا تھا کہ نہ اس نے اس کے کھانے کی خبر رکھی اور نہ اس کو آزاد چھوڑا کہ وہ اپنے آپ زمین پر گری پڑی چیزوں سے پیٹ بھر لیتی (مشکوٰۃ) جو لوگ جانوروں کو پالتے ہیں ان پر ان کی خبر گیری کی بڑی سخت ذمہ داری ہے وہ بے زبان اکثر بھوک پیاس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان پالنے والوں کو اپنے کاروبار میں خیال بھی نہیں رہتا ایک حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ قیامت میں بدترین شخص وہ ہے جو دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے (مشکوٰۃ) کہ دوسرے نے کسی پر ظلم کیا آپ تعلقات کے زور میں اس کے حامی بن گئے جس سے دنیا کا نفع تو اس کو حاصل ہوا اور آخرت اس کی ساتھ اپنی بھی برباد ہوئی اس لئے نہایت اہتمام سے ایسے امور سے بچنا چاہیئے اور ہر وقت اس کی فکر چاہیئے کہ نہ معلوم کب موت آ جائے اور یہ وبال سر پر ہے بالخصوص سفر حج کو جاتے وقت بہت اہتمام سے ان امور سے پاکی حاصل کرے کہ طویل سفر ہے نہ معلوم واپسی مقدر ہے یا نہیں۔

(۲) عن ابن عباسؓ قال کان فلان حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک

ردف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفۃ فجعل الفتی یلاحظ النساء وینظر الیھن فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن اخی ان ھذا یوم من ملک فیہ سمعہ وبصرہ ولسانہ غفر لہ رواہ احمد باسناد صحیح کذا فی الترغیب والقصۃ معروفۃ فی کتب الحدیث عن الفضل بن عباس رویت بطرق عدیدۃ والفاظ مختلفۃ

نوعمر لڑکے حضورؐ کے ساتھ سواری پر سوار تھے ان کی نظر عورتوں پر پڑ گئی اور ان کو دیکھنے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بھتیجے! یہ ایسا دن ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے کان آنکھ اور زبان کی حفاظت رکھے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

ف۔ چونکہ مجمع کا قصہ ہوتا ہے ہر قسم کے مرد و عورت ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اس لئے بہت اہتمام سے اس دن اپنی حفاظت رکھنا ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ بدنظری سے یا نامحرم کی آواز لذت سے سننے سے یا کسی ناجائز لفظ کے زبان سے نکالنے سے نیکی برباد گناہ لازم ہو جائے اسی لئے قرآن پاک میں بھی اس کو اہتمام سے ذکر کیا گیا فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ کہ یہ چیزیں حج میں نہیں ہونی چاہئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اگر آدمی کی نظر کسی اجنبی عورت پر پڑ جائے اور وہ فوراً اپنی نظر کو ہٹا لے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو کسی ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی لذت اور حلاوت اس کو محسوس ہوتی ہے (مشکوٰۃ)۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا مکان میں ہوتا ہے تو تیسرا شخص وہاں شیطان ہوتا ہے (مشکوٰۃ) اس سفر میں اکثر عورتیں نامحرموں کے ساتھ سفر کرتی ہیں اور بسا اوقات محرم کے ساتھ ہونے کی صورت میں بھی عوارض کی وجہ سے مکان میں تنہا ہو جانے کی نوبت

آجاتی ہے اس لئے بہت اہتمام سے اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ ایسی نوبت نہ آسکے ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت کسی نامحرم کے ساتھ تنہا مکان میں نہ ٹھہرے اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا نام فلاں غزوہ میں جانے والوں میں لکھا گیا اور میری بیوی حج کو جا رہی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جاؤ (مشکوٰۃ) یہاں جہاد جیسی اہم چیز میں جانے والے صحابی کو بیوی کے حج کی وجہ سے حضورؐ نے موخر کر دیا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو ایک شیطان اس کے ساتھ لگ جاتا ہے یعنی خود اس کو بہکانے کے لئے اور دوسروں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہر وقت کمبخت تاک میں لگا رہتا ہے اس لئے محرم کا ایسی حالت میں ساتھ رہنا ضروری ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے تنہائی میں عورت کے پاس جانے کی ممانعت فرمائی کسی نے عرض کیا حضور اگر جانے والا دیور ہو یعنی خاوند کا بھائی حضورؐ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے یعنی اس سے زیادہ اندیشہ اور خوف ہے اور بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ ہر وقت کا پاس رہنا ہے اس میں خطرات کا زیادہ اندیشہ ہے۔ حدیث پاک میں کان آنکھ وغیرہ کی حفاظت کو فرمایا ہے وہ نامحرموں کی بات سننا یا دیکھنے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کسی کی غیبت چغل خوری وغیرہ سننا یا زبان سے ادا کرنا سب ہی اس میں داخل ہے اسی طرح ہر قسم کی ناجائز چیز لہو ولعب کو دیکھنا بھی اس میں شامل ہے۔

(۳۱) عن ابن عمرؓ قال سال رجل رسول اللہ صلی اللہ

ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حاجی کی کیا شان ہونا چاہیئے حضورؐ

علیہ وسلم فقال ما الحاج قال	نے فرمایا بکھرے ہوئے بالوں والا میلا کچیلا ہو
الشعث التفل فقام آخر فقال	پھر دوسرے صحابی نے سوال کیا حج کون سا افضل
یا رسول اللہ ای الحج افضل قال	ہے حضور نے فرمایا جس میں خوب لبیک کے ساتھ
العج والثج کذا فی المشکوٰۃ۔	چلانا ہو اور (قربانی کا خوب) خون بہانا ہو۔

ف - اس حدیث شریف میں تین مضمون ذکر کئے گئے اول یہ کہ حاجی کی شان یہ ہے کہ بکھرے ہوئے بال ہوں کپڑے میلے ہوں یہ اصل حاجی کی شان ہے اس کی شان کے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اس حالت میں بھی زیب و زینت کی طرف متوجہ ہو اسی وجہ سے احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال ناجائز قرار دیا گیا کہ عاشق کو ان چیزوں سے کیا کام، ایک مرتبہ ذی الحجہ کی ۸ یا ۹ تاریخ تھی حضرت اقدس مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب مدنی ادام اللہ ظلال برکاتہ تشریف لائے میں نے عطر کی شیشی ملنے کے لئے سامنے کی مولانا نے اس کو لے کر ملا اور نہایت ہی ٹھنڈا سانس بھر کر فرمایا کہ آج عشاق عطر سے روک دیئے گئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جن کے دلوں میں عشق کا زخم ہے وہ مکہ سے دور رہ کر بھی وہاں کے تصور کی لذت حاصل کرتے رہتے ہیں میں نے اپنے والد صاحب کو اکثر دیکھا کہ ذی الحجہ کی اوائل تاریخوں میں اکثر بے اختیار ان کے منہ سے لبیک نکل جاتا ہے پہلی فصل کی حدیث ۳ کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس بات پر فرشتوں سے فخر کرتے ہیں کہ میرے بندے بکھرے ہوئے بال اور غبار آلود کپڑوں سے آئے ہیں اور متعدد احادیث میں اس تفاخر کا ذکر آیا ہے دوسرا مضمون لبیک آواز سے پڑھنا یہ بھی کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کو اس کا حکم کرو کہ لبیک پکار کر کہیں اس لئے کہ یہ حج کا شعار ہے (کنز) پہلی فصل کی حدیث کے ۶ میں گزر چکا ہے کہ جب آدمی لبیک کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہر پتھر اور درخت اور زمین بھی لبیک کہتی ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لبیک کہتے تھے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے لبیک یا موسیٰ جواب میں ارشاد ہوتا تھا تیرا مضمون حدیث بالا میں قربانی کی کثرت ہے قربانی مستقل عبادت ہے جو صاحب نصاب پر واجب ہے اور جو صاحب نصاب نہ ہو اس کے لئے مستحب ہے لیکن حج میں اس کی فضیلت اور بھی زیادہ ہے اور اس کی کثرت مرغوب ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں سو اونٹ قربانی کئے تھے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے ایک حدیث میں ہے کہ قربانی کا جانور جب ذبح ہوتا ہے تو پہلے قطرہ پر قربانی کرنے والے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور مع اپنے خون اور گوشت وغیرہ کے لایا جائے گا اور ستر درجہ زیادہ وزنی بنا کر اعمال کی ترازو میں رکھا جائے گا (کنز) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی تو امت کو بھی زیبا ہے کہ اپنی قربانی کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ایک قربانی کیا کریں حضرت علیؓ ہمیشہ ایک بکرا اپنی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ایک حضورؐ کی طرف سے

کسی نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں اس لئے میں ہمیشہ کرتا رہوں گا (کنز) حضرت عمرؓ اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے خود قربانی کیا کرتے تھے قربانی درحقیقت ایک بہت اہم یادگار ہے۔ جس کی طرف حضورؐ کے پاک ارشاد کہ حضرت ابراہیم کی سنت ہے۔ میں اشارہ گزر چکا ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑھاپے کی حالت میں بڑی تمناؤں سے اولاد ہوئی اور جب وہ ہونہار دیکھنے کے قابل ہوئی کہ باپ کی بھی دیکھ کر روح تازہ ہو جائے تو ان کو ذبح کر دینے کا اشارہ ہوا جو حقیقتہً حضرت ابراہیم اور صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے بڑا سخت امتحان تھا دونوں باپ بیٹوں نے اس امتحان کو پورا کرنے میں بشاشت سے پیش قدمی کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیز چھری لے کر صاحبزادہ کے گلے پر چلا دی لیکن اللہ کی قدرت کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ اس عمل کی تکمیل بجائے صاحبزادہ کے جانور پر ہوئی لیکن قد صدقت الرؤیا تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا کا مژدہ ملا تو حقیقتہً یہ اپنی اولاد کی قربانی کا بدل ہے جو محض اللہ کے لطف وکرم سے اس کا بدل بن گیا اس وقت یہی تصور ہونا چاہیئے کہ گویا اپنے نفس کو اور آل اولاد کو اللہ کے راستہ میں قربان کر رہا ہے۔

اجمالی آداب

شریعت کے ہر حکم اور اسلام کے ہر رکن کے ساتھ کچھ آداب بھی مقرر ہیں نماز ہو یا روزہ ہو زکوٰۃ ہو یا حج ہر چیز میں آداب کی تحقیق

اور اس کی رعایت کی حتیٰ الوسع کوشش ہونا چاہیئے حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے۔ من تہاون بالآداب عوقب بحرمان السنۃ ومن تہاون بالسنۃ عوقب بحرمان الفرائض ومن تہاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ" یعنے جو شخص آداب میں سُستی کرتا ہے وہ سنتہ سے محرومی کی بلائیں گرفتار کیا جاتا ہے اور جو سنتہ میں سُستی کرتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اور جو فرائض میں سُستی کرتا ہے وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے امور پر احادیث میں کفر کا اطلاق کیا گیا ہے کہ وہ اسی ضابطہ کے موافق کفر تک پہنچا دیتا ہے اس لئے شریعت کے ہر حکم میں آداب کا اہتمام چاہیئے کسی عذر کی وجہ سے نہ ہوسکے مضائقہ نہیں مگر ان کی وقعت اور اہمیت دل میں ہونا چاہیئے لاپروائی اور فضول سمجھ کر ان کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے احکام شرعیہ کے آداب و مستحبات علما نے بڑے اہتمام سے اپنی اپنی جگہ جمع کئے ہیں ان کی تحقیق وتفتیش کی جائے علما کے اختلاط اور ان کے مذاکروں سے بھی بہت سے آداب معلوم ہوجاتے ہیں یہاں چند آداب کا ذکر نمونہ اور اجمال کے طور پر کیا جاتا ہے۔

(۱) جب اللہ جل شانہٗ کسی خوش نصیب کو اس سعادت کی توفیق عطا فرمائے مثلاً حج فرض ہوجائے یا حج نفل کے اسباب پیدا ہوجائیں تو پھر ارادہ کی تکمیل میں عجلت کرنا چاہیئے بالخصوص حج فرض کو معمولی اعذار کی وجہ سے ہرگز مؤخر نہ کرنا چاہیئے کہ شیطان ایسے مواقع پر لغو خیالات اور بے محل ضروریات دل میں جمع کردیتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے دل

میں ڈالتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ شیطان کا مقولہ جو قرآن پاک میں سورۂ اعراف میں ذکر کیا گیا قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطك المستقیم ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین ۔ ترجمہ۔ شیطان نے کہا کہ بہ سبب اس کے کہ یا اللہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان آدمیوں کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر جا کر بیٹھوں گا اور پھر چاروں طرف سے ان پر حملہ کروں گا آگے سے بھی پیچھے سے بھی دائیں سے بھی بائیں سے بھی اور ان میں سے آپ اکثر لوگوں کو شکر گذار نہ پائیں گے۔ سیدھی راہ دین کا راستہ ہے اور دین کے سارے ہی شعبہ اس میں داخل ہیں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ خاص طور پر حج کا راستہ اس سے مراد ہے (اتحاف) یعنی وہ کمبخت اس پر مسلط ہو کر چاروں طرف سے آدمیوں کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہے اور طرح طرح کے اعذار سامنے لا کر حج سے روکتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب حج سے اس کی ساری محنت بیکار ہو جاتی ہے عرفات کا رونا عمر بھر کے گناہوں کو دھو دیتا ہے تو وہ جتنا بھی اس سفر کے خلاف سعی کرے قرین قیاس ہے اس لئے موانع کو شیطانی اثر سمجھ کر حتی الوسع ان کے دفع کرنے کی اور ان کو غیر اہم سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

(۲) مناسب ہے کہ جب سفر کا ارادہ ہو تو مسنون استخارہ کرلے نفس حج کے لئے استخارہ کی ضرورت نہیں مثل مشہور ہے در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ کار خیر میں استخارہ کی حاجت نہیں لیکن چونکہ اہم سفر ہے راستہ دشوار گزار ہے ان امور کے متعلق استخارہ کرے کہ کب چلے کس راستہ سے جائے کس جہاز میں جائے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت جابرؓ ارشاد فرماتے ہیں

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں استخارہ کرنے کی تعلیم اس طرح اہتمام سے دیا کرتے تھے جس اہتمام سے قرآن پاک کی سورت یاد کراتے تھے اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی مہتم بالشان امر پیش آئے تو دو رکعت نفل نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے استخارہ کی دعا مشہور ہے حج کے سب رسائل میں موجود ہے۔

(۳) حج کے مسائل معلوم کرنے کی سعی کرے ابن امیر الحاج لکھتے ہیں کہ سب سے اہم چیز ان مسائل کا معلوم کرنا ہے جو حج کو جانے کے قبل اور روانگی کے بعد اور حج کے دوران میں پیش آتے ہیں کہ علم کا سیکھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص پر فرض کیا ہے اس لئے حج کے فرائض اور سُنن اور جو چیزیں اس میں حرام یا مکروہ ہیں ان کا معلوم کرنا ضروری ہے (مدخل) بہت سے رسائل اردو میں اس موضوع پر شائع ہو چکے ہیں ان کو بالاستیعاب دو چار مرتبہ سفر سے پہلے پڑھ لے تاکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں نقصان نہ رہ جائے عام علماء بھی اس سے بے نیاز نہیں ہیں درس کے وقت مسائل کا نظر سے گذر جانا دوسری بات ہے وقت پر مستحضر ہونا اور چیز ہے یہ صحیح ہے کہ ان کو سرسری طور سے دیکھ لینا کافی ہے عوام کو بہت اہتمام سے اور غور سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کسی عالم کی رفاقت سفر میں اختیار کرے اور ہر چیز کو اس سے تحقیق کرتا رہے تین رسالوں کے مطالعہ کا بندہ ناکارہ خصوصیت سے مشورہ دیتا ہے ایک زبدۃ المناسک مؤلفہ قطب عالم حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ دوسرے زیارت الحرمین مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیسرے معلم الحجاج مؤلفہ مولانا سعید احمد صاحب زاد مجدہم مفتی

مظاہرِ علوم ان کے علاوہ اور جو رسائل معتمد علماء کے مل سکیں۔

(۴) جب سفر کرے تو نیت خالص اللہ کی رضا ہونا چاہیئے لوگوں کا دکھلاوا یا حاجی کہلانے کا شوق یا سیر تفریح وغیرہ فاسد ارادے ہرگز نہ ہونا چاہئیں جیسا کہ پہلی فصل کی حدیث میں گذر چکا ہے۔

(۵) ایک یا اس سے زیادہ رفیقِ سفر ایسے لوگ تلاش کئے جائیں جو دیندار صالح، نیک ہوں دین کے کاموں میں دلچسپی اور شوق رکھنے والے ہوں تاکہ راستے میں معین و مددگار ہوں اگر یہ کسی کام کو بھول جائیں تو وہ یاد دلائیں اور نیک کاموں کی ترغیب دیتے رہیں اگر کسی کام میں سستی پیدا ہو تو وہ ہمت بندھائیں اگر کہیں بزدلی پیدا ہو تو وہ بہادری پیدا کریں اگر کوئی پریشانی پیدا ہو تو صبر دلائیں کوئی عالم ہو تو اور بھی بہتر ہے کہ مسائل میں بھی مدد دیتا رہے علماء نے لکھا ہے کہ رشتہ دار کی بہ نسبت اجنبی زیادہ بہتر ہے کہ راستہ میں بسا اوقات طبائع کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں شکر رنجی پیدا ہو جاتی ہے جس سے قطع تعلق کی نوبت آجاتی ہے اگر رشتہ دار کے ساتھ ایسی نوبت آئے گی تو قطع رحمی کا گناہ ہوگا البتہ اگر اپنے اوپر یا رفیق پر اس کا اطمینان ہو کہ ایسی نوبت نہ آئے گی تو مضائقہ نہیں۔

(۶) حج کے لئے حلال مال تلاش کرے جس میں شبہ نہ ہو حرام مال سے خواہ رشوت کا ہو یا ظلم سے کسی سے حاصل کیا ہو ایسے مال سے حج فرض تو ادا ہو جاتا ہے لیکن وہ حج مقبول نہیں ہوتا جیسا کہ اسی فصل کی پہلی حدیث میں مفصل گزر چکا۔ علما نے لکھا ہے کہ اگر مال مشتبہ ہو تو پھر علماء نے اس کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ قرض لے کر حج کرلے اور پھر اس مال سے قرض ادا کر دے۔

(۷) اپنے سب پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور کسی کا مال ظلم سے لے رکھا ہو تو اس کو واپس کرے! اور کسی اور قسم کا کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے معاف کرائے جن لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہو اُن سے کہا سنا معاف کرالے اگر کچھ قرضہ اپنے ذمہ ہو تو اسکو ادا کرے یا ادائیگی کا کوئی انتظام کر دے جو امانتیں لوگوں کی اپنے پاس ہوں انکو واپس کرے یا کوئی مناسب انتظام امانت رکھنے والوں کی رضا سے کرے جن لوگوں کا خرچ اپنے ذمہ ہے جیسے بیوی چھوٹی اولاد وغیرہ ان کے خرچ کا بندوبست اپنی واپسی کے زمانہ تک کر دے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کر رکھا ہو یا اس کا کوئی اور حق اپنے ذمہ ہو تو وہ بمنزلہ ایک قرض خواہ کے ہے جو اس سے یہ کہتا ہے کہ تو کہاں جارہا ہے کیا تو اس حالت میں شہنشاہ کے دربار میں حاضری کا ارادہ کرتا ہے کہ تو اس کا مجرم ہے اس کے حکم کو ضائع کر رہا ہے حکم عدولی کی حالت میں تو حاضر ہو رہا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ وہ تجھ کو مردود کر کے واپس کر دے اگر تو قبولیت کا خواہشمند ہے تو اس ظلم سے توبہ کر کے حاضر ہو اس کا مطیع اور فرماں بردار بن کر پہنچ ورنہ تیرا یہ سفر ابتدا کے اعتبار سے مشقت ہی مشقت ہے اور انتہا کے اعتبار سے مردود ہونے کے قابل ہے۔

(۸) حلال و طیب مال سے اتنا خرچہ اپنے ساتھ لے جو بغیر تنگی کے پورے سفر کی آمد و رفت کو کافی ہو جائے بلکہ احتیاطاً کچھ زائد لے تاکہ راستے میں غرباء کی کچھ اعانت کر سکے کھانے میں سے اہل ضرورت کی تواضع کر سکے جو لوگ ضرورت کی مقدار سے بھی کم لے کر جاتے ہیں وہ اکثر دوسروں پر بوجھ بن جاتے ہیں اور سوال کے مرتکب ہوتے ہیں حق سبحانہٗ و تقدس نے قرآن پاک میں وتزودوا کا حکم ارشاد فرمایا جیسا کہ اسی فصل کے

شروع میں مفصل گذر چکا۔

(۹) جب سفر شروع کرے تو دو رکعت نفل پڑھے جس میں پہلی رکعت میں قل یا اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھنا اولیٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ دو رکعت گھر میں پڑھے اور دو رکعت محلہ کی مسجد میں۔

(۱۰) چلنے سے پہلے اور چلنے کے بعد کچھ صدقہ کرے اور اپنی وسعت کے موافق کرتا رہے کہ صدقہ کرنے کو بلاؤں اور مصیبتوں کے دفع کرنے میں خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو صدقہ کرنا اللہ کے غصہ کو دور کرتا ہے اور بری موت سے حفاظت کا سبب ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو کپڑا پہنائے جب تک اس کے بدن پر کپڑا رہے گا پہنانیوالا اللہ کی حفاظت میں رہے گا (مشکوۃ)۔

(۱۱) جب گھر سے نکلنے لگے تو اس وقت کی مخصوص دعائیں جو احادیث میں کثرت سے آئی ہیں پڑھ کر نکلے ہر ہر جگہ کی دعائیں اتنی کثیر ہیں کہ اگر اس رسالے میں سب کو جمع کیا جائے تو اس کا حجم تین حصے بڑھ جائے گا۔ اس لئے اس میں دعائیں ذکر نہیں کی گئیں اگر اللہ نے توفیق عطا فرمائی تو کسی وقت صرف دعائیں ایک رسالہ میں جمع کر دی جائیں گی دوسرے رسائل سے تلاش کر کے جو مل سکیں پڑھ لی جائیں، حج کی دعاؤں میں مستقل رسالے بھی شائع ہو چکے ہیں تلاش کر کے کوئی خرید لیا جائے تو بہتر ہے۔

(۱۲) چلتے وقت مقامی رفقاء اعزہ احباب سے ملاقات کر کے ان کو الوداع کہے اور ان سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرے کہ ان کی دعائیں بھی اس کے حق میں خیر کا سبب ہوں گی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے جب کوئی آدمی تم میں سے سفر کرے تو اپنے بھائیوں

کو سلام کر کے جائے ان کی دعائیں اس کی دعا کے ساتھ مل کر خیر میں زیادتی کا سبب ہوں گے الوداع کہتے وقت مسنون یہ ہے کہ یوں کہے استودع اللہ دینکم وامانتکم وخواتیم اعمالکم (اتحاف)

(۱۳) جب گھر کے دروازے سے نکلے تو اس وقت کے لئے بھی متعدد دعائیں احادیث میں آئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنے مقصد کی طرف راستہ پائیگا اور راستہ میں تیری حفاظت کیجائے گی اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے (اتحاف)

(۱۴) جب سفر شروع ہونے لگے تو قافلہ میں کسی دیندار سمجھ دار تجربہ کار متحمل مزاج جفاکش متواضع شخص کو امیر قافلہ بنا لینا چاہیئے قریشی ہو تو افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب تین آدمی بھی سفر کریں تو چاہیئے کہ ایک کو اپنے میں سے امیر قافلہ بنالیں (مشکوٰۃ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ جب کوئی قافلہ روانہ ہوتا تو کسی ایک شخص کو ان میں سے امیر بنا دیتے اور جو شخص امیر بنے اس کو امارت کے حقوق اور اس کے آداب کی رعایت کرنا چاہیئے رفقاء کے احوال کی خبر گیری ان کے سامان کی نگرانی کے اسباب پیدا کرنا ان کو آرام و راحت پہنچانا امیر کے ذمہ ہے اس سلسلہ میں اشج عبد القیس کی حدیث جو آداب زیارت مدینہ ۲۱ میں آرہی ہے دیکھنی چاہیئے۔

(۱۵) بہتر یہ ہے کہ سفر کی ابتداء پنجشنبہ کے دن صبح کے اوقات میں ہو ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پنجشنبہ کے روز سفر کی ابتداء کو پسند فرماتے تھے (مشکوٰۃ) دوسری حدیث میں ہے کہ حضور کسی لشکر یا قافلہ

کو روانہ فرماتے تو دن کے اول حصہ میں روانہ فرماتے صخر ایک بڑے تاجر تھے حضورؐ کے اس اہتمام کی وجہ سے ان کو بھی اس کا خاص اہتمام تھا کہ جب اپنا مال تجارت روانہ کرتے تو دن کے شروع حصے میں روانہ کرتے اس میں ان کو بڑا نفع حاصل ہوتا (مشکوٰۃ)

(۱۶) سواری پر سوار ہونے کی اور اترنے کی دعائیں بھی احادیث میں متعدد وارد ہوئی ہیں ان کو معلوم اور محفوظ کرنا اولٰے ہے کہ ہر منزل پر اترنے چڑھنے پڑھتا ہے اور اگر سواری اور سفر اپنے قبضہ کا ہو تو بہتر یہ ہے کہ رات کا کچھ حصہ اور صبح کا ابتدائی حصہ سفر کرنے میں گزرے اور دن کو منزل کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ رات کا سفر اختیار کرو کہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے یعنی مسافت جلدی طے ہوتی ہے اور تجربہ بھی اس کا بارہا ہوا لیکن یہ وہیں ہو سکتا ہے جہاں اونٹوں کا سفر اپنے اختیار کا ہو راستہ مامون و محفوظ ہو ریلوں کے سفر میں اس کے اوقات کی پابندی ہے۔

(۱۷) جب کسی جگہ منزل میں پہنچے تو احتیاط یہ ہے کہ چلنے پھرنے میں بھی تنہا نہ جائے تاوقتیکہ امن اور اطمینان کا حال معلوم نہ ہو کہ اجنبی جگہ کا حال معلوم نہیں ہوتا اور منزل پر بھی احتیاط یہ ہے کہ رفقا میں سے نمبردار ایک دو آدمی سامان کی حفاظت کے ذمہ دار رہیں رات کے وقت اگر منزل ہو تو جاگنے والوں کے اوقات مرتب کر لئے جاویں کہ نمبردار ایک دو آدمی جاگتے رہیں کہ یہ جان و مال کی حفاظت کا ذریعہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ منزل پر پہنچکر طے فرمادیا کرتے تھے کہ حفاظت کا کام کس کے سپرد ہے میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ

نے کئی مرتبہ یہ قصہ سنایا کہ میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر بار بار اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کرتے کہ گھر میں تمام رات کوئی نہ کوئی اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا ہے اور اس پر بار بار شکر کے طور پر مسرت ظاہر فرمایا کرتے کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے اور صورت اس کی یہ ہوتی تھی کہ میرے والد صاحبؒ کو کتب بینی اور مطالعہ کا بہت ذوق اور شوق تھا رات کا اکثر حصہ وہ مطالعہ میں صرف کیا کرتے وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کتاب دیکھنے میں وقت کا اندازہ نہ ہوتا تھا نصف رات تک میں کتاب دیکھتا اور والد صاحب یعنے میرے دادا صاحب آرام فرماتے نصف لیل کے بعد وہ تہجد کے لئے جب اٹھتے تو فرماتے میاں یحییٰ تم اب تک نہیں سوئے جلدی سو جاؤ ان کے تقاضے پر میں مجبوراً کتابیں رکھ کر سوتا اور وہ تہجد میں مشغول ہو جاتے اور ثلث لیل تہجد پڑھ کر وہ تو خود آرام کرنے کے لئے سدس آخر میں لیٹ جاتے اور مرے تایا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد صاحب کو آواز دے کر تہجد کے لئے جگا دیتے وہ صبح صادق تک تہجد میں مشغول رہتے افسوس کہ اپنے اکابر کے معمولات خیرات و برکات میں سے کچھ بھی نہ کمایا فیا للاسف۔

(۱۸) سفر میں جب کسی اونچی جگہ چڑھے تو علاوہ دوسری دعاؤں کے اللہ اکبر تین مرتبہ اور جب نیچے کی جگہ اترے تو علاوہ اور دعاؤں کے سبحان اللہ تین مرتبہ کہنا اولیٰ ہے اور جب سفر میں کسی جگہ وحشت سوار ہو اور گھبراہٹ ہونے لگے تو سبحان الملک القدوس رب الملئکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت پڑھنا اولیٰ بھی اور مجرب بھی ہے۔

(۱۹) اگر کوئی شخص بلا مشقت کے پیدل حج کرے تو کیا ہی کہنا بشرطیکہ کسی دوسرے مکروہ میں مبتلا نہ ہو جائے لیکن اگر سواری پر حج کرے تب بھی اولیٰ یہ ہے کہ اپنی ہمت اور وسعت کے موافق جتنا بسہولت تحمل ہو سکے پاؤں چلے بالخصوص مکہ سے عرفات کے درمیان کہ ہر ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے شمار ہوتی ہیں اور حرم کی نیکی ایک لاکھ کے برابر ہوتی ہے جیسا کہ تیسری فصل کی پہلی حدیث میں مفصل گزرا اکابر کا اکثر معمول رہا کہ اونٹوں کے سفر پر جب عصر کی نماز کے لئے اترتے تو مغرب تک پاؤں چل کر مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر سوار ہوتے کہ یہ وقت مختصر بھی ہوتا ہے اور گرمی دھوپ یا اندھیرا بھی نہیں ہوتا علماء نے لکھا ہے کہ مکہ سے عرفات اور منیٰ تک پیدل جانا زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے جو لوگ قوی چلنے کے عادی ہوں ان کو اس حصہ کے لئے سواری کا پابند نہ ہونا چاہیئے کہ اس سے لبا اوقات سواری کی مجبوری سے بہت سے مستحبات ترک ہو جاتے ہیں۔

(۲۰) سواری کے جانور کی رعایت اور اس کے حقوق کی حفاظت بھی ضروری ہے اس کے تحمل سے زیادہ مشقت اس پر ڈالنا جائز نہیں۔ اسلاف میں سے متقی اور پرہیز گار حضرات اس پر لیٹ کر سونے سے بھی احتراز کرتے تھے کہ اس سے اس پر بوجھ بڑھ جاتا ہے علماء نے لکھا ہے کہ جانور کو اذیت پہنچانے اور بے وجہ تکلیف دینے کا بھی قیامت میں مطالبہ ہوگا۔ حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ عنہ اپنے انتقال کے وقت اپنے اونٹ سے خطاب کر کے فرما رہے تھے کہ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مجھ سے جھگڑا نہ کیجیو میں نے تیری طاقت سے زیادہ کام تجھ سے کبھی نہیں لیا

(اتحاف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ استنجے کے لئے کسی درخت کی آڑ یا کسی باغ میں تشریف لے جایا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ حضورؐ کو دیکھ کر چلایا حضورؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اس کے کان کی جڑ پر دستِ مبارک پھیرا اور فرمایا اس کا مالک کون ہے ایک انصاری نوعمر تشریف لائے اور کہا کہ یہ میرا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس اونٹ نے تمہاری شکایت کی کہ تم اس سے کام تو زیادہ لیتے ہو اور کھانے کو کم دیتے ہو (ابو داؤد)۔

(۲۱) اسی طرح سواری کے مالک کی حقوق کی بھی رعایت ضروری ہے اس کی اجازت سے زیادہ سامان رکھنا جائز نہیں جتنی مقدار کرایہ میں طے ہو چکی ہے اتنی ہی رکھنا جائز ہے اس میں ریل وغیرہ کا سفر بھی یہی حکم رکھتا ہے کہ چرا چھپا کر استحقاق سے زیادہ سامان بلا محصول ادا کئے رکھنا جائز نہیں اپنے اسلاف کا معاملہ تو اس میں اس قدر احتیاط کا تھا کہ وہ اب سمجھ میں بھی مشکل سے آتا ہے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو مشہور محدث اور مشہور امام ہیں ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کسی نے ان کو ایک خط دیا کہ یہ بھی لیتے جائیں انہوں نے فرمایا کہ میں اونٹ والے کو اپنا سامان دکھا چکا ہوں اب اس کو پہلے اطلاع کر دوں کہ یہ اور لیتا ہوں وہ اجازت دے دے گا تو لے لوں گا (اتحاف) اور علی بن معبد محدث کا مشہور قصہ جو حکایاتِ صحابہ میں لکھا جا چکا ہے کہ کرایہ کے مکان سے مٹی اٹھا کر خط کو خشک کرنے پر خواب میں تنبیہ ہوئی

(۲۲) سارے سفر میں تنعم اور زیب و زینت کے اسباب سے بچے کہ یہ سفر عاشقانہ سفر ہے معشوقانہ نہیں ہے جیسا کہ مفصل پہلے گذر چکا ہے

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے الحاج الشعث التفل"
جیسا کہ اسی فصل کی تیسری حدیث میں گزرا حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حجاج کو دیکھتے تو فرماتے کہ حاجی کم ہوتے جا رہے ہیں اور سفر کرنے والے بڑھتے جا رہے ہیں اسی میں ایک شخص کو دیکھا کہ معمولی ہیئت اور معمولی لباس میں ہے فرمایا ہاں یہ حجاج میں ہے (اتحاف)۔

(۲۳) سفر میں جو کچھ خرچ کرے وہ نہایت بشاشت اور فراخدلی سے خرچ کرے دل تنگی اس مبارک سفر کے اخراجات میں ہرگز نہ ہونا چاہیئے پہلی فصل کی حدیث نمبر۹ میں گزر چکا ہے کہ ایک روپیہ کا ثواب اس سفر میں سات سو روپیہ کے برابر ہے ایسی حالت میں جو پیسہ اس مبارک سفر میں خرچ ہو جائے وہ اجر ہی اجر ہے اس سے مقصود یہ نہیں کہ اسراف کیا جائے لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر خرچ کی زیادتی اسراف نہیں بلکہ اسراف بے محل خرچ کرنا ہے وہاں کے مزدوروں پر اونٹ والوں پر مکانات کے کرایوں میں جو خرچ کیا جائے اور اس میں ان لوگوں کی اعانت کی نیت بھی شامل کرلی جائے تو پھر کوئی بھی خرچ بار نہیں۔

(۲۴) البتہ رشوت دینے سے حتی الوسع احتراز کرے اور جہاں تک مجبوری نہ ہو جائے رشوت نہ دے کہ وہ حرام ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ٹیکس دینے کی وجہ سے حج نفل کا چھوڑ دینا اولیٰ ہے کہ ٹیکس دینے میں ظالمین کی اعانت ہے (احیاء)۔

(۲۵) اس سفر میں جو مشقتیں تکلیفیں پہنچیں ان کو نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے برداشت کرے ہرگز ان پر ناشکری اور بے صبری کا اظہار کا نہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ اس سفر میں بدن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچنا

بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے قائم مقام ہے (اتحاف) کہ جیسا مال خرچ کرنا مالی صدقہ ہے یہ جانی صدقہ ہے۔

(۲۶) معاصی سے بچنے کی بہت اہتمام سے کوشش کرے قرآن پاک میں خاص طور سے اس کو ذکر فرمایا ہے فمن فرض فیھن الحج فلا رفث و لا فسوق ولاجدال فی الحج پہلی فصل میں یہ آیت گزر چکی ہے اور اسی فصل کی پہلی حدیث میں یہ مضمون گزر چکا ہے علما نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہٗ تک وصول اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک لذتوں سے احتیاط اور شہوتوں سے حفاظت نہ ہو اسی وجہ سے پہلے لوگ رہبانیت اختیار کیا کرتے تھے جس کا بدل حج میں یہ کہا گیا کہ بیوی سے صحبت بھی ناجائز کردی گئی (اتحاف)

(۲۷) نمازوں کا نہایت اہتمام رکھے بہت سے حاجی سفر کی مشقت اور کاہلی سے اس میں سستی کر دیتے ہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب کے سفر کی وجہ سے آخری رات ہو جائے تو لیٹ کر نہ سوئے بلکہ کہنی کھڑی کر کے اس پر ٹیک لگا کر سو جائے ایسا نہ ہو کہ لیٹ کر سونے سے غفلت کی نیند آجائے اور صبح کی نماز فوت ہو جائے کہ نماز کی فضیلت حج کی فضیلت سے زیادہ ہے (اتحاف) علمائے نے لکھا ہے کہ حج کے شرائط میں سے ہے کہ نماز کو اپنے اوقات میں ادا کرنے پر راستہ میں قدرت ہو اگر راستہ ایسا بن جائے کہ نماز کے ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکتا تو حج کی فرضیت نہیں رہتی ابو القاسم حکیم کہتے ہیں جو شخص جہاد میں جائے اور اس کی وجہ سے اس کی ایک نماز فوت ہو جائے تو اس کو اس کے کفارہ میں ستر جہاد کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس ایک نماز کے فوت ہونے کا کفارہ ہو سکے ابو بکر وراق جب حج کے ارادہ سے تشریف لے

چلے تو ایک ہی منزل پر پہنچکر فرمانے لگے کہ مجھے واپس گھر پہنچاؤ میں نے ایک ہی منزل میں سات سو کبیرہ گناہ کر ڈالے۔ علما کو بڑا تعجب ہے کہ ایک منزل چلنے میں اتنے گناہِ کبیرہ ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں ایک معمولی فاسق فاجر سے بھی چند میل چلنے میں اتنے گناہ نہیں ہو سکتے پھر ایک شیخ المشائخ جو اکابر میں ہیں ان سے کیسے صادر ہوئے بعض اکابر نے کہا کہ ایک نماز کی جماعت فوت ہوگئی تھی اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے جماعت کی نماز ترک کر دی اس نے گویا سات سو کبیرہ گناہ کئے ہیں (شرح لباب) ممکن ہے شیخ کو یہ حدیث پہنچی ہو معروف کتب میں بندہ کو یہ حدیث نہیں ملی اور حج بھی غالباً نفل ہوگا۔

(۲۸) سارے سفر کو ذوق وشوق اور عاشقانہ والہانہ جذبہ سے کرے جیسا کہ پہلے مفصل گذر چکا کہ یہ عبادت ساری ہی مظہرِ عشق ہے یہ سمجھے کہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے اور ایسا ہے گویا شہنشاہ نے کوئی دربار منقرر کیا ہے اور خوش قسمتی سے دعوتی کارڈ اس کے نام کا بھی آگیا اس لئے کہ بغیر اللہ جل شانہٗ کی توفیق کے کچھ بھی نہیں ہوتا اسی کی طرف سے طلب اور حاضری کی طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی شخص جا سکتا ہے ؎

مری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے ؔ قدم یہ خود نہیں اٹھتے اٹھائے جاتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھے کہ جب دنیا میں اس نے اپنے مکان کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی تو آخرت میں اپنی زیارت سے بھی محروم نہ فرمائے گا۔

(۲۹) اپنی ہر عبادت میں اللہ کے لطف وکرم سے قبول کی امید واثق رکھے وہ بڑا کریم ہے اور اس کے کرم کا ہر شخص کو امیدوار رہنا چاہیئے ع

ع کہ شیوہ ہے کریموں کا نبھانا اپنے چاکر کا ، پہلی فصل کی حدیث ۱۶ کے ذیل میں گزرا ہے کہ وہ شخص بڑا گناہ گار ہے جو عرفات کے میدان میں بھی یہ سمجھے کہ میری مغفرت نہیں ہوئی اور حدیث ۴ اور ۵ میں تو مغفرت کا بالکل یقین ہے اللہ کا لطف وکرم اس کا فضل وانعام اس کی ذرہ نوازی بندہ پروری سے کامل امید رکھے کہ ہر عمل قبول ہوگا مگر اس امید میں گھمنڈ کا شائبہ ہرگز نہ آئے اپنے اعمال کے قصور کی وجہ سے اس کو اس کا مستحق سمجھے کہ قابل قبول نہیں۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تیس حضرات سے ملا ہر ایک ان میں سے اپنے منافق ہونے سے ڈر رہا تھا (بخاری)، یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کا باطن ایسا بہتر نہیں ہے جیسا ظاہر ہے اس سے ان کو اپنے اوپر نفاق کا خوف ہو جاتا تھا ایک صحابی ؓ نے حضور ؐ سے پوچھا ایک شخص جہاد کرتا ہے، وہ ثواب کی بھی امید رکھتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کا نام ہو جائے۔ حضور ؐ نے فرمایا اس کو کوئی ثواب نہیں انہوں نے مکرر سہ کرر یہی سوال کیا اور حضور ؐ یہی جواب ارشاد فرماتے رہے اس کے بعد حضور ؐ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص اسی کے لئے ہو (ترغیب) حضرت شفی ایک تابعی ہیں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک صاحب ہیں جن کے پاس بڑا مجمع لگا ہوا ہے انہوں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وارضاہ ہیں یہ قریب پہنچے اور عرض کیا کہ میں آپ سے کوئی حدیث سننی چاہتا ہوں جو آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھی طرح سمجھی ہو انہوں نے فرمایا کہ ہاں ہاں میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے حضور ؐ

سے خوب سمجھا اور اچھی طرح معلوم کیا اسکے بعد حضرت ابو ہریرہؓ چیخ مار کر رونے لگے جس سے بے ہوشی کے قریب ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب سکون ہوا تو فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں مجھے سنائی تھی اسوقت میں تھا اور حضورؐ تھے کوئی تیسرا ہمارے ساتھ نہ تھا اتنا کہہ کر پھر چیخ مار کر اسی طرح رونے لگے گویا بیہوش ہو جائیں گے پھر جب سکون ہوا تو منہ پونچھ کر فرمایا کہ ہاں میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو حضورؐ نے مجھے اس گھر میں سنائی تھی اس وقت میں تھا اور حضورؐ تھے کوئی تیسرا نہ تھا اتنا کہہ کر پھر اسی طرح چیخ مار کر رونے کی صورت پیش آگئی اور پہلے سے بھی زیادہ سخت اس کے بعد منہ کے بل زمین پر گر گئے میں بہت دیر تک ان کو پکڑے بیٹھا رہا اس کے بعد جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب اللہ تبارک و تعالیٰ وجل وعلا بندوں کے حساب کی طرف توجہ فرمائیں گے اور ہر آدمی خوف کیوجہ سے گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا تو سب سے پہلے تین شخص بلائے جائینگے ایک حافظِ قرآن دوسرا مجاہد تیسرا مالدار اور سب سے اول حافظِ قرآن سے مطالبہ ہوگا کہ میں نے تجھ کو وہ چیز عطا کی جو میں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری وہ عرض کرے گا کہ بے شک آپ نے یہ دولت عطا فرمائی تھی تو سوال ہوگا کہ تو نے اپنے اس علم میں کیا عمل کیا وہ عرض کریگا کہ میں دن رات اسکی تلاوت وغیرہ میں مشغول رہتا تھا ارشاد ہوگا کہ جھوٹ بولتا ہے فرشتے بھی سب یک زبان ہو کر کہیں گے کہ جھوٹ ہے جھوٹ ہے پھر اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہوگا کہ یہ محض اس لئے ہوتا تھا کہ لوگ کہیں گے بڑا جید قاری ہے سو کہا جا چکا پھر مالدار سے مطالبہ ہوگا کہ میں نے تجھ کو اتنی وسعت مال کی عطا کی کہ کسی چیز میں کسی دوسرے کا محتاج تو نہیں رہا وہ عرض کرے گا کہ بے شک ایسا ہی تھا ارشاد ہوگا کہ میرے اس عطا کئے ہوئے مال میں تو نے

کیا عمل کیا وہ عرض کرے گا کہ میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقات کرتا رہتا تھا
ارشاد ہو گا کہ جھوٹ ہے اور فرشتے بھی سب کہیں گے کہ جھوٹ ہے جھوٹ
ہے پھر اللہ کا پاک ارشاد ہو گا کہ یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ لوگ کہیں گے
فلاں بڑا سخی ہے سو کہا جا چکا پھر مجاہد سے سوال ہو گا کہ تمہارا کیا عمل ہے وہ
عرض کرے گا کہ یا اللہ تو نے جہاد کا حکم کیا میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا
یہاں تک کہ جان دے دی ارشاد عالی ہو گا کہ جھوٹ بولتا ہے فرشتے بھی
کہیں گے کہ جھوٹ ہے جھوٹ ہے ارشاد ہو گا۔ یہ تو اس لئے کیا تھا کہ
لوگ کہیں گے بڑا بہادر ہے سو کہا جا چکا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت ابو ہریرہؓ کے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ تین شخص ہیں جن سے
جہنم کی آگ سب سے پہلے بھڑکائی جائے گی اس کے بعد شفی امیر معاویہ کے پاس
گئے تو ان سے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کا تذکرہ کیا امیر معاویہ نے فرمایا
کہ جب ان تین کا یہ حشر ہوا تو باقی لوگوں کا کیا کچھ حال ہو گا یہ کہہ کر امیر معاویہ
اس قدر روئے کہ دیکھنے والوں کو خیال ہوا کہ یہ روتے روتے ہلاک ہو جائیں گے
اس کے بعد امیر معاویہ کو جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے اللہ جل شانہٗ نے بھی
حق فرمایا اور اس کے پاک رسولؐ نے بھی پھر امیر معاویہ نے قرآن پاک کی
یہ آیت تلاوت فرمائی۔ من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم
فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا
فیھا وباطل ما کانوا یعملون (ترغیب) ترجمہ۔ اور جو شخص (اپنے نیک اعمال سے)
محض دنیا کا طالب ہو اور اس کی رونق حاصل کرنا چاہتا ہو (جیسے شہرت
نیکنامی وغیرہ) تو ہم ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورے
طور سے دیتے ہیں اور دنیا میں ان کے لئے کچھ کمی نہیں ہوتی اور آخرت

ہیں ایسے لوگوں کے لئے بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں انہوں نے جو کچھ (دنیا میں) کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب بیکار ثابت ہوگا اور جب نیت خیر نہیں تو) وہ سب کا سب باطل اور لغو ہے جب یہ حالت ہے تو اپنے کسی عمل کے متعلق یہ گھمنڈ کہ یہ اللہ کے واسطے ہو گیا بہت مشکل ہے مگر یہ کہ اللہ جل شانہٗ ہی اپنے فضل وکرم سے تسامح کا معاملہ فرماکر اس کو قبول فرمالے تو اس کی رحمت سے بالکل بعید نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک نوجوان صحابی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہ سخت علیل تھے اور انتقال کا وقت قریب تھا حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا حال ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں اس وقت کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہوتیں مگر یہ کہ اللہ جل شانہ اس کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جس کی وہ امید کر رہا ہے اور اس چیز سے امن نصیب فرماتے ہیں جس سے وہ ڈر رہا ہے (جمع الفوائد) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ صرف ایک شخص کی بخشش ہوگی باقی سب دوزخ میں ڈال دیئے جائینگے تو مجھے (اللہ کی رحمت سے) یہ امید ہوگی کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا اور اگر یہ اعلان ہو کہ صرف ایک شخص جہنم میں جائے گا باقی سب جنت میں داخل ہوں گے تو مجھے یہ خوف ہوگا کہ وہ ایک میں ہی نہ ہوں حضرت علیؓ کا ارشاد اپنے صاحبزادے سے ہے کہ بیٹا اللہ سے ایسا خوف کر کہ اگر تمام دنیا کے آدمیوں کی نیکیاں لے کر جائے تو وہ بھی قبول نہ ہوں اور اللہ پاک سے ایسی اُمید رکھ کہ اگر تو ساری دنیا کے گناہ اپنے ساتھ لے کر جائے تو وہ بھی معاف کردے (احیاء)۔

(تنبیہ) یہ نمونہ کے طور پر چند آداب پر تنبیہ ہے زیارت مدینہ کے مضمون میں بھی کچھ آداب آرہے ہیں وہ بھی ملحوظ رکھیئے۔

چھٹی فصل مکہ مکرمہ اور کعبہ شریف کے فضائل میں

ان دونوں کے اور ان کے خاص خاص مقامات کے بہت سے فضائل قرآن پاک اور احادیث میں آئے ہیں نمونہ کے طور پر چند کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔	یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں (کی عبادت) کیواسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے (یعنی کعبہ شریف) برکت والا مکان ہے اور تمام لوگوں کے لئے ہدایت (کی چیز) ہے۔

ف۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا گیا کہ مکانات تو اس سے پہلے بھی تھے لیکن عبادت کے لئے سب سے پہلے یہ ہی مکان موضوع ہوا متعدد صحابہ کرام سے نقل کیا گیا کہ تمام زمین کے پیدا ہونے سے پہلے یہ جگہ پانی پر بلبلے کی طرح سے تھی پھر اسی کو پھیلا کر ساری زمین اسی سے بنائی گئی جیسا کہ آٹے کے پیڑے سے پھیلا کر روٹی بنائی جاتی ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہود بیت المقدس کو سب سے افضل شہر بتایا کرتے تھے کہ وہاں بہت سے انبیاء کرام کا قیام رہا ہے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں (اور دوسری)

فیہ آیات بینات مقام ابراھیم۔	اس میں بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں (اس کی افضلیت کی) موجود ہیں منجملہ ان کے اس میں مقام ابراہیم ہے۔

ف ۔ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اور اس پتھر پر آپ کے قدموں کا نشان بن گیا تھا اور اب وہ کعبہ شریف کے قریب ایک قبہ میں ہے جس کو مقام ابراہیم ہی کہا جاتا ہے مجاہد کہتے ہیں کہ اس پتھر میں قدم کے نشانات کا ہونا بھی ایک کھلی نشانی ہے (در منثور)۔

ومن دخلہ کان آمنا اور جو شخص اس کے (یعنی حرم کی حدود کے) اندر داخل ہو جاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے

ف ۔ دو وجہ سے وہ جگہ مقام امن ہے ایک آخرت کے اعتبار سے کہ اس میں نماز وحج وغیرہ کرنے سے جہنم کے عذاب سے امن ہوتا ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جو شخص باہر کسی کو قتل کر کے اس میں داخل ہو جائے تو اس کو بدلہ میں وہاں قتل نہ کیا جائے گا البتہ اس کو کھانا وغیرہ بند کر کے مجبور کیا جائے گا کہ وہاں سے باہر نکلے اور باہر قتل کیا جائے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی حرم میں پاؤں تو وہاں اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ باہر نکلے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تو یہ نقل کیا گیا ہے کہ اگر میں اپنے باپ حضرت عمرؓ کے قاتل کو وہاں پاؤں تو میں اس کو مجبور نہ کروں۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی اپنے والد کے قاتل کے متعلق نقل کیا گیا (در منثور)۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا۔ | اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت کہ ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے مرجع بنایا اور امن کی جگہ

ف ۔ مرجع بنانے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ قبلہ بنایا کہ لوگ نمازیں اس کی طرف رجوع کریں دوسرے یہ کہ حج وعمرہ کے لئے اس کی طرف چل کر آ دیں اور ہو سکتا ہے کہ مثابۃ ثواب سے ہو کہ ثواب کی جگہ بنایا

کہ وہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مرجع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے لوگوں کا دل نہیں بھرتا ایک مرتبہ حج کر کے جاتے ہیں پھر بار بار اس کی طرف لوٹتے ہیں (درمنثور)۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم۔

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ بلند کر رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں کعبہ شریف کی اور (ان کے ساتھ مدد کر رہے تھے) اسمٰعیل علیہ السلام اور یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے رب یہ خدمت ہماری قبول کر لیجئے بلاشبہ آپ خوب سننے والے ہیں (دعاؤں کے) اور خوب جاننے والے ہیں (لوگوں کے حالات اور نیتوں کو)۔

ف۔ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی یہ تو قطعی چیز ہے قرآن پاک میں صاف موجود ہے علماء نے لکھا ہے کہ اس مکان سے افضل کون سا مکان ہو سکتا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے اس کے بنانے کا حکم فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کی انجنیری کا نقشہ بتایا حضرت ابراہیم خلیل جیسے بڑے نبی اس کے معمار اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ جیسے جان نثار تعمیر میں مددگار تھے اللہ اکبر کتنی بڑی عظمت ہے اس مکان کی۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت سو برس کی تھی اور حضرت اسمٰعیل کی تیس برس کی (درمنثور) کعبہ کی تعمیر مورخین کے نزدیک متعدد مرتبہ ہوئی ان میں سے بعض متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ اس کی بحث یہ ناکارہ موطا مالک کی عربی شرح میں تفصیل سے ذکر کر چکا ہے جس کا اجمال یہ ہے۔

(۱) مشہور قول کے موافق سب سے اول اس کی تعمیر فرشتوں نے کی

ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اور بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ دوسری تعمیر ہے اس سے پہلے حق تعالیٰ شانہٗ کے امر کن سے اس کی تعمیر ہوئی جس میں فرشتوں کا بھی دخل نہ تھا۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر ہے جو محدثین اور مؤرخین کے نزدیک مشہور ہے مگر قطعی روایت نہیں روایات میں آیا ہے کہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو بنایا تھا لبنان طور سینا، طور زیتا جودی حرا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بنیادی حصہ تعمیر کیا تھا اس کے اوپر آسمان سے بیت معمور نازل ہو کر رکھا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے وصال پر یا طوفان نوحؑ کے وقت وہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

(۳) حضرت شیث علیہ السلام جو حضرت آدمؑ کے صاحبزادہ نبی ہوئے ان کی تعمیر بتائی جاتی ہے۔

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا جو اوپر گذری اور یہ قطعی ہے مورخین نے لکھا ہے کہ یہ بنا نو گز اونچی تھی اور ۳۰ گز لمبی اور ۲۲ گز چوڑی یہ مسقف نہ تھی اور اس کے اندر ایک کنواں تھا جس میں وہ نذر نیاز ڈال دی جاتی تھی جو کعبہ پر نثار کی جاتی تھی۔

(۵) اعمالقہ کی اور (۶) جرہم کی یہ عرب کے دو قبیلے حضرت نوحؑ کی اولاد میں ہیں۔ (۷) قصی کی تعمیر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں پشت میں دادا ہیں (۸) قریش کی تعمیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کے زمانہ میں جس کے بہت سے قصے احادیث میں آتے ہیں حضورؐ کی عمر شریف اس وقت پچیس سال کی تھی اور بعض نے پینتیس (۳۵) سال کی بتائی ہے، اس

کی تعمیر میں حضورؐ کی بھی شرکت ہوئی کہ اپنے کاندھے پر پتھر اٹھا کر لاتے تھے یہی وہ تعمیر ہے جس میں حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے میں قریش میں ایسا نزاع پیدا ہوا کہ ہر جانب سے تلواریں نکل آئیں اور ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اس کے حصہ میں آئے حضورؐ نے اس کا یہ بہترین فیصلہ کیا کہ اپنی چادر مبارک پر اس کو رکھ کر فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی اس چادر کے کنارے کو پکڑ لے اسی طرح اس کو کعبہ کی دیوار تک لے جا کر فرمایا کہ تم سب مجھے اپنی طرف سے وکیل بنا دو کہ اس پر سے اٹھا کر دیوار پر رکھ دوں سب نے وکیل بنا دیا اور حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اوپر رکھ دیا قریش نے اس تعمیر میں اس کا عہد کیا تھا کہ اس میں مشتبہ کمائی نہ لگائی جائے گی حلال کمائی کم رہ گئی جس کی وجہ سے حطیم کی جانب دیوار کو پیچھے ہٹا دیا اور کچھ حصہ کعبہ شریف کا باہر رہ گیا اور کعبہ کا دروازہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے خلاف بہت اونچا کر دیا کہ ہر شخص اس میں داخل نہ ہو سکے بلکہ داخلہ کے واسطے سیڑھی لگانا پڑے جس کو دل چاہے سیڑھی لگا کر داخل کریں جس کو چاہے داخل نہ ہونے دیں۔ حضورؐ کی خواہش تھی کہ کعبہ شریف کو از سرِ نو قواعد (یعنی بنیاد ۱۲) حضرت ابراہیمؑ پر تعمیر کیا جائے مگر اس کی نوبت نہ آئی۔

(۹) سنہ ۶۴ھ میں یزید کی فوج نے جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر مکہ میں چڑھائی کی تو منجنیق سے آگ برسائی جس سے کعبہ کا پردہ بھی جل گیا اور کعبہ کی دیواروں کو بھی نقصان پہنچا۔ اسی اثنا میں یزید مر گیا اور وہ فوجیں وہاں سے واپس آ گئیں تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کو منہدم کر کے از سرِ نو تعمیر کیا جس میں حضورؐ کی خواہش کے موافق حطیم کے حصہ کو اندر داخل کیا اور دروازہ زمین کے قریب کر دیا کہ ہر شخص اس میں

داخل ہو سکے اور دوسرا دروازہ اس کے مقابل دیوار میں قائم کر دیا کہ لوگ ایک دروازہ سے داخل ہوں دوسرے سے نکلتے رہیں اور آنے جانے میں مزاحمت نہ ہو۔ جمادی الاخریٰ ۶۴ھ میں یہ تعمیر شروع ہوئی اور رجب ۶۴ھ یا ۶۵ھ میں پوری ہوئی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی خوشی میں بہت بڑی دعوت کی جس میں سو اونٹ ذبح کئے کعبہ شریف کی تعمیر نو حضرت ابن الزبیرؓ نے پوری فرما دی لیکن اس حادثہ میں ایک اہم نقصان یہ ہوا کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے فدیہ میں جو مینڈھا جنت کا ذبح ہوا تھا اس کے سینگ اس وقت سے کعبہ شریف میں محفوظ تھے وہ اس حادثہ میں جل گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے انتقال کے بعد عبدالملک بن مروان کے زمانہ حکومت میں حجاج نے بادشاہ کو بہکایا کہ ابن زبیرؓ نے کعبہ میں تغیر کر دیا اور اس حال پر نہیں رہا جس پر حضورؐ کے زمانہ میں تھا عبدالملک نے اس کو اجازت دے دی کہ اسی صورت پر کر دیا جائے اس پر حجاج نے قدیم طرز کے موافق شرقی دروازے کو اونچا کر دیا اور اس کے بالمقابل دروازہ کو بند کر دیا اور حطیم کی جانب سے دیوار توڑ کر پیچھے ہٹا دی اور اندر کے حصہ میں بھراؤ کر کے کعبہ کی سطح کو اندر سے اونچا کر دیا ۷۳ھ میں یہ تغیر ہوا اس کے بعد سے اسی حال پر بیت اللہ شریف ایک عرصہ تک رہا کہ اس کی تین جانبیں حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر سے تھیں اور حطیم کی جانب حجاج کی تعمیر سے بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اب تک اصل تعمیر یہی ہے اور آئندہ کے تغیرات مرمتیں ہیں مستقل تعمیریں نہیں ہیں۔ محدثین نے روایت کی ہے کہ ہارون رشید وغیرہ بعض سلاطین نے ارادہ کیا کہ کعبہ شریف

کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کے موافق کر دیا جائے اس لئے کہ حضورؐ کی منشار کے موافق تھی مگر حضرت امام مالک نے بڑے اصرار سے اس ارادہ کو ملتوی کرایا تاکہ کعبہ کی تعمیر بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے کہ ہر بادشاہ اپنے نام کے خاطر اس میں تعمیر کا سلسلہ شروع کر دے۔

(۱۱) سنہ ۱۰۲۱ھ میں سلطان احمد ترکی نے چھت بدلوائی اور دیواروں میں جہاں بوسیدگی آگئی تھی اس کی مرمت کرائی میزاب الرحمۃ کو درست کیا یہ درحقیقت پوری تعمیر کی تجدید نہیں بلکہ اصلاح اور مرمت ہے

(۱۲) سنہ ۱۰۳۹ھ میں سلطان مراد کے زمانے میں جب بہت زور سے سیل کا پانی مسجد میں پہنچ گیا اور بیت اللہ شریف کی بعض دیواریں بھی گر گئیں تو سلطان موصوف نے ان کی تعمیر کرائی غالب یہ ہے کہ جو حصہ منہدم ہو گیا تھا اسی کی تعمیر ہوئی اس لئے اس کو بھی بعض مورخین صرف ترمیم بتاتے ہیں اور بعض تعمیر جدید واللہ اعلم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ حجر اسود کی جانب کے علاوہ اور جانبوں کی تعمیر کی اس صورت میں اس وقت بیت اللہ شریف حجر اسود کی جانب سے حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر ہے اور باقی جانبوں میں سلطان مراد کا تعمیر کیا ہوا ہے امسال محرم ۱۳۶۷ھ میں سلطان ابن سعود نے اس کے دروازے کے کواڑوں اور چوکھٹ کی تجدید کی۔

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس (مائدہ)

حق تعالیٰ شانہٗ نے کعبہ کو جو محترم گھر ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنا دیا۔

ف۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے قائم رہنے کا سبب ان کے دین کا رہنا اور نشاناتِ حج کا قائم رہنا ہے دوسری حدیث

میں ان سے نقل کیا گیا کہ ان کا قائم رہنا یہ ہے کہ جو لوگ اس میں پہنچ جائیں وہ مامون ہو جائیں حسن بصریؒ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ لوگ اپنے دین پر قائم رہیں گے جب تک کہ اس گھر کا حج کرتے رہیں اور نمازیں اس طرف منہ کرتے رہیں (در منثور) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیت اللہ کا طواف بہت کثرت سے کیا کرو دو مرتبہ یہ بالکل منہدم ہو چکا ہے اور تیسری مرتبہ جب بالکلیہ منہدم ہو جائے گا تو اٹھا لیا جائے گا۔ امام غزالی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جب دنیا کو برباد کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو سب سے پہلے بیت اللہ کو منہدم کرایا جائے گا پھر دنیا برباد کی جائے گی (اتحاف) علامات قیامت کی روایات میں قیامت کے قریب کعبہ کا منہدم ہونا کثرت سے وارد ہوا ہے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ وہ حبشی گویا میری نظر کے سامنے ہے جو کعبہ شریف کو ایک ایک پتھر اس کا گرا کر منہدم کرے گا ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگ خیر کے ساتھ رہیں گے جبتک کہ اس حرمت کی (یعنی مکہ اور حرم مکہ کی) ایسی تعظیم کرتے رہیں گے جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے اور جب اس کی تعظیم کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک حجر اسود اور مقام ابراہیم نہ اٹھا لئے جائیں ایک حدیث میں علامات قیامت میں ہے کہ حبشہ کے لوگ کعبہ پر چڑھائی کریں گے اور وہ اتنا بڑا لشکر ہو گا کہ اس کا اگلا حصہ حجر اسود کے پاس ہو گا اور پچھلا حصہ جدہ میں سمندر کے قریب اور کعبہ شریف کو ایک ایک پتھر گرا کر توڑیں گے (اتحاف)۔

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان للہ فی کل یوم ولیلۃ عشرین ومائۃ رحمۃ تنزل علی ھذا البیت ستون للطائفین واربعون للمصلین وعشرون للناظرین کذا فی الدر عن ابن عدی والبیہقی وضعفہ وغیرھما وحسنہ المنذری وفی الکنز بالفاظ آخر وھو فی المسلسلات للشاہ ولی اللہ الدہلوی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کی ایک سو بیس رحمتیں روزانہ اس گھر پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر اور چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس (۲۰) بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر ہوتی ہیں۔

ف - بیت اللہ شریف کا دیکھنا بھی عبادت ہے حضرت سعید بن المسیب تابعی فرماتے ہیں کہ جو ایمان وتصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے وہ خطایا سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا آج ہی پیدا ہوا ابو السائب مدنی کہتے ہیں جو ایمان وتصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پتے درخت سے جھڑ جاتے ہیں اور جو شخص مسجد میں بیٹھ کر بیت اللہ کو صرف دیکھتا رہے چاہے طواف و نماز نفل نہ پڑھتا ہو وہ افضل ہے اس شخص سے جو اپنے گھر میں نفلیں پڑھے اور بیت اللہ کو نہ دیکھے حضرت عطا کہتے ہیں کہ بیت اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور بیت اللہ کو دیکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ رات کو جاگنے والا دن میں روزہ رکھنے والا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنیوالا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔ حضرت عطا ہی سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک مرتبہ بیت اللہ کو دیکھنا ایک سال کی عبادت نفل کے برابر ہے طاؤس کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنا افضل ہے اس شخص کی عبادت سے بھی جو روزہ دار شب بیدار اور

مجاہد فی سبیل اللہ ہو ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنے والا مکہ سے باہر عبادت میں کوشش سے لگے رہنے کے برابر ہے (درمنثور) اور طواف کرنے والوں پر جس قدر رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ مسجد حرام میں تحیۃ المسجد سے طواف افضل ہے اگر کسی وجہ سے طواف نہ کر سکے تو تحیۃ المسجد پڑھے ورنہ بجائے تحیۃ المسجد کے مسجد میں جاتے ہی طواف کرنا افضل ہے البتہ اگر نماز کا وقت قریب ہو تو پھر اس وقت طواف نہ کرے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ جل شانہ اپنے لطف وفضل سے کثرت سے طواف کرنے کی توفیق عطا فرمائے کرز بن وبرہ ایک بزرگ تھے جن کا معمول ہمیشہ روزانہ ستّر طواف دن میں اور ستّر طواف رات میں کرنے کا تھا جس کی مسافت تیس میل روزانہ کی ہوئی اور ہر طواف کے بعد دو رکعت تحیۃ الطواف کی کل دوسو اسی (۲۸۰) رکعتیں ہوئیں ان کے علاوہ دو مرتبہ روزانہ قرآن پاک ختم کرنے کا معمول تھا (احیاء) یہی لوگ ہیں جو آخرت کی دائمی زندگی کے لئے بہت کچھ کما کر لے جا رہے ہیں۔

(۴) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحجر واللہ لیبعثنہ اللہ یوم القیمۃ لہ عینان یبصر بھما ولسان ینطق بہ یشھد علی من استلمہ بحق رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی کذا فی المشکوۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ حجر اسود کو اللہ جل شانہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ اس کے دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور گواہی دے گا اس شخص کے حق میں جس نے اس کو حق کے ساتھ بوسہ دیا ہو۔

ف - حق کے ساتھ بوسہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور تصدیق کے ساتھ

بوسہ دیا ہو۔

حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ کعبہ کے لئے ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں اس نے (پہلے زمانہ میں) حق تعالیٰ شانہٗ سے شکایت کی کہ اے اللہ میری طرف لوٹنے والے کم ہو گئے اور زیارت کرنے والے کم ہو گئے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم (مسلمان) پیدا کرنے والا ہوں جو بڑے خشوع والی ہو گی بڑے سجدے کرنیوالی (نمازی) ہو گی وہ تیری طرف ایسے جھکیں گے جیسا کہ کبوتر اپنے بیضہ کی طرف جھکتا ہے (ترغیب) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حجر اسود اور رکن یمانی قیامت کے دن ایسے حال میں اٹھیں گے کہ ان کے لئے دو آنکھیں اور دو زبانیں اور ہونٹ ہوں گے وفا کی گواہی دیں گے ان لوگوں کے لئے جو ان کو بوسہ دیں گے یعنی اس کی گواہی دیں گے کہ ان بوسہ دینے والوں نے اقرار پورا کر دیا (ترغیب) ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب طواف کرتے ہوئے حجر اسود پر پہنچے تو اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اگر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ آپ نے تجھے بوسہ دیا تو کبھی بوسہ نہ دیتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پاس کھڑے تھے انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ نفع اور نقصان پہنچاتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیسے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ازل میں جب اللہ جل شانہٗ نے سارے بندوں سے اپنے رب العالمین ہونے کا اقرار لیا تھا تو اس اقرار کو کتاب میں درج کر کے اس پتھر میں محفوظ کر دیا تھا پس یہ قیامت کے دن گواہی دے گا کہ فلاں نے اقرار پورا کر دیا اور فلاں (یعنی کافر) منکر ہوا (اتحاف) غالباً اسی وجہ سے

اس جگہ جو دعا مسنون ہے اس کے الفاظ ہیں اللھم ایمانابک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعہدک۔ اے اللہ میں بوسہ دیتا ہوں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو لوگوں کے عقائد کا بہت فکر و اہتمام رہتا تھا کہ مبادا عقیدہ میں کوئی لغزش ہو جائے اسی وجہ سے بیعت الرضوان جس درخت کے نیچے ہوئی تھی وہ بیعت چونکہ بہت اہم تھی حتیٰ کہ حق تعالیٰ شانہ نے بھی رضا کا پروانہ ان حضرات کے لئے قرآن پاک میں نازل فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (سورہ فتح) بیشک اللہ جل شانہ راضی ہو گیا ان مسلمانوں سے جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے لیکن جب حضرت عمرؓ کو یہ معلوم ہوا کہ لوگ اس درخت کے پاس برکت کے طور پر جاتے ہیں تو اس درخت کو کٹوا دیا۔ (در منثور) اسی طرح حضرت عمرؓ کو یہاں بھی خیال ہوا کہ لوگ بت پرستی سے نکل کر آرہے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس پتھر کو بھی بتوں کے پتھر کے مشابہ سمجھ کر بت پرستی کا شائبہ ان میں رہ جائے اس لئے اس پر متنبہ کرنے کے لئے کہ یہ پتھر کی کوئی تعظیم نہیں ہے بلکہ صرف تعمیل حکم ہے مشرکین کی طرح سے یہ بات نہیں کہ اس پتھر میں کوئی تقرب پیدا کرنے کی خاصیت ہے (اتحاف) اسی طرح سے خود کعبہ شریف کے متعلق حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ یہ چند پتھروں کا مکان ہے لیکن اللہ نے اس کو ہمارا قبلہ مقرر کر دیا کہ زندگی میں اس کی طرف نماز پڑھیں اور مرنے کے بعد اس کی طرف منہ کر کے لٹایا جائے (کنز) ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ جب حجر اسود پر پہنچے تو فرمایا میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے

نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان میرا رب صرف وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر میں یہ نہ دیکھتا کہ حضور نے تجھے بوسہ دیا اور ہاتھ لگایا تو نہ بوسہ دیتا نہ ہاتھ لگاتا (کنز) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر نے جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر علی ما ھدانا و لا الہ الا اللہ الذی وحدہٗ لا شریک لہٗ امنت باللہ وکفرت بالجبت والطاغوت واللات والعزی وما یدعی من دون اللہ ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب و ھو یتولی الصالحین۔ اس میں ہر قسم کے شرک سے بیزاری کا اظہار فرمایا اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ بیت اللہ شریف کا طواف یا حجر اسود وغیرہ کا بوسہ اس کو بت پرستی سے کوئی مشابہت نہیں اول اس وجہ سے کہ اس کا طواف وغیرہ صرف تعمیل ارشادِ خداوندی ہے اور بتوں کے طواف کا یا کسی بت کے طواف کا کوئی حکم مالک الملک سے نہیں ہے دوسری اس وجہ سے بھی کہ کعبہ شریف یا حجر اسود وغیرہ میں غیر اللہ سے کوئی تعلق یا علاقہ اور نسبت نہیں ہے مولاہی کا گھر ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ غیر اللہ سے تعلق رکھتے ہیں جس میں شرک ظاہر ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ ارشاد کہ نفع دیتا ہے وہ شہادت اور گواہی کا نفع ہے عدالت میں کسی کی گواہی دینا اس کے لئے نافع تو بہت زیادہ ہے مگر اس سے اس کا قابل پرستش ہونا لازم نہیں آتا حدیث میں آیا ہے کہ مؤذن کی اذان کی آواز جہاں تک پہنچے ہر رطب و یابس اس کے لئے قیامت میں گواہی دے گا لیکن اس کی وجہ سے ہر رطب و یابس کا قابل پرستش ہونا لازم نہیں آتا۔

(۳) عن ابن عباس قال قال | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجر الاسود من الجنۃ وھو اشد بیاضا من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح کذا فی المشکوٰۃ

کا ارشاد ہے کہ حجر اسود جب جنت سے دنیا میں اتارا گیا تو وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا آدمیوں کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا۔

ف۔ یعنی لوگوں نے جو اس کو گناہوں سے آلودہ ہاتھوں سے چھوا تو ان کے گناہوں کی تاثیر سے وہ سیاہ ہو گیا بڑی عبرت کا مقام ہے کہ جب محض ہاتھ لگانے سے پتھر پر یہ اثر ہوا تو ان دلوں کا کیا حال ہوتا ہوگا جو گناہوں سے ہر وقت وابستہ رہتے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر وہ توبہ استغفار سے اس کو دھو دیتا ہے تو وہ صاف ہو جاتا ہے ورنہ لگا رہتا ہے اور جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا داغ لگ جاتا ہے اسی طرح ہوتے ہوتے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اسی کی طرف قرآن پاک کی آیت کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون (بلکہ ان کے برے اعمال کا ان کے دلوں پر زنگ جم گیا) میں اشارہ کیا گیا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اگر مشرکین اس کو نہ چھوتے تو جو بھی بیمار خواہ کیسی ہی بیماری ہوتی جب اس کو چھوتا تو تندرست ہو جاتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے اگر گناہوں کی نحوست جو فاجروں کے چھونے سے اس سے وابستہ ہو گئی نہ ہوتی تو جو اندھا کوڑھی یا کسی اور مرض کا بیمار اس کو چھوتا تو وہ تندرست ہو جاتا (اتحاف)۔

(۴) عن ابی ھریرۃ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال وکل بہ سبعون
ملکا یعنی الرکن الیمانی فمن
قال اللھم انی اسألک العفو
والعافیۃ فی الدنیا والاخرۃ ربنا
آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ
حسنۃ وقنا عذاب النار
قالوا آمین رواہ ابن ماجۃ
کذا فی المشکوۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں جو شخص وہاں جاکر
یہ دعا پڑھے اللھم انی اسألک العفو والعافیہ
فی الدنیا والاخرۃ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ
وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار
تو وہ فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں ترجمہ دعا اے
اللہ میں تجھ سے معافی کا طالب ہوں اور دونوں
جہان میں عافیت مانگتا ہوں اے اللہ تو دنیا میں
بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور جہنم کے عذاب سے حفاظت فرما

ف ۔ رکن یمانی بھی بابرکت مقام ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم
نے حجر اسود یا رکن یمانی کا استلام نرمی یا سختی میں نہیں چھوڑا جب سے ہم نے
دیکھا کہ حضور ان کا استلام کیا کرتے تھے رکن یمانی کا استلام یہ ہے کہ طواف
کرتے ہوئے اس پر ہاتھوں کو پھیرے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حجر اسود اور
رکن یمانی کا مس کرنا خطایا کو ساقط کرتا ہے (کنز) ایک حدیث میں ہے کہ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن یمانی کو بھی بوسہ دیا (اتحاف) اس جگہ
اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام ایسی
طرح ہونا چاہیئے جس میں دوسروں کو اذیت نہ پہنچے کہ یہ فعل مستحب ہے اور
مسلمان کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔

(۵) عن ابن عباس قال سمعت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الملتزم
موضع یستجاب فیہ الدعاء ما دعا اللہ

حضرت ابن عباسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں
کہ ملتزم ایسی جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے
کسی بندہ نے وہاں ایسی دعا نہیں

فیہ عبد لا استجاب بہا کذا فی المسلسلات للشاہ ولی اللہ الدہلوی وذکرہ الجزری فی الحصن مجملا

کی جو قبول نہ ہوئی ہو۔

ف ۔ ملتزم حجر اسود سے لے کر کعبہ شریف کے دروازہ تک کا حصہ کہلاتا ہے غالباً اسی وجہ سے اس کا نام ملتزم ہے کہ اس کے معنی چمٹنے کی جگہ کے ہیں ابو داؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے اس جگہ کھڑے ہو کر اپنے سینہ اور چہرہ کو دیوار سے چمٹا دیا اور دونوں ہاتھوں کو دیوار پر پھیلا دیا اور یہ کہا کہ میں نے اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا اس جگہ کے متعلق جو حدیث دعا کے قبول ہونے کی نقل کی جاتی ہے میرے حضرت نور اللہ مرقدہ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر استاذ حدیث سناتے وقت اپنا ذاتی تجربہ یہ بتاتا ہے کہ میں نے اس جگہ دعا کی اور وہ قبول ہوئی اور اس ناپاک کا بھی ذاتی تجربہ ہے ۔ حسن بصریؒ نے جو خط مکہ والوں کو لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا ہے کہ وہاں پندرہ جگہ دعا قبول ہوتی ہے طواف[1] کرتے وقت ملتزم[2] پر میزاب[3] رحمۃ کے پاس اور کعبہ[4] شریف کے اندر اور زمزم[5] کے کنوئیں کے پاس اور صفا[6] اور مروہ[7] پر اور ان[8] کے درمیان دوڑتے ہوئے اور مقام ابراہیم کے پاس اور عرفات[9] کے میدان میں اور مزدلفہ[10] میں اور منیٰ[11] میں اور تینوں[12] شیطانوں[13] کے کنکریاں مارتے وقت (حصن حصین) اور در منثور کی روایت میں لکھا ہے کہ ملتزم اور میزاب رحمت کے نیچے اور رکن یمانی کے پاس اور صفا اور مروہ پر اور ان کے درمیان اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اور کعبہ شریف کے اندر اور منیٰ مزدلفہ عرفات اور تینوں شیطانوں کے پاس، ہمارے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں اسی روایات کو اختیار کیا ہے بعض علماء نے ان کے علاوہ

مطاف یعنی طواف کرنے کی جگہ اور بیت اللہ شریف پر نظر پڑتے وقت اور حطیم کو اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیانی حصہ کو بھی خصوصیت سے دعا کے مقبول ہونے کی جگہ بتایا ہے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ملتزم رکن یمانی سے لے کر کعبہ کے غربی دروازہ تک کا حصہ ہے جو بند ہے یہ اگرچہ مشہور قول کے خلاف ہے لیکن بعض اکابر کا قول تو ہے ہی (شرح لباب)

(۶) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الرجل فی بیتہ بصلوٰۃ وصلوٰتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوٰۃ وصلوٰتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلوٰۃ وصلوٰتہ فی المسجد الاقصٰی بخمسین الف صلوٰۃ وصلوٰتہ فی مسجدی بخمسین الف صلوٰۃ وصلوٰتہ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلوٰۃ رواہ ابن ماجۃ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی اگر اپنے گھر پر نماز پڑھے تو صرف ایک نماز کا ثواب اس کو ملتا ہے اور محلہ کی مسجد میں پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور میری مسجد میں یعنی مدینہ پاک کی مسجد میں پچاس ہزار کا ثواب ہے اور مکہ مکرمہ کی مسجد میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔

ف۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ مکرمہ مکہ کی مسجد میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں ایک دن کا روزہ مکہ سے باہر ایک لاکھ روزوں کی برابر ہے وہاں ایک درم (جو تقریباً چار آنہ کا ہوتا ہے) باہر کے لاکھ درم کے برابر ہے اور اسی طرح وہاں کی ہر نیکی باہر کی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے (اتحاف) تیسری فصل کی پہلی حدیث میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد گذر چکا ہے

کہ حرم کی نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے بہت سی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کا ثواب مسجد اقصیٰ سے زائد ہے لیکن اس حدیث میں دونوں کا ثواب پچاس ہزار آیا ہے اس لئے علماء نے ان روایات کی وجہ سے اس حدیث میں یہ توجیہہ فرمائی ہے کہ یہاں ہر مسجد کا ثواب اس سے پہلی مسجد کے اعتبار سے ہے یعنی جامع مسجد کا ثواب مسجد قبیلہ کے ثواب سے پانچ سو مرتبہ زائد ہے اس صورت میں جامع مسجد کا ثواب بارہ ہزار پانچسو (۱۲۵۰۰) ہوگیا اور مسجد اقصیٰ کا ثواب ۶۲ کروڑ ۵۰ لاکھ (۶۲،۵۰،۰۰،۰۰۰) ہوگیا اور مسجد مدینہ کا ۳ نیل بارہ کھرب پچاس ارب (۳،۱۲،۵۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰) ہوا اور مسجد حرام کا اکتیس سنکھ پچیس پدم (۳۱،۲۵،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰) ہوا اس صورت میں مسجد مدینہ کا ثواب مسجد اقصیٰ سے بہت زائد ہوگیا لیکن عام روایات میں مسجد حرام کا ثواب جو ایک لاکھ ہے اس سے بہت زائد ہوگیا اور بہتر ہے کہ جب مسجد شریف میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے اول تو ہر مسجد کا یہی حکم ہے کہ جب نماز کے واسطے کسی مسجد میں بھی داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے تاکہ اتنی دیر اعتکاف کا ثواب مستقل ہوتا رہے اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں تو خاص طور سے اس کا خیال رکھے امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ بہت اہم چیز ہے اس کا بہت اہتمام چاہیئے۔

(۷) عن عمرؓ قال لان اخطئ سبعين خطيئة بركية احب الى من ان اخطئ خطيئة واحدة بمكة كذا فى الكنز عن الازرقى۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ میں مکہ میں ایک خطا کروں اس سے یہ بہت زیادہ پسند ہے کہ مکہ سے باہر رکیۃ میں ستر خطائیں کروں۔

ف جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نیکیوں کا ثواب بہت زیادہ ہے ایسے ہی

وہاں گناہ کا وبال بھی سخت ہے اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ
مکہ سے باہر ستر لغزشیں مکہ کی ایک لغزش سے بہتر ہیں حضرت ابن عباسؓ کا
بھی یہی ارشاد تیسری فصل کی پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ اور
حضرت عمرؓ سے کئی مضمون اس کے ہم معنی ذکر کئے گئے اسی وجہ سے بعض
اکابر مکہ مکرمہ میں قیام کو پسند نہ کرتے تھے کہ اس کے ادب احترام کا حق
ادا کرنا مشکل ہے امام غزالی نے لکھا ہے کہ وہاں خطاؤں کا ارتکاب سخت
ممنوع ہے اور قریب ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے غصہ کا موجب بن جائے
(اتحاف) وہب بن الورد ایک بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک دن
حطیم میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے کعبہ کے پردوں کے اندر سے یہ آواز
سنی کہ میں اوّلاً اللہ جل شانہٗ سے شکایت کرتا ہوں اور اس کے بعد اے
جبرئیل تم سے شکایت کرتا ہوں لوگوں کی کہ وہ میرے گرد ہنسی مذاق اور
لغو باتوں میں مشغول رہتے ہیں اگر یہ لوگ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو
میں ایسا پھٹوں گا کہ ہر ہر پتھر میرا جُدا جُدا ہو جائیگا (احیا) حضرت عمرؓ نے ایک
مرتبہ قریش کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم سے پہلے قبیلہ عمالقہ اس گھر
کا متولی اور منتظم ہوا تھا ان لوگوں نے اس کے احترام میں تساہل کیا اور
تعظیم کا حق ادا نہ کیا تو اللہ جل شانہ نے ان کو ہلاک کر دیا اس کے بعد قبیلہ
جرہم اس کے متولی بنے اور جب ان لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی تو اللہ جل شانہٗ
نے ان کو بھی ہلاک کر دیا لہٰذا تم لوگ بہت زیادہ اس کی تعظیم کیا کرو اس
میں سستی نہ کرو (کنز) موسیٰ بن محمد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عجمی شخص طواف
کر رہا تھا نیک دیندار آدمی تھا طواف کرتے ہوئے ایک خوبصورت عورت
کے پازیب کی آواز جو طواف کر رہی تھی اس کے کان میں پڑی یہ شخص اس

عورت کو گھورنے لگا رکن یمانی سے ایک ہاتھ نکلا اور اس زور سے اس کے تھپڑ مارا کہ آنکھ نکل گئی اور بیت اللہ شریف کی دیوار سے ایک آواز آئی کہ ہمارے گھر کا طواف کرتا ہے اور ہمارے غیر کو دیکھتا ہے یہ تھپڑ اس نظر کے بدلہ ہے اور اگر آئندہ کوئی اور حرکت کرے گا تو ہم بھی زیادہ بدلہ دیں گے (مسامرات)

(۸) عن عائشۃ رض قالت کنت احب ان ادخل البیت واصلی فیہ فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فادخلنی فی الحجر فقال صلی فی الحجر اذا اردت دخول البیت فانما ھو قطعۃ من البیت فان قومک اقتصروا حین بنوا الکعبۃ فاخرجوہ من البیت رواہ ابوداود۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں کعبہ شریف کے اندر جاؤں اور اندر جا کر نماز پڑھوں حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں داخل کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب تیرا کعبہ میں داخل ہونے کو دل چاہا کرے تو یہاں آکر نماز پڑھ لیا کر یہ کعبہ ہی کا ٹکڑا ہے تیری قوم نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو اس حصہ کو (خرچ کی کمی کی وجہ سے) کعبہ سے باہر کر دیا تھا۔

ف ۔ کعبہ شریف کے اندر داخل ہونا مستحب ہے اور وہ بھی قبولیت دعاء کی خاص جگہ ہے جیسا کہ حدیث ۵ کے ذیل میں گزرا لیکن رشوت دے کر اندر جانا جائز نہیں قریش نے جب بیت اللہ کو تعمیر کیا تھا جیسا کہ کعبہ کی تعمیروں کے سلسلے میں ۹ میں گزر چکا ہے تو اس کے اندر کی سطح کو بلند کر دیا تھا اور دروازہ بہت بلند کر دیا تھا تاکہ بغیر سیڑھی لگائے آدمی اندر نہ جا سکے اور یہ اپنے اختیار کی بات رہے کہ جس کو دل چاہے داخل ہونے دیں جس کو چاہے نہ داخل ہونے دیں، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا اور خواہش تھی کہ کعبہ کی تعمیر کو سابقہ طرز کے موافق کر دیا جائے چنانچہ حضور نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ عرب نومسلم ہیں یعنی مبادا کعبہ کے

گرانے سے ان کے جذبات میں اشتعال پیدا ہو اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں
کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کرتا اور حطیم کا حصہ اندر داخل کر دیتا اور اس کے دو دروازے
کر دیتا کہ ایک سے لوگ داخل ہوں اور دوسرے سے باہر نکلیں اور دروازہ
کو زمین سے ملا دیتا تیری قوم نے اس لئے اس کے دروازے کو بلند کیا تاکہ
جس کو وہ پسند کریں وہ داخل ہو سکے دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ
حضرت عائشہ سے حضورؐ نے فرمایا کہ بیت اللہ کے بارے میں تیری قوم نے
کوتاہی کی اگر وہ کفر کے زمانے سے قریب نہ ہوتے تو میں اس حصہ کو جس
کو انہوں نے باہر نکال دیا بیت اللہ کے اندر داخل کر دیتا۔ اگر میرے بعد
کعبہ کے بنانے کی نوبت آئی تو آمین۔ تجھے دکھا دوں کہ وہ کتنا حصہ ہے جس
کو انہوں نے باہر نکال دیا اس کے بعد حضورؐ نے تقریباً سات ہاتھ کے بقدر
حصہ دکھایا یہ اور اس قسم کی دوسری روایات کی بنا پر جب حضرت عبداللہ
بن زبیرؓ نے اپنے زمانہ میں کعبہ شریف کو بنایا تو حضورؐ کی خواہش کے موافق
اس کی تعمیر میں اصلاحات کر دی اور حطیم کے حصہ کو اندر داخل کر دیا لیکن اس
کے بعد عبدالملک کے زمانہ میں حجاج نے پھر اس کو ویسے ہی کر دیا جیسا کہ
حضورؐ کے زمانہ میں تھا اس کی نیت تو جو بھی چاہے ہو لیکن یہ اللہ جل شانہٗ
کا انعام ہوا کہ یہ حصہ تعمیر سے باہر ہو گیا جس کی وجہ سے اب کعبہ شریف
کے اندر داخل ہونا ہر شخص کے لئے آسان ہو گیا کہ اس حصہ پر نہ تعمیر ہے نہ
رشوت کی ضرورت ہے جس کا جب دل چاہے وہاں جا کر نماز پڑھے
دعا مانگے کہ یہ کعبہ کے اندر کے حصہ کے حکم میں ہے اسی لئے حضورِ اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے جب انہوں نے اندر داخلے کی تمنا
کی تو فرمایا کہ یہاں کھڑی ہو کر نماز پڑھ لے عورتوں کے لئے بالخصوص اندر

جانے میں بہت سی مشکلات ہیں ان کے لئے یہ حصہ خاص طور سے غنیمت اور اللہ کا احسان ہے کعبہ کے اندر داخل ہونا بھی اگرچہ مستحب ہے اور بہتر ہے لیکن اسکے آداب اور بھی زیادہ ہیں علمائے نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص داخل ہو تو نہایت وقار، عظمت سے داخل ہو بہتر یہ ہے کہ موزے پہنکر داخل نہ ہو بلکہ ان کو نکال دے اور داخلہ سے پہلے غسل کرے اور نہایت خشوع خضوع کے ساتھ روتا ہوا داخل ہو ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تھے، انہوں نے فرمایا کہ یہ پاؤں اس قابل بھی نہیں کہ میرے پاک رب کے گھر کے چاروں طرف پھریں تو میں ان کو اس قابل کہاں سمجھتا ہوں کہ اس پاک گھر کے اندر ان کو داخل کردوں مجھے ان کا حال معلوم ہے کہ یہ کہاں کہاں چلے پھرے ہیں اور کس کس برے ارادے سے چلے ہیں ؎ (اتحاف)۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ — شرم تم کو مگر نہیں آتی

بزمیں چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد — کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند — کہ برون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

کہتے ہیں کہ میں نے جب زمین پر سجدہ کیا تو زمین سے یہ آواز آئی کہ تو نے اس ریا کے سجدہ سے مجھے کیوں خراب کیا اور جب میں کعبہ کو گیا تو مجھے اندر داخل نہ ہونے دیا اور یہ آواز آئی کہ دروازے سے باہر کیا گُل کھلائے جو اندر آنے کی اُمنگ پیدا ہوئی۔ علمائے نے لکھا ہے کہ کعبہ شریف میں داخل ہونے والے کو دو چیز سے خصوصیت سے بچنا چاہیئے جس کو گمراہ لوگوں نے گھڑ رکھا ہے ایک دروازے کے سامنے بالمقابل دیوار میں کڑہ ہے جس کو جاہل لوگ عروۃ الوثقیٰ کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو

اس کو پکڑ لے اس نے عروۃ الوثقیٰ کو پکڑ لیا یہ محض جہالت ہے دوسرے کعبہ شریف کے درمیان میں ایک میخ ہے جس کو احمق سرۃ الدنیا (دنیا کی ناف) کہتے ہیں اور اپنی ناف کو اس پر رگڑتے ہیں یہ دونوں باتیں محض لغو اور حماقت ہیں ان کی کوئی اصل نہیں (مناسک نوری و اتحاف)

(۹) عن جابرؓ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ماء زمزم لما شرب لہ رواہ ابن ماجۃ وبسط صاحب الاتحاف فی تخریجہ وقال شیخنا الشاہ عبد الغنی ھذا الحدیث مشہور علی الالسنۃ کثیرا واختلف الحفاظ فیہ فمنھم من صححہ ومنھم من حسنہ ومنھم من ضعفہ والمعتمد الاول اھ وقال ابن حجر فی شرح مناسک النووی قد کثر کلام المحدثین فی ھذا الحدیث والذی استقر علیہ امر محققیھم انہ حسن او صحیح وقول الذھبی انہ باطل وابن الجوزی انہ موضوع مردود اھ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے وہی فائدہ اس سے حاصل ہوتا ہے۔

ف۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اگر تو اس کو پیاس بجھانے کے واسطے پیئے تو اس کا کام دے اور اگر کھانے کی جگہ پیٹ بھرنے کے لئے پیئے تو اس کا کام دے اور اگر کسی مرض سے صحت کی نیت سے پیئے تو اس کا کام دے، یہ حضرت جبرئیلؑ کی خدمت ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سبیل ہے (اتحاف) حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خدمت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سعی سے یہ چشمہ زمین سے ابلا تھا جس کا قصہ مشہور و معروف ہے حضرت سفیان بن عیینہ جو مشہور محدث ہیں ان کے پاس ایک شخص

آئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ زمزم کا پانی جس کام کے لئے پیا جائے اسی کام کے لئے ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے انہوں نے کہا صحیح ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس لئے پیا تاکہ آپ دو سو حدیثیں مجھے سنائیں انہوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور دو سو حدیثیں ان کو سنا دیں (ابن عیینہ نے یہ بھی کہا کہ حضرت عمرؓ نے زمزم کا پانی پیتے ہوئے کہا یا اللہ میں قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں۔ کنز۔ اتحاف) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں زمزم کا پانی خوب پیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ خود ڈول بھر کر پیوں مگر پھر سب لوگ خود بھرنے لگیں گے اس لئے نہیں بھرا بعض روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ نے خود بھرا ممکن ہے کہ کسی وقت خود بھرا ہو اور دوسرے وقت مجمع کی وجہ سے یہ عذر فرما دیا ہو ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے حضرت عباسؓ سے زمزم کا پانی طلب کیا انہوں نے عرض کیا کہ اس پانی میں (جو کوئی حوض کی قسم سے پانی کے مجتمع ہونے کی جگہ تھی) سب لوگ ہاتھ ڈال دیتے ہیں گھر میں صاف پانی رکھا ہوا ہے اس میں سے لاؤں حضورؐ نے فرمایا نہیں جس میں سے سب پیتے ہیں اسی میں سے پلاؤ انہوں نے پیش کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور آنکھوں پر ڈالا پھر دوبارہ لے کر پیا اور اپنے اوپر دوبارہ ڈالا (کنز) ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ ہم میں اور منافقین میں یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کے پانی کو خوب سیراب ہو کر نہیں پیتے (معمولی سا پیتے ہیں) ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ڈول بھرنے کا حکم فرمایا ڈول بھر کر کنوئیں کے کنارے پر رکھا

گیا حضورؐ نے اس ڈول کو ہاتھ سے پکڑ کر بسم اللہ کہہ کر دیر تک پیا پھر
فرمایا الحمد للہ اس کے بعد پھر بسم اللہ کہکر دیر تک پیا پھر فرمایا الحمد اللہ
پھر ارشاد فرمایا کہ ہم میں اور منافقوں میں یہی فرق ہے کہ وہ خوب سیراب
ہو کر اس کو نہیں پیتے ایک حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ نیک لوگوں
کے مصلے پر نماز پڑھا کرو اور نیک لوگوں کے پانی سے پانی پیا کرو صحابہ
نے عرض کیا کہ نیک لوگوں کا مصلےٰ کیا چیز ہے حضور نے فرمایا کہ میزاب
رحمت کے نیچے پھر صحابہ نے عرض کیا کہ نیک لوگوں کا پانی کیا ہے حضورؐ نے
فرمایا زمزم (اتحاف) ام معبد کہتی ہیں کہ میرے خیمہ کے پاس کو ایک غلام
گزرے جن کے ساتھ دو مشکیزے پانی کے تھے میں نے پوچھا یہ مشکیزے
کیسے ہیں انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ میرے
سردار کے پاس پہنچا کہ حضورؐ کی خدمت میں زمزم کا پانی بھیجا جائے میں بہت
عجلت سے لے جانا چاہتا ہوں تاکہ راستے میں خشک نہ ہو جائے (کنز)
حضرت عائشہؓ زمزم کا پانی اپنے ساتھ لے جاتی تھیں اور یہ نقل کرتی ہیں
کہ حضورؐ بھی لے جایا کرتے تھے ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ ساتھ لے جایا
کرتے تھے اور بیماروں پر چھڑکتے تھے اور حضرت حسن حسین رضی اللہ عنہما
کی تحنیک کے وقت ان کو دیا تھا (شرح لباب) بچہ کے پیدا ہونے کے بعد
سب سے پہلے اس کے منہ میں کچھ ڈالنے کو تحنیک کہتے ہیں اور اس سے
بڑھ کر کیا فضیلت ہو گی کہ شب معراج میں حضرت جبرئیل علیہ السلام
آسمان سے براق لائے اور جنت سے سونے کا طشت لائے لیکن قلب
اطہر کو دھونے کے لئے بجائے جنت کے پانی کے زمزم کا پانی استعمال
کیا گیا حالانکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب بہت سی چیزیں وہاں سے

لائے تو جنت کا پانی لانے میں کیا اشکال تھا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب زمزم کا پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم انی اسألك علما نافعا ورزقا واسعًا وشفاء من کل داء (اتحاف) اے اللہ میں تجھ سے ایسا علم مانگتا ہوں جو نفع دینے والا ہو اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا چاہتا ہوں۔

(۱۰) عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمکۃ ما اطیبك من بلد واحبك الی ولولا ان قومی اخرجونی منك ما سکنت غیرك رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب اسنادًا کذا فی المشکوۃ وفی الاخری لہ واللہ انك لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ الحدیث۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تو کتنا بہتر شہر ہے اور مجھ کو کتنا زیادہ محبوب ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو تیرے سوا کسی دوسری جگہ قیام نہ کرتا۔

ف - اس حدیث کی وجہ سے نیز ان احادیث کی وجہ سے جن میں مکہ کی ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ آیا ہے ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سارے شہروں سے افضل ہے اور وہاں قیام کرنا مستحب اور افضل ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایک ایک نماز ایک لاکھ کی شمار ہوتی ہو تو پھر کون ہے جس کو یہ مرغوب نہ ہو لیکن اس کے باوجود بڑے اکابر وہاں کے قیام کو پسند نہ فرماتے تھے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کا قیام صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی بعض

شافعیہ اور بعض حنابلہ کا مختار ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ وہاں کے مستقل قیام کو مکروہ فرماتے تھے اور ایک بڑی جماعت کا محتاط لوگوں میں سے یہی مذہب ہے مبادا وہاں رہ کر آدمی کو وہاں سے کوئی گرانی اور ملال پیدا ہو یا اس کے احترام میں کسی قسم کی کمی ہو جائے یا وہاں رہ کر آدمی سے کسی قسم کا گناہ صادر ہو جائے کہ جیسا وہاں نیکیوں کا ثواب کہیں زیادہ ہے ایسے ہی وہاں رہ کر گناہ کرنے کا وبال بھی بہت زیادہ سخت ہے لیکن اللہ کے وہ مخلص بندے جو گناہوں سے محترز ہوں ان کے لئے افضلیت میں کیا کلام ہے لیکن وہ اتنی قلیل مقدار ہے کہ ان پر حکم لگانا بھی ایسا ہے جیسا عام مخلوق میں بادشاہ لیکن پارسائی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کا اعتبار نہیں کہ ویسے تو ہر شخص اپنے کو یہی کہتا ہے کہ میں وہاں رہنے کے شرائط پورے کر سکتا ہوں دعویٰ بہت سہل ہے ؎

بہت آساں ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا ۔۔۔ بہت مشکل ہے بچنا بادۂ گلگوں سے خلوت میں

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے حالات کے لحاظ سے کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اگر وہ ان حالات کو دیکھتے جن کو ہم اپنے زمانہ میں دیکھ رہے ہیں تو وہ وہاں کے قیام کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے یہ ملا علی قاری مشاہیر علما میں ہیں ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی ہے جب یہ اپنے زمانے کا یہ حال فرما رہے ہیں تو آج چودہویں صدی کے آخر کا جو حال ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ جن محتاط علما نے مکہ کے قیام کو مکروہ بتایا ہے اس کی تین وجہ ہیں اول یہ کہ ایسا نہ ہو کہ وہاں کے قیام سے وہ ذوق شوق

اور تڑپ بیقراری جو کعبہ شریف کے ساتھ ہونا چاہیئے وہ کم ہو جائے
دوسرے یہ کہ اس سے روانگی کے وقت جو فراق کی تڑپ اور دوبارہ
لوٹنے کا جذبہ پیدا ہوگا وہ وہاں رہنے میں حاصل نہیں ہوتا اس لئے
بزرگوں کا ارشاد ہے کہ تو کسی دوسرے شہر میں رہے اور تیرا دل مکہ مکرمہ
میں اٹکا رہے یہ بہتر ہے اس سے کہ تو مکہ میں رہے اور تیرے دل میں کسی دوسری
جگہ کا داعیہ پیش آئے اور بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا کہ بہت سے لوگ
خراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے قریب
ہیں جو طواف کر رہے ہوں بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان
کی زیارت کو جاتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ مبادا وہاں رہ کر کوئی گناہ صادر
ہو جائے کہ یہ سخت خطرناک ہے اور اللہ جل شانہٗ کے غصہ کا موجب ہے
فقط۔ ویسے تو مکہ مکرمہ سارا ہی بابرکت ہے اس کی ہر جگہ ہر در و دیوار ہر پتھر
اور ریت کا ذرہ بابرکت ہے لیکن چند مقامات اور بھی زیادہ خصوصیت
رکھتے ہیں جن میں سے بعض اس فصل میں گزر چکے ہیں مستقل احادیث ان کے
فضائل میں لکھی جا چکی ہیں ان کے علاوہ حضرت خدیجہؓ کا دولت کدہ جہاں
حضرت فاطمہ الزہرا پیدا ہوئیں اور حضرت ابراہیم کے علاوہ سب اولاد
یہیں پیدا ہوئی، ہجرت تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اسی مکان
میں رہا علما نے لکھا ہے کہ مسجد حرام کے بعد مکہ کے تمام مکانات میں یہ مکان
افضل ہے دوسرے حضور اقدس صلی علیہ وسلم کے پیدائش کی جگہ جو مولد
نبی کے نام سے مشہور ہے تیسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مکان جو
زقاق صوا غین (زرگروں کی گلی) میں ہے اس کو دارالہجرت بھی کہتے ہیں
اس لئے کہ ہجرت کی ابتدا اسی مکان سے ہوئی ہجرت سے قبل حضور روزانہ

یہاں تشریف لایا کرتے تھے وہاں دو پتھر تھے ایک کا نام متکلم ہے اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تھا دوسرا متکا جس پر حضور ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے مولدِ علیؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیدائش کی جگہ دارِ ارقمؓ جو دارِ خیزران سے مشہور ہے صفا پہاڑ کے قریب ہے اس میں حضرت عمرؓ اسلام تھے اور چالیس کا عدد آپ کے ایمان لانے پر پورا ہوا تھا اور قرآن پاک کی آیت یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین اس پر نازل ہوئی تھی اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں مخفی رہا کرتے تھے جبلؓ ثور کا غار جس میں ہجرت کے وقت حضور اقدس اور حضرت ابوبکر صدیقؓ پوشیدہ ہوئے تھے قرآن پاک میں ثانی اثنین اذ ہما فی الغار میں اسی غار کا ذکر ہے۔ جبلؒ حراء کا غار جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے کئی کئی دن تک عبادت کیا کرتے اور تنہائی اختیار فرمایا کرتے تھے اور اسی میں سب سے پہلے آپ پر اقرأ نازل ہوئی مسجدؓ الرایۃ مکہ میں معلے کی طرف ہے حضور نے اس میں نماز پڑھی ہے مسجد الجن جس جگہ جنات کا اجتماع ہوا اور حضورؐ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ اس جگہ تشریف لے گئے اور حضرت ابن مسعود کو ایک جگہ بٹھا کر خود آگے تشریف لے گئے اور جنات کو تعلیم فرمائی قرآن پاک سنایا۔ مسجدؓ الشجرۃ جو مسجد جن کے مقابل ہے اس جگہ ایک درخت تھا جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا وہ زمین کو چیرتا ہوا حاضرِ خدمت ہو گیا پھر حضورؐ نے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا مسجدؓ الغنم جس کو مسجد الاجابۃ بھی کہتے ہیں اس جگہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں بیعت لی تھی مسجدؓ اجیاد مسجد جبل ابوقبیس جو حرم شریف سے نظر آتی ہے لیکن اس جگہ بکری کی سری کھانے کے متعلق

جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے مسجد طویٰ[۱۴] جو تنعیم کے راستے میں ہے
حضورؐ کی جب عمرہ یا حج کے لئے تشریف آوری ہوئی تو اس جگہ قیام فرمایا۔
مسجد عائشہ[۱۵] تنعیم پر جہاں عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے مسجد العقبہ[۱۶] منیٰ کے
قریب جہاں انصار نے ہجرت سے قبل بیعت کی تھی یہ مسجد مکہ سے منیٰ جاتے
ہوئے بائیں ہاتھ پر راستہ سے علیحدہ کو ہے مسجد الجعرانہ[۱۷] جہاں حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد جب طائف سے لوٹ رہے تھے
احرام باندھا تھا۔ مسجد الکبش[۱۸] جس کو منحر ابراہیم بھی کہتے ہیں یہاں حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کیا تھا۔ مسجد الخیف[۱۹] منیٰ میں
مشہور مسجد ہے جس میں کہتے ہیں کہ ستر نبی وہاں مدفون ہیں۔ غار مرسلات[۲۰]
جو مسجد خیف کے قریب ہے سورہ والمرسلات وہاں نازل ہوئی جنت المعلی[۲۱]
مکہ مکرمہ کا مقبرہ ہے حضرت خدیجہؓ کی قبر ہے اور احادیث میں اس مقبرہ کی
فضیلت بھی آئی ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے متبرک مقامات
ہیں اور مکہ مکرمہ میں کون سی جگہ ایسی ہوگی جہاں حضور اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ
کے قدم مبارک نہ پڑے ہوں لیکن ملا علی قاری نے ان مواضع کو خاص
طور سے ذکر کیا ہے۔

ساتویں فصل عمرہ کے بیان میں

جیسا کہ نمازیں کچھ تو فرض نمازیں ہیں جو پانچ مخصوص اوقات میں
فرض کی گئیں اور کچھ نوافل ہیں جو جان نثار قدردانوں کے لئے اس لئے
مشروع کی گئیں کہ جب ان کا دربار کی حاضری کو دل چاہے حاضر ہو جائیں
اسی طرح سے بیت اللہ شریف کی زیارت میں ایک تو حج فرض ہے جو

مخصوص وقت میں ہوتا ہے دوسرا عمرہ ہے جو سال بھر میں بجز پانچ دن کے یعنی نویں ذی الحجہ سے ۱۳ تک تو عمرہ کرنا مکروہ ہے کہ یہ حج کا مخصوص وقت ہے اس کے علاوہ جس دن جتنے دل چاہے عمرے کرے یہ بھی اللہ کا فضل عظیم ہے کہ مشتاق لوگوں کی حاضری کے واسطے ہر وقت حاضری کی اجازت فرمادی عمرہ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سنّت ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک واجب ہے۔ اس لئے کم ازکم ایک عمرہ آدمی کو ضرور کرلینا چاہیئے کہ دو اماموں کے نزدیک یہ مستقل واجب ہے اور حنفیہ کے نزدیک بھی ایک عمرہ کم ازکم کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے مشہور قول کے موافق ورنہ بعض علمائے حنفیہ نے اس کو واجب کہا ہے اور بعض نے فرض کفایۃ۔ اس لئے ایک عمرہ تو جو شخص جانے کی طاقت رکھتا ہو یا وہاں پہنچ جائے وہ ضرور ہی کرلے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا حکم فرمایا ہے۔

واتموا الحج والعمرۃ للہ	اور پورا پورا ادا کیا کرو حج اور عمرہ کو خالص
(سورۃ بقرہ)	اللہ جل شانہٗ کے واسطے۔

ف۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حج اور عمرہ کا پورا پورا ادا کرنا یہ ہے کہ اپنے گھر سے حج کا یا عمرہ کا احرام باندھ کر چلے (درمنثور) اپنے گھر سے احرام باندھ کر چلنا افضل ہے متعدد روایات میں اس کی فضیلت آئی ہے لیکن چونکہ احرام میں بہت سی چیزوں کی احتیاط ضروری ہے اور زیادہ دن تک احرام باندھنے میں بسا اوقات ایسی چیزیں صادر ہوجاتی ہیں جو احرام کے منافی ہیں اس لئے علمائے احتیاطاً اس میں بتاتے ہیں کہ میقات ہی سے احرام باندھا جائے کہ گناہ سے بچنا فضیلت حاصل کرنے سے

زیادہ اہم اور مقدم ہے احادیث میں بھی عمرہ کے فضائل بہت سی روایات میں آئے ہیں ان میں سے بعض پہلی فصل میں حج کے ساتھ گذر چکے ہیں جیسا کہ حدیث ۱۱ و ۱۲ و ۱۵ میں گزرا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حج تو ایک ہی مرتبہ کیا ہے لیکن عمرے چار کئے جن میں سے ایک پورا نہ ہو سکا کہ مشرکین نے مکہ میں داخل نہ ہونے دیا اور اس پر فیصلہ ہوا کہ اس سال نہ کریں دوسرے سال آکر کر لیں اور تین عمرے پورے کئے۔

(۱) عن عمرو بن عبسۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاعمال حجۃ مبرورۃ او عمرۃ مبرورۃ اخرجہ احمد والطبرانی کذا فی الترغیب

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل نیکی والا حج یا نیکی والا عمرہ ہے۔

ف۔ پہلی فصل کی حدیث ۷ میں نیکی والے حج کا بیان گزر چکا ہے وہی مطلب نیکی والے عمرہ کا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمرہ چھوٹا حج ہے (درمنثور) یعنی جو برکات و ثمرات اور فضائل حج کے ہیں وہی سب کچھ کمی کے ساتھ عمرہ کے ہیں۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی حصہ کے لئے کفارہ ہے۔

ف۔ یعنی ایک عمرہ کرنے کے بعد دوسرے عمرہ تک کے درمیان میں جس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی وہ معاف ہو جائیں گی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کفارہ ہے درمیان کے گناہوں کا اور خطاؤں کا (کنز) اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

(۳) عن ابن عباسؓ قال جاءت ام سلیم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت حج ابوطلحۃ وابنہ وترکانی فقال یا ام سلیم عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب۔

حضرت ام سلیمؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ (میرے خاوند) ابو طلحہ اور ان کے بیٹے تو حج کو چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے حضور نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی برابر ہے۔

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر فضیلت رکھتا ہے مختلف احادیث میں وارد ہوا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضورؐ حج کو تشریف لے جانے لگے تو ایک صحابی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے بھی حضورؐ کے ساتھ حج کرا دو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں بیوی نے کہا کہ تمہارا فلاں اونٹ ہے خاوند نے فرمایا کہ وہ تو میں اللہ کے راستہ میں وقف کر چکا ہوں مجبوراً وہ بیچاری رہ گئیں جب حضورؐ حج سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو خاوند نے یہ قصہ حضورؐ سے عرض کیا حضورؐ نے فرمایا کہ حج بھی تو اللہ ہی کا راستہ تھا اگر اس اونٹ پر حج کرا دیتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا پھر خاوند نے عرض کیا کہ حضورؐ میری اہلیہ نے سلام عرض کیا ہے اور یہ دریافت کیا ہے کہ آپ کے ساتھ حج نہ کرنے کی تلافی اب کیا ہو سکتی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے ان کو سلام کہہ دینا اور یہ کہہ دینا کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی برابر ہے (ابوداؤد) اسی قسم کا قصہ حضرت ام سنان کے ساتھ بھی پیش آیا اور ام معقل کے ساتھ بھی ام طلیق کے ساتھ بھی اور ام ہیثم کے ساتھ بھی کہ یہ سب حج کا ارادہ فرماتی رہیں

لیکن کسی نہ کسی عذر کی وجہ سے نہ جا سکیں تو حضورؐ نے ہر ایک سے یہی ارشاد فرمایا کہ ماہ مبارک کا عمرہ حج کے برابر ہے حافظ نے فتح الباری میں ان کی روایات ذکر فرمائی ہیں کہ عمرہ کا حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس عمرہ سے حج فرض پورا ہو جائے گا یہ اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کو بھی خلاف نہیں ہے کہ حج فرض اس سے ادا نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ساتھ رمضان المبارک کی فضیلت مل جانے کی وجہ سے حج کے ثواب کے برابر ہو جاتا ہے ابن جوزی کہتے ہیں کہ بسا اوقات وقت کی فضیلت کی وجہ سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے جیسا کہ خلوص نیت اور اخلاص کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے (فتح)۔

(۴) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحاج والعمار وفد اللہ ان دعوہ اجابھم وان استغفروہ غفر لھم رواہ ابن ماجۃ کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ جل شانہٗ کا وفد ہیں اگر وہ لوگ دعا مانگیں تو اللہ جل شانہٗ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر وہ مغفرت چاہیں تو ان کے گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے

ف۔ جیسا کہ بہت سے آدمی ایک جماعت بنا کر بطور وفد کے کہیں سرکاروں درباروں میں جاتے ہیں ایسے ہی یہ لوگ گویا وفد کے طور پر حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور جیسا کہ وفود کا اکرام واعزاز ہوتا ہے ایسے ہی ان کا بھی اللہ جل شانہٗ کے یہاں اکرام ہوتا ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا وفد تین قسم کے لوگ ہیں ایک مجاہد دوسرے حاجی تیسرے عمرہ کرنے والے (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ جل شانہٗ کا وفد ہیں جب دعا کرتے ہیں قبول ہوتی اور اللہ سے جو مانگتے ہیں ان کا سوال پورا کیا جاتا ہے (ترغیب عن جابرؓ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کا وفد ہیں جو مانگتے ہیں وہ دیا جاتا ہے جو دعا کرتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے جو خرچ کرتے ہیں اس کا بدل ان کو ملتا ہے قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب کسی اونچی جگہ پر کوئی شخص لبیک کہتا ہے یا تکبیر کہتا ہے تو اس کے سامنے کا سارا حصہ زمین کا دنیا کے ختم تک لبیک اور تکبیر کہنے لگتا ہے (ترغیب) ایک اور حدیث میں ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کا وفد ہیں جو مانگتے ہیں وہ ان کو ملتا ہے جو دعا کرتے ہیں وہ قبول کی جاتی ہے جو خرچ کرتے ہیں اس کا بدل ان کو ملتا ہے اور ایک ایک درم کے بدلے میں دس دس لاکھ درم دیئے جاتے ہیں۔ (ترغیب) ایک حدیث میں ہے کہ مکہ کے رہنے والے اگر اس کو جان لیں کہ حاجیوں کا ان پر کتنا حق ہے تو ان کی آمد پر یہ لوگ جا کر ان کی سواریوں کو بوسہ دیں اس لئے کہ وہ لوگ اللہ کا وفد ہیں (در)

(۵) عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانہما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذہب والفضۃ رواہ الترمذی والنسائی کذا فی المشکوٰۃ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ متابعت کرو درمیان حج اور عمرہ کے کہ وہ دونوں مفلسی اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسا آگ کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

ف۔ متابعت کرنے کا مطلب بعض علماء نے لکھا ہے کہ قران کرو جو حج کی تین قسموں میں سے ایک قسم ہے اور حنفیہ کے نزدیک سب قسموں میں سب سے زیادہ افضل یہی صورت ہے اور محققین کے نزدیک حضورؐ کا احرام بھی اسی

کا تھا اس میں حج اور عمرہ کا دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے اور متابعت کرنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر پہلے حج کرلیا ہے تو بعد میں عمرہ کرے اور پہلے عمرہ کیا ہے تو بعد میں حج کرے یہ بھی متابعت ہوگئی ایک اور حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ کے درمیان متابعت عمر میں اضافہ کرتی ہے اور فقر اور گناہوں کو ایسا زائل کرتی ہے جیسا آگ کی بھٹی میل کو ضائع کرتی ہے (ترغیب) ایک حدیث میں ہے ادیموا الحج والعمرۃ للہ الحدیث حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہمیشہ کرتے رہو کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ایسا زائل کرتے ہیں جیسا بھٹی لوہے کے زنگ کو (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ کی کثرت فقر کو روک دیتی ہے (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ لگاتار حج کرنا اور لگاتار عمرہ کرنا فقر اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسا کہ آگ لوہے کے میل کو (کنز) ایک اور حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ میں متابعت کرنا عمر کو بھی بڑھاتا ہے اور روزی کو بھی زیادہ کرتا ہے (کنز) اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون ذکر کیا گیا امام نووی نے لکھا ہے کہ عمرہ کثرت سے کرنا مستحب ہے اور ابن حجر مکی نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ کوئی مہینہ ایسا نہ جانا چاہیئے جس میں بشرط قدرت کم از کم ایک عمرہ نہ کرے اور دو تین کرلے تو بہت بہتر ہے (شرح مناسک)

(۶) عن ابی ھریرۃؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال جھاد الکبیر والضعیف والمرأۃ الحج والعمرۃ رواہ النسائی باسناد حسن کذا فی الترغیب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بوڑھے اور ضعیف لوگوں کا اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔

ف: پہلی فصل کی گیارہویں حدیث کے ذیل میں بھی یہ مضمون گذر چکا

ہے، حضرت عائشہؓ نے حضور سے دریافت کیا کہ کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے حضور نے فرمایا عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے (ترغیب) ایک صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں بہت کم ہمت ہوں دشمن کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں ایسا جہاد بتاؤں جس میں لڑائی نہ ہو انہوں نے عرض کیا ارشاد فرماویں حضورؐ نے فرمایا حج اور عمرہ ہے (در)۔

(۷) عن ام سلمۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اھل بعمرۃ من بیت المقدس غفرلہ رواہ ابن ماجۃ باسناد صحیح کذا فی الترغیب۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ف۔ ام حکیم تابعی عورت ہیں انہوں نے حضرت ام سلمہؓ سے یہ حدیث سنی اور صرف احرام باندھنے کے لئے بیت المقدس تشریف لے گئیں اور وہاں سے احرام عمرہ کا باندھ کر واپس آئیں (ترغیب) یہ وقعت تھی ان حضرات کے یہاں حضورؐ کے پاک ارشادات کی کہ جو شخص کوئی حدیث سن لیتا تھا اپنی وسعت کے موافق اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا چاہے اس میں کتنی ہی مشقت اٹھانا پڑے ایک اور حدیث میں حضرت ام سلمہؓ سے یہ الفاظ نقل کئے گئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے لئے مسجد اقصٰے سے مسجدِ حرام تک آئے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے (در)۔

آٹھویں فصل زیارت مدینہ

ملا علی قاری نے جو مشہور عالم فقیہ محدث حنفی ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ چند حضرات کے علاوہ جن کا خلاف کچھ معتبر نہیں بالاتفاق تمام مسلمانوں کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اہم ترین نیکیوں میں ہے اور افضل ترین عبادات میں ہے اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لئے کامیاب ذریعہ اور پر امید وسیلہ ہے اس کا درجہ واجبات کے قریب ہے بلکہ بعض علمائے نے واجب کہا ہے اس شخص کے لئے جس میں وہاں حاضری کی وسعت ہو اس کا چھوڑنا بڑی غفلت اور بہت بڑی جفا ہے اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ وہاں قیام کے ارادہ سے چلنا مکہ مکرمہ میں قیام کے ارادہ سے چلنے سے افضل ہے یعنی حج کی وجہ سے چلنا تو دوسری بات ہے اس کے علاوہ مدینہ پاک کی طرف چلنا افضل ہے نفقط دُر مختار میں لکھا ہے کہ حضورؐ کی قبر کی زیارت مندوب ہے بلکہ بعض علمانے اس شخص کے حق میں جس میں وسعت ہو واجب کہا ہے علامہ شامی کہتے ہیں کہ خیر رملی شافعیؒ نے ابن حجر سے اس قول کو نقل کیا اور اس کی تائید کی یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کما یحب ربنا ویرضی د بعد دما یحب ویرضی کے جتنے احسانات امت پر ہیں اور جو توقعات مرنے کے بعد آپ سے وابستہ ہیں ان کے لحاظ سے وسعت اور طاقت کے بعد بھی حاضری نہ نصیب ہو بعید محرومی ہے اور معمولی اعذار سے اس سعادت عظمیٰ سے محرومی انتہائی قساوت اور جفا ہے اگرچہ بعض علمائے نے بعض روایات کی بنا پر بجائے حضور کی قبر مبارک کی زیارت کے مسجد کی

زیارت کی نیت کو ضروری بتایا ہے لیکن ائمہ اربعہ کے سب مذاہب
اس پر متفق ہیں کہ حضور کی قبرِ مبارک کی زیارت کا ارادہ بھی مستحب ہے
حنفیہ کی معتبر کتاب سے ملا علی قاری کی عبارت اوپر نقل کر چکا ہوں شافعیہ
کے مقتدا امام نووی اپنی مناسک میں لکھتے ہیں کہ جب حج سے فارغ
ہو جائے تو چاہیئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی
زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے کہ حضورؐ کی قبر کی زیارت اہم
ترین قربات میں سے اور کامیاب مساعی سے ہے الانوار ساطعۃ میں مالکیہ
کے مذہب میں لکھا ہے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت
پسندیدہ سنت ہے جو شرعاً مطلوب ہے اور مرغوب ہے اور اللہ جل شانہٗ
کے یہاں قربت پیدا کرنے میں بہت اونچی چیز ہے اور قاضی عیاض مالکی
نے شفا میں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت
مجمع علیہ سنت ہے بلکہ بعض علمائے مالکیہ نے تو واجب فرما دیا جیسا کہ
قسطلانیؒ نے مواہب میں ابو عمران فاسی کا قول نقل کیا مغنی جو فقہ
حنابلہ کی بہت معتبر کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ
نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص حج کرے پھر میری قبر کی زیارت
کرے اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی اور ایک حدیث میں ہے کہ
جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی
اور امام احمد نے حضورؐ کی یہ حدیث نقل کی کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر
سلام کرے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں اور شرح کبیر میں جو
مذہب حنابلہ کی اہم کتاب ہے لکھا ہے کہ جب حج سے فارغ ہو جائے

تو مستحب ہے کہ حضورؐ کی اور حضورؐ کے دونوں ساتھیوں کی قبر کی زیارت کرے اس کے بعد وہی احادیث ذکر کیں جو مغنی میں گزریں دلیل الطالب جو فقہ حنبلی کا مشہور متن ہے اس میں حج کے احکام لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضورؐ کی قبر مبارک اور حضورؐ کے دو ساتھیوں کی قبر کی زیارت مسنون ہے اس کے شارح نیل المارب میں لکھتے ہیں کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بھی مستحب ہے اس لئے کہ حاجی حج کے بعد بغیر سفر کے ان کی زیارت کیسے کر سکتا ہے اسی طرح روض المربع فقہ حنبلی میں لکھا ہے کہ حضورؐ کی قبر اطہر اور حضورؐ کے دونوں ساتھیوں کی قبروں کی زیارت مستحب ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسا کہ میری زندگی میں میری زیارت کی ان سب سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ ہے اسی لئے بعض علماء نے اس کو اجماعی مسئلہ بتایا جیسا کہ شروع میں گذرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد روایات میں اس کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔

(۱) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی رواہ البزار والدارقطنی قالہ النووی وقال ابن حجر فی شرح المناسک رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ وصححہ جماعۃ کعبد الحق والتقی السبکی اھ وقال القاری فی شرح الشفاء

ابن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگئی۔

صححہ جماعۃ من ائمۃ الحدیث اھ

(۲) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جاء نی زائراً لا یھمہ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعاً قال العراقی رواہ الطبرانی وصححہ ابن السکن کذا فی الاتحاف وبسط فی تخریجہ و قال صححہ عبد الحق فی سکوتہ والتقی السبکی باعتبار مجموع الطرق

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو میری زیارت کو آئے اور اس کے سوا کوئی اور نیت اس کی نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ اس کی سفارش کروں۔

ف دنیا میں کون شخص ایسا ہو گا جس کو محشر کے ہولناک منظر میں حضورؐ کی شفاعت کی ضرورت نہ ہو اور کتنا خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے متعلق حضورؐ یہ فرمادیں کہ اس کی شفاعت میرے ذمہ ضروری ہے علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اس کے لئے خصوصی شفاعت مراد ہے رفع درجات کی ہو یا اس ہولناک دن میں امن کی ہو، یا جنت میں بغیر حساب داخلہ کی یا عمومی سفارش کے علاوہ اس کے لئے خصوصیت سے شفاعت ہو ابن حجر مکی شرح مناسک نووی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ جو شخص میرے پاس آئے اور میری زیارت کے علاوہ کوئی اور غرض اس کی نہ ہو تو مجھ پر اس کا حق ہو گیا کہ میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں میری زیارت کے سوا کوئی اور غرض اس کی نہ ہو کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی غرض نہ ہو جو زیارت کے متعلق نہ ہو لہٰذا مسجد نبوی میں اعتکاف کی نیت یا عبادت کی کثرت یا صحابہ وغیرہ کی زیارت کی نیت اس کے منافی نہیں بلکہ ہمارے علماء نے

اس کی تصریح کی ہے کہ حضورؐ کی زیارت کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت بھی نیت کر لے اھ۔

حنفیہ میں سے صاحب درمختار نے بھی یہی لکھا ہے کہ قبر شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی بھی نیت کرے لیکن ابن ہمام نے فقہائے حنفیہ میں سے لکھا ہے کہ اس حدیث کی بنا پر پہلی مرتبہ تو صرف قبر مبارک ہی کی نیت ہونا چاہیئے البتہ اگر مقدر یاوری کرے اور دوبارہ حاضری کی سعادت نصیب ہو تو مسجد اور قبر شریف دونوں کی نیت کرے اور علامہ شامی نے ملا جامی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ محض زیارت کی نیت سے سفر کیا اس میں حج کو بھی شامل نہ کیا تاکہ محض زیارت ہی کی نیت ہو محبت کی بات تو یہی ہے۔

(۳) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی رواہ الطبرانی والدارقطنی والبیہقی وضعفہ کذفی اتحاف وفی المشکوٰۃ بروایۃ البیہقی الشعب بلفظ من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیوتی واستدل بہ الموفق فی المغنی علی استحباب الزیارۃ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو ایسا ہے گویا کہ میری زندگی میں زیارت کی۔

ف ۔ مشکوٰۃ شریف میں ارشاد نقل کیا گیا کہ جس شخص نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی وہ مثل اس شخص کے ہے جس نے کہ میری زندگی میں زیارت کی ہو اس کے مثل ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صحابی ہو گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں تو گویا یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ زندگی میں کوئی شخص دردولت

پر حاضر ہوا اور مکان سے باہر سے بل کر آئے اس حدیث میں یہ فرمایا گیا کہ حج کے بعد میری زیارت کرے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ کی حاضری پہلے ہونا چاہیئے یا حج پہلے کرنا چاہیئے ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہمارے اکثر مشایخ کی یہ رائے ہے کہ حج پہلے کرنا چاہیئے لیکن موجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وقت میں وسیع گنجائش ہو کہ حج سے پہلے زیارت اطمینان سے کر سکے اور پھر حج بھی اطمینان سے ہو سکے تو زیارت پہلے کرلے ایسا نہ ہو کہ حج کے بعد کوئی عارض پیش آجائے البتہ اگر وقت میں تنگی ہو تو حج کو مقدم کرے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اگر حج فرض ہے تب تو حج کو مقدم کرنا چاہیئے بشرطیکہ مدینہ منورہ راستہ میں نہ پڑتا ہو اگر راستہ میں پڑتا ہو تو پھر بغیر زیارت کے آگے بڑھنا قساوت ہے یہ بہر حال ضروری ہے کہ حج کے وقت میں گنجائش ہو اس کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اگر حج نفل ہے تو اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مقدم کرے اور اولیٰ یہ ہے کہ حج کو مقدم کرے تاکہ گناہوں سے حج کی بدولت پاک ہو کر پاک کی زیارت کرے۔

(۴) عن رجل من آل الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیمۃ ومن سکن المدینۃ وصبر علی بلائھا کنت لہ شھیداً او شفیعاً یوم القیمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الآمنین رواہ البیھقی فی الشعب کذا فی المشکوۃ وفی الاتحاف بروایۃ الطیالسی بسند الی ابن عمرؓ عن عمرؓ ثم قال وعن رجل من آل حاطب رفعہ من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم

حضورؐ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرے پڑوس میں ہو گا اور جو شخص مدینہ میں قیام کرے اور وہاں کی تنگی اور تکلیف پر صبر کرے میں اس کے لئے قیامت میں گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکہ مکرمہ یا حرم مدینہ میں مرجائے گا وہ قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا

القيمة الحديث اخرجه البيهقي وهو مرسل والرجل المذكور مجهول اھ وبسط الكلام علی طرقه السبکي وقال هو مرسل جيد۔

ف۔ متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص ارادہ کرکے میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرا پڑوسی ہے ارادہ کرکے کا مطلب یہ ہے کہ محض اسی ارادہ سے آیا ہو یہ نہ ہو کہ سفر تو کسی دنیوی غرض سے تھا راستہ چلتے زیارت بھی کرلی حدیث نمبر۲ میں بھی اسی قسم کا لفظ گزر چکا ہے کہ میری زیارت کے علاوہ کوئی اور ارادہ نہ ہو دوسرا مضمون جو حدیث بالا میں مدینہ منورہ قیام کے متعلق ہے اس کی روایات آئندہ آرہی ہیں۔

(۵) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی رواہ ابن عدی فی الکامل وغیرہ کذا فی شفاء الاسقام وفی شرح اللباب رواہ ابن عدی بسند حسن۔ وبسط فی تخریجه صاحب الاتحاف وقال رد السیوطی علی ابن الجوزی فی ایرادہ فی الموضوعات وقال لم یصب اھ وقال القاری فی شرح الشفاء رواہ ابن عدی بسند یحتج به۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ف۔ کتنی سخت وعید ہے اور بالکل ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احسانات امت پر ہیں ان کے لحاظ سے وسعت کے باوجود حاضر نہ ہونا سراسر ظلم وجفا ہے محدثین حضرات نے اس حدیث پر کلام کردیا ورنہ اس کی وجہ سے زیارت واجب ہی ہوتی علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ جس شخص نے باوجود وسعت کے زیارت نہ کی اس نے یقیناً جفا کی۔

(۶) عن انس رضؓ قال لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ اظلم منہا کل شیٔ ولما دخل المدینۃ اضاء منہا کل شیٔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ بہا قبری وبہا بیتی وتربتی وحق علی مسلم زیارتہا اخرجہ ابو داود کذا فی الاتحاف فلینظر فلم اجدہ

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مکہ سے تشریف لے گئے تو وہاں کی ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا اور جب مدینہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہوگئی حضورؐ نے فرمایا کہ مدینہ میں میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ اسکی زیارت کرے

ف - یقیناً ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس پاک جگہ کی زیارت کرے اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جن کو وہاں کا قیام نصیب ہے کہ ہر وقت یہ سعادت ان کو میسر ہوتی رہتی ہے اور اس حق کی ادائیگی ان کو ہر وقت میسر ہے۔

(۷) عن انس رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی فی المدینۃ محتسبا کان فی جواری وکنت لہ شفیعا یوم القیمۃ رواہ العقیلی والبیہقی وابو عوانۃ بالفاظ مختلفۃ ذکرہا القاری فی شرح الشفاء وقال قولہ فی جواری بکسر الجیم وفی نسخۃ بضم الجیم ای فی ذمتی وعہدی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مدینہ میں آکر میری زیارت ثواب کی نیت سے کرے (یعنی کوئی اور غرض نہ ہو) وہ میرے پڑوس میں ہوگا۔ اور میں قیامت کے دن اس کا سفارشی ہوں گا۔

ف - یہ مضمون حدیث نمبر ۴ کے ذیل میں بھی گذر چکا ہے اس حدیث میں بعض علماء نے جوار کو جیم کے پیش سے بتایا ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ شخص میرے عہد

اور میری پناہ میں ہوگا اس ہول کے دن میں کوئی شخص حضورؐ کی پناہ میں آجائے اس سے بڑھ کر کیا دولت ہوسکتی ہے۔

(۸) عن ابن عباسؓ من الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتب له حجتان مبرورتان اخرجه الدیلمی کذا فی الاتحاف۔

حضور اقدسؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص حج کے لئے مکہ جائے پھر میرا قصد کرکے میری مسجد میں آئے اس کے لئے دو حج مقبول لکھے جاتے ہیں

ف۔ یعنی اس کے حج کا ثواب دوگنا ہوجاتا ہے۔

(۹) عن ابی ھریرةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ما من احد یسلم علی عند قبری الا رد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام رواہ احمد فی روایة عبد الله کذا فی المغنی للموفق واخرجه ابوداؤد بدون لفظ عند قبری لکن رواہ فی باب زیارة القبور بعد ابواب المدینة من کتاب الحج۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی میری قبر کے پاس آکر مجھ پر سلام پڑھے تو اللہ جل شانہٗ میری روح مجھ تک پہنچا دیتے ہیں میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ف۔ ابن حجر شرح مناسک میں لکھتے ہیں کہ میری روح مجھ تک پہنچانے کا مطلب یہ ہوا کہ بولنے کی قوت عطا فرما دیتے ہیں قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اللہ جل شانہٗ کی حضوری میں مستغرق رہتی ہے تو اس حالت سے سلام کا جواب دینے کی طرف متوجہ ہوتی ہے (بذل) اکثر علماء نے منجملہ ان کے حافظ ابن حجر سے بھی علامہ زرقانی نے نقل کیا کہ یہ مطلب نہیں کہ اس وقت روح واپس آتی ہے بلکہ وہ تو وصال کے بعد ایک

مرتبہ واپس آچکی تو مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ روح میری واپس آچکی اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(۱۰) وقال ابن ابی فدیك سمعت بعض من ادرکت یقول بلغنا انہ من وقف عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلا ھذہ الآیۃ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ثم یقول صلی اللہ علیك یا محمد من یقولھا سبعین مرۃ ناداہ ملك صلی اللہ علیك یا فلاں ولم تسقط لہ حاجۃ کذا فی الشفاء قال القاری فی شرح رواہ البیھقی وابن ابی فدیك وثقہ جماعۃ واحتج بہ اصحاب الکتب الستۃ ومعنی قولہ بلغنا ای فی الحدیث

یہ نقل کیا گیا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوکر یہ آیت پڑھے، ان اللہ ملئکتہ یصلون علی النبی اس کے بعد ستر مرتبہ صلی اللہ علیك یا محمد کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے شخص اللہ جل شانہ تجھ پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کردیجاتی ہے۔

ف۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ صلی اللہ علیک یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہے تو زیادہ بہتر ہے علامہ قسطلانی نے شیخ زین الدین مراغی وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا کہ یا رسول اللہ کہنا اولی ہے علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہ حضور کا نام لے کر پکارنے کی ممانعت ہے لیکن اگر یہی لفظ روایت میں منقول ہے تو منقول کی رعایت کی وجہ سے ممانعت نہ رہے گی اس ناپاک و ناکارہ کے خیال میں روضہ اقدس پر مزدوروں کے رٹے ہوئے الفاظ بغیر سمجھے طوطے کی طرح پڑھنے کے بجائے نہایت خضوع خشوع سکون وقار سے ستر مرتبہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

ہر حاضری کے وقت پڑھ لیا کرے تو شاید زیادہ بہتر ہو علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ ستر مرتبہ کی خصوصیت اس لئے ہے کہ اس عدد کو اجابت میں دخل ہے قرآن پاک میں بھی منافقین کے بارے میں حضور کو ارشاد ہوا ہے ان تستغفر لھم سبعین مرۃ لن یغفر اللہ لھم۔ اگر تم ان منافقوں کے لئے ستر مرتبہ استغفار کرو تب بھی ان کی مغفرت نہ ہوگی۔

(۱۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا کفی امر دنیاہ وآخرتہ و کنت لہ شہیدا او شفیعا یوم القیمۃ رواہ البیھقی فی الشعب والخطیب وابن عساکر کذا فی الدر وبسط طرقہ السبکی فی شفاء الاسقام و فی المواھب وشرحہ عزاہ الی ابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو کسی اور جگہ درود پڑھتا ہے تو اس کی دنیا اور آخرت کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور اس کا سفارشی ہوں گا۔

ف۔ دوسری متعدد احادیث میں آیا ہے کہ جو دور سے کوئی شخص درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ جل شانہ نے فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جو اس کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں اس حدیث شریف میں قبر شریف پر کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنے کی کس قدر فضیلت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود بہ نفس نفیس سنتے ہیں اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مبارک حضرات جو اس پاک شہر میں رہنے والے ہیں اور ہر وقت

بلا واسطہ درود شریف حضور کو سناتے رہتے ہیں سلیمان بن سحیم کہتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی میں نے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ جو لوگ حاضرِ خدمت ہو کر سلام کرتے ہیں آپ کو ان کا علم ہوتا ہے حضور نے فرمایا ہاں ہوتا ہے اور میں ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (اخرجہ سعید بن منصور کذا فی الاتحاف)۔

(۱۲) عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھٰذا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ وعند احمد وابی یعلی وابن خزیمۃ والطبرانی والضیاء من حدیث ابی سعید بلفظ لا تشد رحال المطی الی مسجد یذکر اللہ فیہ الا الی ثلثۃ مساجد کذا فی الاتحاف۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ نہ سفر کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف ایک مسجد حرام دوسرے مسجد بیت المقدس تیسرے میری یہ مسجد۔

ف۔ چونکہ اس حدیث شریف میں تین مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کے سفر کی ممانعت کی گئی اس لئے بعض علمائے نے اس سے دلیل پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پاک کے ارادہ سے سفر کی ممانعت فرمائی ہے وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس نیت سے سفر نہ کرے بلکہ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کرے البتہ وہاں پہنچنے کے بعد مزارِ پاک کی زیارت میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جمہور علمائے کے نزدیک اس حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے ارادہ سے سفر نہ کرے اس لئے کہ یہ تین مساجد تو بہت اہمیت رکھتی ہیں جیسا کہ

چھٹی فصل کی حدیث ۲ میں گذر چکا ہے اس کے علاوہ اور مساجد میں کوئی خاص خصوصیت نہیں جمہور کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس مضمون کی بعض روایات میں خود تصریح موجود ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے بجز ان تین مساجد کے یہ صاف اور واضح ہے کہ خاص خاص شہروں کی مساجد کی نیت کر کے سفر نہ کیا جائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں دستور ہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں آخری جمعہ پڑھنے کی نیت سے بمبئی کلکتہ تک سے لوگ آتے ہیں، یہ محض فضول اور لغو ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ بعض علمانے اس حدیث کی وجہ سے علما اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کے سفر کو ناجائز بتایا حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے قبروں کی زیارت کو منع کر دیا تھا اب (اجازت دیتا ہوں) زیارت کیا کرو اور حدیث مذکورہ بالا مساجد کے بارہ میں وارد ہوئی ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور سب مساجد برابر ہیں ان میں کوئی ایسی ترجیح نہیں جس کی وجہ سے سفر کیا جائے اور مزارات کی برکات اور چیز ہیں میں پوچھتا ہوں کیا انبیاء کی قبروں کی زیارت کو بھی منع کر دیا جائے گا اور جب اس کو منع نہیں کیا جا سکتا تو اولیاء کی قبریں بھی ایسی ہی ہیں فقط بندہ ضعیف کہتا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے لئے سفر کرنا تو مختلف فیہ ہے کہ جائز ہے یا نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ ان مساجد کے علاوہ بہت سے سفر بالاتفاق جائز بلکہ بعض واجب ہیں جیسا کہ حج کی نیت سے سفر جہاد کے لئے سفر طلب علم کے لئے سفر ہجرت کا سفر تجارت کے لئے سفر اس لئے یہ تو بہر حال کہنا ہوگا کہ اس حدیث پاک سے مطلقاً سفر کی ان میں مساجد کے علاوہ ممانعت

مقصود نہیں ہے علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں یہ قصہ نقل کیا ہے کہ شیخ ولی الدین عراقی کہتے ہیں کہ میرے والد زین عراقی اور شیخ عبدالرحمٰن بن رجب حنبلی دونوں حضرات حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر کی زیارت کو ساتھ چلے جب شہر کے قریب پہنچے تو ابن رجب کو خیال آیا کہنے لگے کہ میں نے حضرت خلیل اللہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت کرلی تاکہ قبر کی زیارت کی نیت نہ رہے زین عراقی کہنے لگے کہ تم نے حضور کے ارشاد کے خلاف کیا حضور نے فرمایا کہ تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کیا جائے اور تم نے ان تین کے علاوہ چوتھے کی نیت کرلی اور میں نے حضور کے ارشاد کی تعمیل کی حضور کا مشہور ارشاد ہے کہ قبور کی زیارت کیا کرو اور کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ انبیاء کی قبور کے علاوہ لہٰذا میں نے ارشاد کے موافق کیا (زرقانی) صحابہ کرام اور تابعین حضرات سے قبر اطہر کی زیارت کے لئے سفر ثابت ہے۔

(۱) علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ حضرت بلال رضؓ کا سفر شام سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے لئے عمدہ سندوں سے ثابت ہے جو متعدد روایات میں مذکور ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت بلال رضؓ نے حضرت عمر رضؓ سے درخواست کی کہ مجھے یہاں قیام کی اجازت دے دی جائے حضرت عمر رضؓ نے منظور فرمالیا اور انہوں نے وہاں قیام فرمایا وہیں نکاح کرلیا اس کے بعد ایک دن خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور فرمایا بلال یہ کیا جفا ہے کہ میری زیارت کرنے کا وقت نہیں آتا یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال کی آنکھ کھلی تو نہایت غمگین، خوف زدہ پریشان تھے فوراً اونٹ

پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور روتے ہوئے مزار پاک پر حاضر ہوئے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما خبر سن کر تشریف لائے اور بلال رضی سے اذان کہنے کی فرمائش کی یہ ان سے مل کر لپٹ گئے اور صاحبزادوں کی تعمیل ارشاد میں اذان کہی آواز سن کر گھروں سے مرد عورتیں بیقرار روتی ہوئی نکل آئیں اور حضور کے زمانہ کی یاد نے سب ہی کو تڑپا دیا یہاں استدلال اس خواب سے نہیں ہے بلکہ حضرت بلال رضی کے سفر سے ہے۔

(۲) متعدد روایات میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی مستقل طور پر شام سے اونٹ سوار قاصد بھیجا کرتے تھے تاکہ قبر اطہر پر ان کا سلام پہنچائیں (شفاء الاسقام)۔

(۳) حضرت عمر رضی جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو کعب احبار جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے مسلمان ہوئے حضرت عمر رضی کو ان کے اسلام لانے کی بڑی خوشی ہوئی اور ان سے فرمائش کی کہ میرے ساتھ مدینہ چلیں تاکہ حضور کی قبر مبارک پر حاضری ہو انہوں نے قبول کیا اور حضرت عمر رضی کے ارشاد کی تعمیل کی۔

(۴) محمد بن عبید اللہ بن عمرو العتبی کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوا اور حاضری کے بعد وہیں ایک جانب کو بیٹھ گیا اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار بدوانہ صورت حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا یا خیر الرسل (اے رسولوں کی بہترین ذات) اللہ جل شانہٗ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس

آجاتے اور آکر اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے) اے اللہ کے رسول میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ جل شانہٗ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور اس میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں اس کے بعد وہ بدو رونے لگے اور یہ شعر پڑھے ؎

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ	اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی
فطاب من طیبھن القاع والاکم	ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی
نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ	وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی پھیل
فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم	گئی میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ

مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے اس میں جود ہے اس میں کرم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے استغفار کی اور چلے گئے عتبی کہتے ہیں کہ میری ذرا آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضور نے فرمایا کہ جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ میری سفارش سے اللہ جل شانہٗ نے اس کی مغفرت فرمادی (ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن الجوزی فی مثیر العزم وغیرہما باسانیدہم کذا فی شفاء الاسقام والمواہب وذکرہ الموفق مختصراً) اکثر حضرات نے یہی دو شعر نقل کئے ہیں مگر امام نووی نے اپنی مناسک میں اس کے بعد دو شعر اور نقل کئے ہیں ؎

انت الشفیع الذی ترجی شفاعتہ	آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کے ہم
علی الصراط اذا ما زلت القدم	امیدوار ہیں جس وقت کہ پل صراط پر لوگوں کے
وصاحباک لا انساھما ابداً	قدم پھسل رہے ہوں گے اور آپ کے دو ساتھیوں

منی السلام علیکم ماجری القلم کو تو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا میری طرف سے
تم سب پر سلام ہوتا ہے جب تک کہ دنیا میں لکھنے کے لئے قلم چلتا رہے یعنی قیامت تک

نویں فصل آداب زیارت میں

حج کے متعلق جتنے رسائل عربی فارسی یا اردو میں لکھے گئے ہیں سب میں روضۂ اطہر پر حاضری اور زیارت کے آداب و فضائل تفصیل سے لکھے گئے ہیں علماء نے اس سے مستقل استدلال اس کی فضیلت اور استحباب پر کیا ہے کہ جو شخص بھی احکام حج لکھتا ہے وہ اس کے ساتھ ہی ساتھ آداب زیارت بھی لکھتا ہے اسحٰق بن ابراہیم فقیہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ سے حجاج کا یہ معمول متعارف ہے کہ جو شخص حج کرتا ہے وہ مدینہ منورہ حاضر ہوتا ہے تاکہ حضور کی مسجد میں نماز پڑھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت سے تبرک حاصل کرے اور حضور کے منبر اور قبر شریف اور بیٹھنے کی جگہ اور جہاں حضور کا دست مبارک لگا ہے یا قدم شریف گزرا ہے وغیرہ وغیرہ امور سے برکت حاصل کرے ملا علی قاری شرح شفاء میں لکھتے ہیں لیکن ان سب میں اصل نیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہی کی ہونا چاہیے باقی مشاہد کی زیارت تبعاً ہونا چاہیئے اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حج کے لئے مخلوق جاتی ہے اور بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اعذار کی وجہ سے مدینہ طیبہ حاضر نہ ہوتے ہوں اگر ان حضرات کی یہ حاضری روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے نہیں ہے بلکہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے جانا ہے تو ان میں

سے دسواں بیسواں حصہ مسجد اقصیٰ کی زیارت کے لئے بھی تو جایا کرتا کہ وہ بھی تین مساجد میں سے ایک ہے اس لئے جن علما نے اس کو اجماعی مسئلہ لکھا ہے وہ بے محل نہیں ہے آٹھویں فصل کے شروع میں چاروں ائمہ کی فقہ کی کتابوں کی عبارتیں نقل کی گئیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب حضرات اس کے استحباب پر متفق ہیں بلکہ فقہ حنبلی کی کتاب دلیل الطالب میں قبر شریف کی زیارت کو تو سنت لکھا ہے اور مسجدِ نبوی میں نماز کو مستحب لکھا ہے جن حضرات نے حج میں رسائل لکھے ہیں ان میں زیارت کے آداب اور زیارت کے وقت سلام وغیرہ کے الفاظ بھی تحریر فرمائے ہیں مختصر طور پر چند آداب اس رسالہ میں بھی لکھے جاتے ہیں ورنہ اصل تو یہ ہے ع کہ محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی آدابِ حج میں جو مضامین گزر چکے ہیں وہ بھی خاص طور سے ملحوظ رکھے جائیں۔

(۱) اس میں اختلاف ہے کہ حج کو مقدم کرے یا زیارت کو اس کے متعلق اس سے پہلی فصل کی حدیث ۳ میں بیان گزر چکا ہے۔

(۲) جب زیارت کا ارادہ کرے تو سب سے اول چیز یہ ہے کہ اس سفر میں سفر کی نیت کیا ہونا چاہیئے بہت سے حضرات نے اس حدیث کی بنا پر جو اس سے پہلی فصل کے ۲ پر گذری ہے یہ تحریر فرمایا ہے کہ روضہ اطہر کی زیارت کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کی بھی زیارت کی نیت کرلے تاکہ اشکال ہی باقی نہ رہے لیکن شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس عبد ضعیف کے نزدیک نیت کو خالص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے خاص کرنا چاہیئے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی زیادتی بھی ہے اور

اس حدیث شریف پر عمل بھی ہے جس میں لا تعملہ حاجۃ الا زیارتی وارد ہوا ہے کہ میری زیارت کے علاوہ کوئی اور کام اس کو نہ ہو پھر اگر کبھی مقدر نے یاوری کی تو دوسری مرتبہ میں قبر شریف کے ساتھ مسجد کی زیارت کی بھی نیت کرلے جس حدیث کا شیخ نے ذکر فرمایا ہے اس کے ہم معنی دوسری حدیث آٹھویں فصل کے ۲ پر گزر چکی قطب عالم حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے چنانچہ زبدۃ المناسک میں تحریر فرمایا ہے کہ غرض جب عزم مدینہ کا ہو تو بہتر یوں ہے کہ نیت زیارت قبر مطہر کی کرکے جاوے تا مصداق اس حدیث کا ہو جاوے کہ جو کوئی محض میری زیارت کو آوے شفاعت اس کی مجھ پر حق ہو گئی یہ وہی حدیث ہے جو پہلی فصل کی ۲ پر گذر چکی۔

(۳) جب زیارت کی نیت سے سفر کرے خواہ قبر اطہر کی زیارت کی نیت ہو یا مسجد کی زیارت کی تو اپنی نیت کو خالص اللہ کی رضا کے واسطے خاص کرے اس میں کوئی شائبہ ریا کا تفاخر کا شہرت کا سیر و سیاحت کا یا کسی اور دنیوی غرض کا ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ اس صورت میں نیکی برباد گناہ لازم ہے اگر محض اس وجہ سے سفر کیا کہ لوگ طعن دیں گے کہ بخل کی وجہ سے مدینہ کا سفر بھی نہ کیا تو اپنی جان کو بے فائدہ مشقت میں ڈالا اور پیسے ضائع کئے جیسا کہ پہلی فصل کی حدیث ۱ اور آداب حج میں یہ مضمون گزر چکا ہے۔

(۴) ملا علی قاری نے شرح لباب میں لکھا ہے کہ نیت کے خالص ہونے کی علامت یہ ہے کہ فرائض اور سنن نہ چھوٹنے پاویں ورنہ زیارت سے مشقت اور مالی نقصان کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوا بلکہ توبہ اور

کفارہ ذمہ ہوگیا بندۂ ناکارہ کے خیال میں سنن کا اس سفر میں خاص
اہتمام رکھے اگرچہ سفر کی وجہ سے سنتوں میں خفت آجاتی ہے اور سفر میں
سنتوں کا وہ حکم نہیں رہتا جو حضر میں ہے لیکن مدینہ پاک کی حاضری میں
حتی الوسع زیادہ اہتمام مناسب ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے معمولات عادات شریفہ کی تحقیق کر کے ان کے اتباع کی سعی کرے تو اس
سفر کی شان کے زیادہ مناسب ہے۔

(۵) اس سفر میں درود شریف کی خصوصیت سے کثرت رکھے اور
نہایت توجہ سے پڑھے تمام علماء نے اس کی بہت تاکید لکھی ہے کہ اس
سفر میں درود شریف کی نہایت کثرت کرے جتنی کثرت ہوگی اتنا ہی
مفید ہوگا بلکہ ملا علی قاری نے تو شرح لباب میں یہاں تک لکھا ہے
کہ فرائض اور ضروریات معاش سے جتنا وقت بچے وہ سب کا سب
درود شریف کے پڑھنے میں خرچ کرے اس لئے کہ جتنی بھی مقصد میں
توجہ تام ہوگی اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا ابن حجر شرح مناسک نووی میں
لکھتے ہیں کہ اس راستہ میں درود شریف کی کثرت افضل ہے تو کیا تلاوت
سے بھی افضل ہوگی یا تلاوت اس سے افضل ہوگی یا دونوں برابر تین
صورتیں ہوگئیں اور اسی طرح سے ہر وہ جگہ جہاں درود شریف کی کثرت
مطلوب ہے جیسا کہ شب جمعہ وغیرہ اور ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ درود
شریف کی کثرت تلاوت کی کثرت سے بھی افضل ہے اسلئے کہ یہ اسوقت ایک وقتی
وظیفہ ہے اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ تلاوت مطلقاً افضل ہے
لیکن جن خصوصی مواقع کے لئے خاص خاص ذکر وارد ہوئے ہیں وہاں
وہی ذکر افضل ہوں گے علامہ جزری حصن حصین میں لکھتے ہیں۔

افضل الذکر القرآن الا فیما شرع بغیرہٖ یعنی سب سے افضل ذکر قرآن پاک کی تلاوت ہے مگر جو جگہ کسی دوسرے ذکر سے مشروع ہو وہاں وہ افضل ہوگا مولانا عبدالحیٔ صاحب اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں مثلاً رکوع سجدہ تسبیح کے ساتھ مشروع ہے حتیٰ کہ اس میں اگر تلاوت کیجائے تو مکروہ ہوگی

(۶) ذوق شوق پیدا کرے اور جتنا قریب ہوتا جائے شوق و اشتیاق میں زیادتی پیدا کرے ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتشِ شوق تیز تر گردد

جب وصل کا وعدہ قریب آتا ہے تو شوق کی آگ اور زیادہ بھڑک جایا کرتی ہے کبھی کبھی اس ذوق کو پیدا کرنے کے واسطے نعتیہ اشعار بھی پڑھ لیا کرے حضورؐ کی سیرت کی کوئی کتاب ساتھ ہو یا ملجائے تو اس کو پڑھ لیا کرے یا سن لیا کرے آپس کی مجلسوں میں بھی حضورؐ ہی کے حالات کا تذکرہ رہا کرے اور جو دن مدینہ پاک کے قرب کا آتا جائے اس میں خوشی اور اشتیاق بڑھتا جائے۔

(۷) راستہ میں جو مسجدیں یا مواقع ایسے آئیں جن میں حضور اقدس صلعم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیام یا نماز پڑھنا معلوم ہو ان کی زیارت کرتا جائے اور وہاں نوافل پڑھے یا ذکر و تلاوت وغیرہ کرے اسی طرح جو کنوئیں راستہ میں ایسے آئیں ان کا پانی برکت کے حصول کی نیت سے پیئے ان میں سے بعض کا بیان دسویں فصل میں آئے گا اور ان کے علاوہ دوسرے رسائل سے تلاش کرے معلم الحجاج اور زیارت الحرمین جن کا شروع میں ذکر آچکا ہے ان میں بھی بہت سے مواقع ذکر کئے گئے ہیں ان کو غور سے پڑھے اور مواقع کی تحقیق کرے ان سب میں معرس جو ذوالحلیفہ

کے قریب ہے وہاں نماز پڑھنا زیادہ اہم ہے کہ شافعیہ اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور بعض علماء سے اس کا واجب ہونا نقل کیا گیا (شرح مناسک نووی)۔

(۸) جب مدینہ طیبہ قریب آجائے تو بہت زیادہ ذوق و شوق میں غرق ہو جائے کثرت سے درود شریف بار بار پڑھے اگر سواری پر ہو تو اس کو تیز چلانے کی کوشش کرے حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ قریب ہوتا تو اپنی سواری کو تیز چلاتے ؎ وابرح مایکون الشوق یوماً ٭ اذا دنت الخیام الی الخیام
سب سے بڑھا ہوا شوق اس دن ہوتا ہے جب عشاق کے خیمے معشوق کے خیمہ کے قریب ہو جائیں۔

(۹) جب مدینہ طیبہ کی دیواروں پر نظر پڑ جائے اور اس کے معطر باغ نظر آنے لگیں جو بیر علی کے بعد سے نظر آنے لگتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ سواری سے نیچے اتر جائے اور روتا ہوا ننگے پاؤں چلے ؎

ولما رائنا رسم من لم یدع لنا ٭ فؤاداً لعرفان الرسوم ولا لبا
نزلنا عن الاکوار نمشی کرامۃ ٭ لمن بان عنہ ان نلم بہ رکبا

(ترجمہ) جب ہم نے اس محبوب کے شہر کے نشانات دیکھے جس نے نشانات کے پہچاننے کے واسطے نہ ہمارے پاس دل چھوڑا نہ عقل چھوڑی تو ہم اپنی سواریوں سے اتر گئے اور اس کے اکرام میں پیدل چلنے لگے اس لئے کہ اس کی شان سے یہ بہت بعید بات تھی کہ اس کے پاس سوار ہو کر جائیں پہلے امراء وزرائے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ذوالحلیفہ سے جو تقریباً ۶ میل ہے پیدل چلنے لگتے تھے اور حق یہ ہے کہ اس جگہ پاؤں کے بجائے سر کے بل

بھی چلے تو اس جگہ کے حق کا کوئی حصہ بھی ادا نہیں ہو سکتا ہے

وجئتکم قاصداً اسعی علی بصری لم اقض حقاوای الحق ادیت

اگر میں تمہاری خدمت میں پاؤں کے بجائے آنکھوں سے چل کر آتا تب بھی میں حق ادا نہ کر سکتا تھا اور میں نے آقا تمہارا اور ہی کون سا حق ادا کیا جو یہی ادا کرتا ہے

ولما رآینا من ربوع حبیبنا بطیبة اعلاما اثرن لنا الحبا

وبالترب منہا اذ کحلنا جفوننا شفینا فلا باسا نخاف ولا کربا

جب مدینہ پاک میں محبوب کی منزل کے آثار نظر آنے لگے تو انہوں نے محبت کو بھڑکا دیا اور جب وہاں کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنایا تو ساری بیماریوں سے شفا ہو گئی کہ اب کسی قسم کا مرض ہے نہ تکلیف۔

(۱۰) جب فصیل مدینہ آجائے تو درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم ھذا حرم نبیک فاجعلہ الی وقایۃ من النار وامانا من العذاب و سوء الحساب اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم آگیا اس کو تو میرے آگ سے بچنے کا ذریعہ بنا دے اور عذاب سے بچنے کا ذریعہ بنا دے اور حساب کی برائی سے بچنے کا سبب بنا دے اس کے بعد اس پاک شہر کی خیر و برکت حاصل ہونے کی دعا کرے اور اس کے آداب بجالانے کی توفیق کی دعا کرے اور کسی نامناسب حرکت میں ابتلا سے بچنے کی دعا کرے اور خوب دعائیں کرے۔

(۱۱) بہتر یہ ہے کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے اور پہلے میسر نہ ہو تو داخل ہونے کے بعد مسجد میں داخل ہونے سے پہلے کرلے اور غسل نہ ہو سکے تو وضو کم از کم ضرور کرلے لیکن اولیٰ غسل ہی ہے کہ جتنی نظافت اور طہارت زائد ہوگی اتنا ہی اولیٰ ہے اس کے بعد بہترین لباس پہنے اور

خوشبو لگائے جیسا کہ عیدین یا جمعہ کے لئے کرتا ہو مگر تواضع اور انکسار ملحوظ رہے تفاخر پاس نہ آئے، قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے دیکھ کر سب لوگ شوق و اضطراب میں اونٹوں سے کود پڑے اور اونٹ چھوڑ کر حضور کی بارگاہ میں دوڑ پڑے لیکن اس وفد کے رئیس منذر بن عائذ جن کو اشج عبدالقیس سے تعبیر کرتے ہیں وہ اونٹوں کے ساتھ جائے قیام پر پہنچے اور اپنا اور سب ساتھیوں کا سامان جمع کیا اور احتیاط سے رکھا اس کے بعد غسل کیا نئے کپڑے پہنے اور آہستہ آہستہ وقار کے ساتھ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اول دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی اور دعا کی پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے حضور نے ان کی اس ادا کو پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ جل شانہ کو پسند ہیں ایک حلم یعنی بردباری دوسرے وقار (مظاہر)

(۱۲) بعض علماء نے اس وقت کچھ صدقہ کرنا بھی آداب میں لکھا ہے یعنی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے کچھ صدقہ کر دے ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسنون یہ ہے کہ کچھ صدقہ کرے چاہے قلیل ہی کیوں نہ ہو اور اس کا اہل مدینہ پر صرف کرنا اولی اور بہتر ہے یعنی ان لوگوں پر جو خاص مدینہ کے باشندے ہیں البتہ اگر غیر مدنی زیادہ محتاج ہوں تو وہ مقدم ہیں بندہ کے خیال میں اس وقت کی خصوصیت غالباً اس آیت شریفہ کی وجہ سے ہے جو سورہ مجادلہ میں ہے یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ ذلک خیر لکم واطہر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم اے ایمان والو جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کیا کرو تو اس

سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لئے (ثواب حاصل ہونے کے لئے) بہتر ہے اور (گناہوں سے) پاک ہونے کا ذریعہ ہے اگر تم میں صدقہ دینے کی قدرت نہ ہو تو اللہ جل شانہ غفور رحیم ہے (یہ حکم ابتداءً واجب تھا اس کے بعد کی آیت سے منسوخ ہو گیا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس صدقہ والی آیت پر سب سے پہلے میں نے عمل کیا جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو میرے پاس ایک دینار (اشرفی) تھا اس کو میں نے بھنا کر درم بنا لئے جب حضور سے گفت گو کرتا تو ایک درم پہلے صدقہ کر دیتا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(۱۳) جب شہر میں داخل ہو تو اس وقت کی خصوصی دعائیں پڑھتا ہوا نہایت خشوع خضوع سے داخل ہو اب تک کی عدم حاضری کا قلق ہو دنیا میں حضور کی زیارت نصیب نہ ہونے کا رنج ہو آخرت میں زیارت نصیب ہونے کی آرزو اور تمنا ہو اور اس کا خوف ہو کہ نہ معلوم مقدر ہے یا نہیں اور جیسا کہ کسی بڑے سے بڑے دربار میں حاضری کے وقت رعب و جلال کا اثر ہو وہی منظر یہاں ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور قدر و منزلت ملحوظ ہو درود شریف لگاتار زبان پر جاری ہو۔ (لباب)۔

(۱۴) جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت و ہیبت اور حضور کی علو شان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذات اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے انبیاء کی سردار ہے فرشتوں سے افضل ہے قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے جو حصہ حضور کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے عرش سے افضل ہے

کرسی سے افضل ہے حتیٰ کہ آسمان وزمین کی ہر جگہ سے افضل ہے (لباب)

(۱۵) شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو اگر مستورات کی یا سامان وغیرہ کی مجبوری ہو تو دوسری بات ہے۔ ورنہ سب علما نے لکھا ہے کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد میں حاضر ہونا افضل ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی احادیث میں یہی آیا ہے کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لیجاتے

(۱۶) عورتوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ اگر شہر میں دن کو داخل ہونے کی نوبت آوے تو وہ رات تک انتظار کریں اور رات کے وقت میں مسجد میں حاضر ہوں اس لئے کہ ان کے لئے ہر وہ چیز مقدم ہے جو پردہ میں معین ہو۔

(۱۷) مسجد میں داخلہ کے وقت اس جگہ کے آداب کی رعایت رکھے کہ دایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھے پھر بایاں پاؤں رکھے اور مسجد میں داخل ہونے کی دعائیں پڑھے اور اعتکاف کی نیت کرے اگر ہر مسجد میں ہمیشہ داخل ہوتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لیا کرے تو مفت کا ثواب ہے اس لئے مناسب ہے کہ جب کسی مسجد میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے۔

(۱۸) بہتر ہے کہ مسجد نبوی میں باب جبرئیل سے داخل ہو اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اس دروازہ سے داخل ہونے کا تھا جس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرے اسی جانب زیادہ تھے (شرح مناسک نووی) لیکن اس دروازے سے داخل ہونا ضروری نہیں ہے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے (شرح لباب)۔

(۱۹) مسجد میں داخل ہونے کے بعد خشوع خضوع عجز وانکسار میں بہت اہتمام کرے وہاں کی زیب وزینت فرش فروش جھاڑ فانوس

قالین قمقموں میں نہ لگ جائے نہ ان چیزوں کی طرف التفات کرے نہایت ادب اور وقار سے نیچی نظر کئے ہوئے نہایت ہی ادب اور احترام سے جائے بے ادبی اور لا اُبالی پن کی کوئی حرکت نہ کرے بڑے اونچے دربار میں پہنچ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ بے ادبی کی کوئی حرکت حرمان و خسران کا سبب بن جائے۔

(۲۰) مسجد میں جانے کے بعد سب سے پہلے روضہ مقدسہ میں جائے یہ جگہ وہ حصہ ہے جو منبر شریف اور قبہ شریف کے درمیان میں ہے۔ اس کو روضہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضور کا پاک ارشاد ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے روضہ باغ کو کہتے ہیں آیندہ فصل میں یہ حدیث آرہی ہے اگر باب جبرئیل سے مسجد میں داخل ہونے کی نوبت آتی ہے تو بہتر یہ ہے کہ حجرہ شریف کے پیچھے سے روضہ میں جائے تاکہ حجرہ کے سامنے سے گذرنے کی صورت میں بغیر سلام کئے آگے بڑھنا نہ پڑے۔

(۲۱) روضہ مقدسہ میں پہنچ کر اول تحیۃ المسجد پڑھے مسجد میں حاضری کے بعد حضور کی خدمت میں حاضری سے قبل تحیۃ المسجد کا پڑھنا اولیٰ ہے اس لئے کہ یہ اللہ کا حق ہے جو رسول کے حق پر مقدم ہے۔" میں اشیخ عبدالقیس کے قصہ میں گذرچکا ہے کہ انہوں نے اول تحیۃ المسجد پڑھی پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں سفر سے آیا تھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے حضور نے دریافت فرمایا کہ تحیۃ المسجد پڑھ لی میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا جاؤ پہلے تحیۃ المسجد پڑھ کر بعد میں میرے پاس آنا (شرح مناسک۔ نووی)۔

(۲۲) تحیۃ المسجد کی ان دو رکعتوں میں قل یا اور قل ہو اللہ پڑھنا اولیٰ ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں شرک سے نفی اور انکار ہے اور دوسری سورت میں اللہ کی وحدانیت اور ذات و صفات کا اقرار ہے۔

(۲۳) علمار نے لکھا ہے کہ روضہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ برکت کی نیت سے کھڑا ہونا اولیٰ ہے اس جگہ کی تعیین زبدہ میں اس طرح کی ہے کہ منبر داہنے مونڈھے کی سیدھ پر رہے اور وہ ستون جس کے سامنے صندوق ہے سامنے رہے امام غزالی نے احیار میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ ستون جس کے پاس صندوق ہے منہ کے سامنے ہو اور وہ دائرہ جو مسجد کی قبلہ کی دیوار میں ہے سامنے رہے لیکن ابن حجر نے شرح مناسک میں لکھا ہے کہ اب وہاں صندوق نہیں رہا وہ جل گیا اب اس کی جگہ ایک محراب بنا دیگئی ہے یہی وہ جگہ ہے جس کو محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں سب اکابر علما نے اس جگہ قیام کو اولیٰ بتایا ہے اس لئے اس بابرکت جگہ کا اہتمام کرنا چاہیئے لیکن اس ناپاک کو مدینہ طیبہ کے ایک سالہ قیام میں ایک مرتبہ بھی یہاں کھڑے ہونے کی جرأت اور ہمت نہ ہوئی اگر یہ جگہ کسی وجہ سے میسر نہ ہو سکے تو پھر سارے روضہ میں کسی جگہ تحیۃ المسجد پڑھے

(۲۴) تحیۃ المسجد سے فارغ ہونے کے بعد اللہ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرے کہ اس نے یہ نعمت جلیلہ عطا فرمائی اور اس پاک ذات سے حج و زیارت کی قبولیت کی دعا کی اور چاہے سجدہ شکر کرے چاہے دو رکعت شکرانہ پڑھے بہت سے علما نے اس وقت سجدۂ شکر کرنے کو لکھا ہے یہاں یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مشہور قول کے موافق شکرانہ کا محض سجدہ مشروع نہیں بلکہ جہاں شکر کا سجدہ وارد ہوا ہے ان

کی تحقیق کے موافق وہاں شکرانہ کی نفلیں مراد ہیں لیکن اس جگہ پر حنیفہ نے سجدۂ شکر کا جواز لکھا ہے جیسا کہ شرح لباب میں تصریح ہے اور اس کے بالمقابل شافعیہ کی تحقیق کے موافق سجدۂ شکر بغیر نفلوں کے بھی مشروع ہے لیکن اس جگہ وہ سجدۂ شکر کے قائل نہیں جیسا کہ شرح مناسک نووی میں ابن حجر نے تصریح کی ہے۔

(۲۵) اگر مسجد میں داخل ہونے کے وقت فرض نماز کھڑی ہونے کو ہو تو اس وقت تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ فرض نماز میں شرکت کرے اسی میں تحیۃ المسجد کی بھی نیت کر لے تو تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا۔ اسی طرح اگر ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوا جب کہ نفلیں مکروہ ہیں جیسا کہ عصر کے بعد تو اس وقت بھی تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔

(۲۶) نماز سے فراغت کے بعد قبر شریف کی طرف چلے اس حال میں کہ دل کو سب کدورات اور آلائشوں سے پاک رکھے اور ہمہ تن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف پوری توجہ کرے علما نے لکھا ہے کہ جس قلب میں دنیا کی گندگیاں اور لہو ولعب شہوتیں اور خواہشیں بھر رہی ہوں اس دل پر وہاں کی برکات کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ ایسے دل والوں پر جو دنیا پر پڑے رہیں اور آخرت سے اور اس کے فکر سے بے تعلق ہوں حضور کے غصہ اور اعراض کا اندیشہ ہے اللہ ہی اپنے فضل سے اس سے پناہ دے لہذا ہر شخص کے لئے ضروری ہے جہاں تک ممکن ہو اس وقت اپنے دل کو دنیوی خرافات سے خالی رکھنے کی کوشش کرے اور اللہ کی رحمت کی وسعت عفو وکرم کے کمال کی امید رکھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمین پر نظر رکھے اور حضور ہی کے

وسیلہ سے اللہ سے معافی کا طالب بن کر حاضر ہو (شرح لباب)۔

(۲۷) جب کسی قبر پر حاضری ہو تو میت کے پاؤں کی طرف سے جائے تاکہ میت کو اگر حق تعالیٰ شانہٗ آنیوالے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت رہے اس لئے کہ جب میت قبر میں دائیں کروٹ لیٹی ہے تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے اگر کوئی سرہانے کی جانب سے آئے تو میت کو دیکھنے میں تعب اور مشقت ہوتی ہے (فتح القدیر) اسی ضابطہ کے موافق اس جگہ بھی بعض علماء نے لکھا ہے کہ قدم مبارک کی جانب سے حاضر ہو جیساکہ ابن حجر نے شرح مناسک میں نقل کیا ہے مواہب میں لکھا ہے کہ زائر کے لئے مناسب یہ ہے کہ قبلہ کی جانب سے ہو کر مواجہ شریف پر حاضر ہو لیکن اگر پاؤں کی طرف سے حاضر ہو تو یہ ادب کے لحاظ سے اولیٰ ہے مگر بعض علمائے نے عام ضابطہ کے خلاف اس جگہ پر سرہانے سے حاضری کو ترجیح دی ہے اس وجہ سے کہ تحیۃ المسجد روضہ میں پڑھی گئی جو حضور کے بالکل سرہانے ہے اس صورت میں اگر وہاں سے چل کر پاؤں کی طرف کو آئے گا تو صورت قبر مبارک کے طواف کی سی بن جائے گی اور قبر کا طواف بالکل جائز نہیں اس لئے اس کی صورت سے بچنے کی رعایت سے اس جگہ سرہانے سے حاضری کو گوارا کیا گیا ورنہ عام ادب ہر قبر پر حاضری کا یہی ہے کہ پاؤں کی طرف سے حاضر ہو۔

(۲۸) جب مواجہ شریف پر حاضر ہو تو سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے اور بائیں طرف کو ذرا مائل ہو تاکہ چہرۂ انور کے بالکل سامنے ہو جائے (زبدہ) صاحب اتحاف کہتے ہیں کہ یہ ستون اب پتیل کی دیوار کے اندر

آگیا ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ چاندی کی کیل جو اس دیوار میں ہے اس کے مقابل کھڑا ہو (شرح لباب) لیکن اب تین جھروکے سامنے کی پیتل کی دیوار میں کر دیئے گئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رض کی مبارک قبروں کا سامنا ہوتا ہے ابن حجر کہتے ہیں کہ چاندی کی میخ جس پر سونے کا جھول ہے وہ چہرۂ انور کی محاذات میں ہے۔

(۲۹) دیوار سے تین چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو کہ ادب کے خلاف ہے اور نگاہ نیچی رہنا چاہیئے ادھر ادھر دیکھنا اس وقت سخت بے ادبی ہے ہاتھ پاؤں بھی ساکن اور وقار سے رہیں یہ خیال کرے کہ چہرۂ انور اس وقت میرے سامنے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میری حاضری کی اطلاع ہے حضور کی علوشان اور علوم مرتبت کا استحضار پوری طرح سے دل میں ہو ابن امیر الحاج مدخل میں لکھتے ہیں کہ جتنے بھی تواضع اور آداب اس وقت کی حاضری کے لکھے جاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ تواضع اور عجز و انکسار ہونا چاہیئے اس لئے کہ آپ کی ذات ایسی شفیع ہے جس کی شفاعت مقبول ہے جس نے آپ کے در کا ارادہ کیا وہ مراد کو پہنچا اور جو آپ کی چوکھٹ پر حاضر ہو گیا وہ نامراد نہیں رہا جس شخص نے آپ کے وسیلہ سے دعا کی وہ قبول ہوئی اور جو مانگا وہ ملا۔ تجربہ اور واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں اس لئے جتنا زیادہ آداب ہو سکے دریغ نہ کرے اور یہ سمجھے گویا میں زندگی میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوں اس لئے کہ امت کے حالات کے مشاہدہ میں اور ان کے ارادہ اور قصد کے ظہور میں اس وقت آپ کی حیات اور ممات میں کوئی فرق نہیں (مدخل اول)۔

(۳۰) اس کے بعد حضور پر سلام پڑھے مناسک کے رسائل میں سلام

کے الفاظ بہت سے نقل کیئے گئے ہیں اس میں سلف کا معمول مختلف رہا ہے بعض اکابر مختلف عنوان اور مختلف الفاظ کے ساتھ سلام پڑھتے تھے اور ذوق و شوق کا تقاضا یہی ہے ؎

ہاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں　　واں ایک خاموشی تیری سب کے جواب میں

اور بعض حضرات نہایت مختصر الفاظ میں سلام پڑھتے تھے ادب اور ہیبت کا تقاضا یہی ہے ؎

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو　　ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ بعض اکابر جیسے کہ حضرت ابن عمرؓ صرف السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پر اکتفا کرتے تھے اور بعض حضرات طویل سلام کو اختیار کرتے تھے اور احادیث میں مختلف الفاظ اور مختلف عنوانوں سے درود شریف وارد ہونے سے اس کی تائید ہوتی ہے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے زبدہ میں سلام کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ سلام میں جس قدر چاہے الفاظ زیادہ کرے مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں لیکن سلف یہاں مختصر الفاظ کہنے کو پسند کرتے ہیں اور جہاں تک بھی اختصار ہو سکے مستحسن رکھتے ہیں امام نووی نے اپنے مناسک میں سلام کے طویل الفاظ لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے غایت اختصار نقل کیا گیا حضرت ابن عمرؓ تو اتنا ہی کہتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ اس ناکارہ کے ناقص خیال میں جو شخص سلام کے الفاظ کا ترجمہ اور مطلب سمجھتا ہو اور ان الفاظ کے بڑھانے سے ذوق میں اضافہ ہوتا ہو اس کو تو تطویل مناسب ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو طوطے کی طرح سے

مزورین کے الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون اور وقار سے آہستہ ٹھیرا ٹھیرا کر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھتا رہے اور جب تک شوق میں اضافہ پاوے انہیں الفاظ کو یا اور کسی سلام کو بار بار پڑھتا رہے اس سے پہلی فصل کے نمبر ۱۵ پر صلی اللہ علیک یارسول اللہ ستر مرتبہ پڑھنا گزرا ہے وہ بھی بہتر ہے مگر سکون اور وقار اور ذوق وشوق سے پڑھے۔

(۳۱) یہ نہایت اہم اور ضروری بات ہے کہ سلام پڑھتے وقت شور شغب ہرگز نہ کرے نہ زور سے چلائے بلکہ اتنی آواز سے کہے کہ اندر تک پہنچ جائے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ نہ تو زیادہ جہر ہو اور نہ بالکل اخفا ہو بلکہ متوسط اور معتدل آواز حضور قلب اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے شرم وحیا لئے ہوئے ہو۔ بخاری شریف میں ایک قصہ لکھا ہے حضرت سائب کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا ایک شخص نے میرے ایک کنکری ماری میں نے ادہر کو دیکھا تو وہ حضرت عمرؓ تھے انہوں نے مجھے (اشارہ سے بلاکر) کہا کہ یہ دو آدمی جو بول رہے ہیں ان کو بلا کر لاؤ میں ان دونوں کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو انہوں نے عرض کیا کہ طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو تمہیں مزہ چکھاتا تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں چلا کر بول رہے ہو۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کو بھی یہ نہیں چاہیئے کہ مسجد میں زور سے بولے (شرح شفاء) حضرت عمرؓ کے اس قصہ میں بعض روایات میں حضرت عمرؓ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ ایسے کوڑے مارتا کہ بدن درد کرنے لگتا اب گویا اجنبی دوسرے شہر کے ہونے کی وجہ سے

مسئلہ سے ناواقفیت کو عذر قرار دیا حضرت عائشہؓ جب کہیں قریب کیل میخ وغیرہ کے ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو روکتیں کہ زور سے نہ ٹھوکیں حضور کی تکلیف کا لحاظ رکھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے مکان کے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو بنانے والوں کو فرمایا کہ شہر کے باہر بقیع میں بنا کر لائیں ان کے بنانے کی آواز کا شور حضور تک نہ پہنچے علامہ قسطلانی مواہب میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا وہی معاملہ ہونا چاہیئے جو زندگی میں تھا اس لئے کہ حضور اپنی قبر میں زندہ ہیں (شرح مواہب) حق تعالیٰ سبحانہ وتقدس نے قرآن پاک میں سورۂ حجرات میں خصوصیت سے اس طرف تنبیہ فرمائی ہے ارشاد والا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم الایہ اے ایمان والو تم اپنی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ آپ سے ایسے زور سے گفتگو کرو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں (ایسا نہ ہو کہ اس حرکت سے) تمہارے (پہلے کئے ہوئے نیک) عمل برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرات شیخین حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے درمیان کسی مشورہ کی گفتگو میں جو حضور کی مجلس میں تھی اختلاف رائے کی وجہ سے تیز گفتگو ہو گئی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی جب حضرات شیخین پر یہ عتاب ہے تو ہم تم کس شمار میں ہیں احادیث میں آیا ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد حضور کی مجلس میں حضرت عمرؓ کی آواز ایسی ہوتی کہ بعض اوقات مکرر پوچھنا پڑتا کہ کیا کہا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو اب سے آپ سے اس طرح گفتگو کروں گا جیسا کہ کوئی راز کی بات کرتا ہو حضرت ثابت بن قیس جہوری الصوت تھے اس آیت کے نازل ہونے

کے بعد اس رنج وغم میں کہ میں تو ہمیشہ ہی زور سے بولتا ہوں میں تو جہنمی ہو گیا گھر سے نہ نکلتے تھے کئی دن کے بعد حضور نے دریافت فرمایا تو واقعہ معلوم ہوا حضور نے ان کی تسلی فرمائی اور ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی (در منثور) ایسی حالت میں جو لوگ وہاں شور برپا کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے اور بہت احتیاط لازم ہے۔

(۳۲) سلام کے بعد اللہ جل شانہٗ سے حضور کے وسیلہ سے دعا کرے اور حضورؐ سے شفاعت کی درخواست کرے بعض علما نے توسل کو منع فرمایا ہے لیکن جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں مغنی جو فقہ حنابلہ میں مشہور معروف ہے اس میں الفاظ سلام میں یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد اتیتک مستغفرا من ذنوبی مستشفعا بک الی ربی فاسئلک یارب ان توجب لی المغفرۃ کما اوجبتھا لمن اتاہ فی حیاتہ الخ اے اللہ تیرا پاک ارشاد ہے اور تیرا ارشاد حق ہے اور وہ یہ ہے ولو انھم اذ ظلموا۔ آخر آیت تک اب میں آپ کے پاس آیا ہوں اور اپنے گناہوں سے مغفرت چاہتا ہوں اور آپ سے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت چاہتا ہوں اے اللہ میں تجھسے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت کو واجب کر دے جیسا کہ تو نے اس شخص کی مغفرت کو واجب کیا جو حضور کی خدمت میں ان کی زندگی میں حاضر ہوا ہو یہی الفاظ شرح کبیر میں بھی نقل کئے گئے اسی طرح ان دونوں کتابوں میں عتبی کا وہ قصہ بھی نقل کیا گیا جو اس سے پہلی فصل کے آخر میں گزرا اور اس میں آیت شریفہ ولو انھم اذ ظلموا الایۃ کا ترجمہ بھی گزر چکا ہے خلفاء عباسیہ میں سے منصور عباسی نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ دعا کے وقت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چہرہ کروں یا قبلہ کی طرف توحضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے منہ ہٹانے کا کیا محل ہے جب کہ آپ تیرا بھی وسیلہ ہیں اور تیرے باپ حضرت آدمؑ کا بھی وسیلہ ہیں حضور کی طرف منہ کر کے حضور سے شفاعت چاہو اللہ جل شانہٗ ان کی شفاعت قبول کرے علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ اس قصہ کو قاضی ایاز نے معتبر اساتذہ سے نقل کیا ہے اس کا انکار کرنا جرارٔۃ ہے (شرح مواہب) علامہ قسطلانی شافعی نے مواہب میں لکھا ہے کہ زائرین کو چاہیئے کہ بہت کثرت سے دعائیں مانگیں اور حضور کا وسیلہ پکڑیں اور حضور سے شفاعت چاہیں کہ حضور کی ذات اقدس ہی ایسی ہے کہ جب ان کے ذریعہ سے شفاعت چاہی جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائیں علامہ زرقانی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ علامہ خلیل (مالکی) کی مناسک میں بھی یہی مضمون لکھا ہے ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے اور اس سے حضرت قدس سرہٗ نے زبدہ میں نقل کیا ہے کہ سلام کے بعد پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرے اور شفاعت چاہے اور یہ الفاظ کہے یارسول اللہ اسألك الشفاعة واتوسل بك الى الله فى ان اموت مسلما على ملتك وسنتك ۔ اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کے وسیلہ سے اللہ سے یہ مانگتا ہوں کہ میری موت آپ کے دین اور آپ کی سنت پر ہو امام نووی نے اپنے مناسک میں حضرت عمرؓ پر سلام کے بعد لکھا ہے کہ پھر پہلی جگہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے اور حضور کے وسیلہ سے اپنے لئے دعا کرے اور حضور کی شفاعت کے ذریعہ اللہ جل شانہٗ سے دعا کرے اور بہتر چیز ہے وہ جو عتبی سے نقل کی گئی عتبی کا قصہ اس سے پہلی فصل کے ختم پر گذر چکا ۔

ابن حجر مکی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضور کے ساتھ توسل کرنا سلف صالح کا طریقہ رہا ہے انبیاء اور اولیاء نے حضور کے وسیلہ سے دعا کی ہے حاکم نے روایت نقل کی ہے اور اس کو صحیح بتایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے دانہ کھانے کی خطا صادر ہوئی تو انہوں نے اللہ جل شانہ سے حضورؐ کے طفیل دعاء کی اللہ جل شانہ نے دریافت کیا کہ آدم تم نے محمدؐ کو کیسے جانا ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا تو حضرت آدم نے عرض کیا کہ یا اللہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا اور مجھ میں جان ڈالی تھی تو میں نے عرش کے ستونوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تھا تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ نے اپنے پاک نام کے ساتھ جس کا نام ملایا ہے وہ ساری مخلوق میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ بے شک وہ ساری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور جب اس کے طفیل تم نے مغفرت طلب کی تو میں نے تمہاری خطا معاف کر دی نیز نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ایک نابینا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بینائی کے لئے دعا چاہی حضور نے فرمایا تم کہو تو میں دعا کروں لیکن اگر تم صبر کرو تو زیادہ بہتر ہے انہوں نے دعا کی درخواست کی حضورؐ نے ان کو فرمایا کہ پہلے بہت اچھی طرح سے وضو کرو اس کے بعد یہ دعا پڑھو اللھم انی اسألک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللھم فشفعہ فی۔ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کے نبی جو رحمت کے نبی ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے طفیل اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے اے اللہ

حضورؐ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما ترمذی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے
اور بیہقی نے بھی اس کو صحیح بتایا ہے اور بیہقی کی روایت میں اس کے آگے یہ بھی ہے کہ
اس دعا کے پڑھنے کے بعد وہ صاحب بینا ہو گئے اور طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ حضورؐ کی
ایک دعا کے الفاظ یہ نقل کئے بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی اے اللہ تیرے نبی کے طفیل اور
گذشتہ انبیاء کے طفیل اس کے بعد ابن حجر نے اور بھی تائید میں اس مضمون کی نقل کیں
اور اس دعا کے متعلق ایک قصہ زیارت کے قصوں میں ۳۲ پر بھی آرہا ہے۔

(۳۳) اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس دعا کے وقت بھی منہ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہونا چاہیئے اگرچہ عام دعاء کا ادب
یہ ہے کہ منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے لیکن اس وقت قبلہ کی طرف منہ
کرنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پشت ہوتی ہے جو ادب
کے خلاف ہے اس لئے اس وقت اسی طرف منہ کر کے دعا کرے۔

(۳۴) اس کے بعد اگر کسی اور شخص نے اپنی طرف سے حضور کی بارگاہ میں
سلام عرض کرنے کی فرمائش کی ہو تو اس کی طرف سے بھی اس طرح سلام عرض
کرے السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستشفع بک الی ربک۔ آپ
پر سلام اے اللہ کے رسول فلاں کیطرف سے جو فلاں کا بیٹا ہے اور وہ
آپ سے اللہ کی پاک بارگاہ میں سفارش چاہتا ہے پہلے فلاں کی جگہ اس
شخص کا نام لے دوسرے فلاں کی جگہ اس کے باپ کا نام لے اگر عربی میں
کہنا مشکل ہو تو اردو میں عرض کر دے کہ فلاں فلاں آدمیوں نے آپ کی
بارگاہ میں سلام عرض کیا اور شفاعت کی درخواست کی ہے۔ علامہ زرقانی
کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی سے سلام پہنچانے کی درخواست کی ہو اور اس
نے اس درخواست کو قبول کر لیا ہو یعنے وعدہ کر لیا ہو کہ میں سلام پہنچا دوں گا

تو اس پر اب اس سلام کا پہنچانا واجب ہو گیا اس لئے کہ یہ بمنزلہ اس کی امانت کے ہے جس کو یہ قبول کر چکا۔ صاحب اتحاف لکھتے ہیں کہ سلف خلف سب کا معمول دوسروں کی معرفت سلام بھیجنے کا رہا ہے اور سلاطین تو مستقل قاصد مدینہ طیبہ حضورؐ کی خدمت میں سلام پہنچانے کے لئے بھیجا کرتے تھے حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ بھی حضورؐ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے مستقل قاصد بھیجا کرتے تھے ناظرین رسالہ سے یہ روسیاہ بھی درخواست کرتا ہے کہ اگر اس مبارک وقت میں یہ سیہ کار کسی کو یاد آجائے تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ زَكَرِيَّا ابْنِ يَحْيٰى الْكَانْدَهْلَوِيِّ يَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ ۔عرض کردیں، احسان ہوگا اور یہ الفاظ یاد نہ رہیں تو اردو ہی میں اس ناکارہ کا سلام عرض کردیں۔

(۳۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کے بعد تقریباً ایک ہاتھ دائیں طرف ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے مشہور قول کے موافق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک حضور کی قبر اطہر کے پیچھے اس طرح سے ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا سر مبارک حضور کے شانہ کے مقابل ہے اس لئے ایک ہاتھ دائیں جانب کو ہو جانے سے حضرت صدیق اکبرؓ کا سامنا ہو جاتا ہے۔

(۳۶) حضرت صدیق اکبرؓ پر سلام سے فراغت کے بعد ایک ہاتھ دائیں جانب ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے اس لئے کہ مشہور قول کے موافق حضرت فاروقؓ کی قبر مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پیچھے اسی طرح ہے کہ حضرت عمرؓ کا سر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے شانہ کے مقابل ہے۔

(۳۷) ان دونوں حضرات کی خدمت میں بھی اگر کسی نے سلام عرض

کرنے کی درخواست کردی ہو تو ہر ایک کی خدمت میں اپنا سلام پڑھنے کے بعد اس کا سلام عرض کر دے اور یہ سراپا خطا و قصور بھی درخواست کرتا ہے کہ اگر ناظرین کو کسی وقت یاد آ جائے تو اس ناپاک کا سلام بھی دونوں بارگاہوں تک پہنچا دیں اللہ جل شانہٗ آپ کو اس احسان کا اپنے لطف سے اجر عطا فرمائے

(۳۸) بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر علیحدہ علیحدہ سلام پڑھنے کے بعد پھر ان دونوں حضرات کے درمیان میں کھڑا ہو یعنے جس جگہ کھڑے ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھا ہے اس سے تقریباً نصف ہاتھ بائیں جانب کو کھڑا ہو تاکہ دونوں کے درمیان میں ہو جائے اور پھر دونوں پر مشترک سلام پڑھے جس کے الفاظ زبدہ میں یہ لکھے ہیں۔

السلام علیکما یا ضجیعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفیقیہ ووزیریہ جزاکما اللہ احسن الجزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشفع لنا ویدعو لنا ربنا ان یحیینا علی ملتہ وسنتہ و یحشرنا فی زمرتہ و جمیع المسلمین۔	تم دونوں پر سلام اے حضورؐ کے پہلو میں لیٹنے والو تم پر سلام اے حضورؐ کے دونوں ساتھیو! تم پر سلام اے حضورؐ کے دونوں وزیرو تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ (ہماری طرف سے) بہترین بدلہ (تمہارے احسانات) کا عطا فرمائے ہم تمہارے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ تم سے حضورؐ کی بارگاہ میں اس بات کی سفارش چاہتے ہیں کہ حضورؐ ہمارے لئے اللہ پاک کی بارگاہ میں شفاعت فرمادیں اور اللہ سے یہ دعا فرمادیں کہ وہ ہمیں حضورؐ کے دین پر اور حضورؐ کی سنت پر زندہ رکھے اور ہمارا اور تمام مسلمانوں کا حشر حضورؐ کی جماعت میں ہو۔

بعض حضرات نے اس سلام کے الفاظ بھی کم و بیش لکھے ہیں جیسا کہ سب سلاموں میں بعض حضرات نے مختصر الفاظ نقل فرمائے ہیں اور بعض نے زائد تحریر فرمائے ہیں اور بعض نے اس مشترک سلام کو ذکر ہی نہیں کیا کہ جب علیحدہ علیحدہ سلام عرض کر چکا ہے پھر مشترک کی کیا ضرورت باقی رہی لیکن جن حضرات نے اس کو ذکر فرمایا ہے غالباً اسی وجہ سے کہ یہاں اب دوبارہ سلام تو بمنزلہ تمہید اور ادب کے ہے اصل مقصود ان دونوں حضرات کی خدمت میں سفارش کی درخواست ہے کہ یہ حضور کی بارگاہ میں دعا کی درخواست اور سفارش کر دیں اسی لئے اس کا ترجمہ لکھا ہے کہ اس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ اس مکرر سلام کی غرض کیا ہے۔

(۳۹) اس کے بعد پھر دائیں طرف آکر دوبارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھا کر اول اللہ جل شانہ کی خوب حمد و ثنا کرے اس نعمت جلیلہ کا اور اس کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کرے پھر خوب ذوق شوق سے حضور پر درود شریف پڑھے پھر آپ کے وسیلہ سے اللہ جل شانہ سے اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اپنے مشائخ کے لئے اپنے اہل و عیال کے لئے اپنے عزیز و اقارب کے لئے اپنے دوستوں اور ملنے والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے دعا کی درخواست کی ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے زندوں کے لئے اور مُردوں کے لئے خوب دعا کرے اور اپنی دعا کو آمین پر ختم کرے (شرح لباب) اور یاد آجاتے تو ناکارہ زکریا کو بھی اپنی اس مبارک دعا میں شامل کر لے۔

(۴۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخینؓ کی مبارک قبروں کی ترتیب اور صورت میں سات روایات کتب حدیث و سیر میں

آئی ہیں ان سب میں دو روایتیں زیادہ مشہور ہیں ان دونوں کی صورت یہاں لکھی جاتی ہے تاکہ حاضرین کو سمجھنے میں سہولت ہو پہلی صورت یہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

علامہ سمہودی نے وفاء الوفا میں ان سب صورتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس صورت کو سب سے زیادہ صحیح اور راجح روایت بیان کیا ہے اس کے اتباع میں صاحب اتحاف نے بھی اس کو اشہر الروایات لکھا ہے

دوسری صورت یہ ہے:۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ یہ دو صورتیں ان سب روایات میں زیادہ راجح ہیں جو حضورؐ کی قبروں کی تصویر میں وارد ہوئیں اور ابوداؤد شریف میں یہ دوسری صورت وارد ہوئی اور حاکم نے اس کو صحیح بتایا، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ ان سات روایات میں سے پانچ ضعیف ہیں اور دو صحیح ہیں ان دو میں بھی پہلی صورت کو اکثر علماء نے راجح قرار دیا اور رزین نے اسی پر وثوق کیا امام نووی نے اس کو مشہور روایت قرار دیا۔

(۴۱) اس کے بعد اسطوانہ ابولبابہ کے پاس آکر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کرے (زبدہ)۔

(۴۲) پھر دوبارہ روضہ میں جاکر نفلیں پڑھے اور دعا درود وغیرہ میں خضوع خشوع سے مشغول رہے دسویں فصل میں جہاں مسجد کے ستونوں کا ذکر آرہا ہے اس میں اس ستون کا مفصل حال آرہا ہے۔

(۴۳) اس کے بعد منبر کے پاس آکر دعا کرے علماء نے لکھا ہے کہ

منبر کی اس جگہ پر جس کو زمانہ کہتے ہیں ہاتھ رکھ کر دعا کرے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت اس پر دست مبارک رکھتے تھے امام غزالیؒ نے احیاء میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نیچے والے زمانہ پر ہاتھ رکھے کہ حضورؐ اس پر ہاتھ رکھتے تھے لیکن ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ وہ زمانہ اب باقی نہیں جب مسجد نبویؐ میں دوسری مرتبہ آگ لگی ہے اس میں جل گیا تھا شفاء قاضی عیاض اور اس کی شرح لعلی القاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا گیا کہ منبر پر حضورؐ کے بیٹھنے کی جگہ ہاتھ پھیر کر انہوں نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا اور ابن قسیط اور عتبی کہتے ہیں کہ منبر کے اس زمانہ پر جو قبر کے نزدیک ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑا کرتے تھے صحابہ کرام برکت کی نیت سے اس پر دایاں ہاتھ پھیرا کرتے تھے زمانہ منبر کی وہ مونٹھ کہلاتی ہے جو انار کی شکل کناروں پر بنی ہوئی ہوتی ہے۔

(۴۴) اس کے بعد اسطوانہ حنانہ کے پاس جاکر درود شریف اور دعا اہتمام سے کرے (زبدہ) ستونوں کے بیان میں سب سے پہلے اسی کا ذکر آرہا ہے۔

(۴۵) اس کے بعد باقی مشہور ستونوں کے پاس جاکر دعا کرے (لباب)

(۴۶) اور اس کی کوشش کرے کہ وہاں کے قیام میں کوئی نماز مسجد نبوی کی جماعت سے فوت نہ ہونے پائے (فتح القدیر) کہ قیام تھوڑا ہے اور ثواب بہت زیادہ نہ معلوم پھر حاضری میسر ہوسکے یا نہ ہوسکے۔

(۴۷) اس کا خیال رکھے کہ زیارت کے وقت نہ دیواروں کو ہاتھ لگادے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی ہے اور نہ دیواروں کو بوسہ دے کہ

یہ حجر اسود ہی کا عمل ہے نہ دیواروں کو چمٹے نہ طواف کرے اس لئے کہ طواف بیت اللہ شریف کے ساتھ خاص ہے قبر کا طواف حرام ہے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جاہلوں کے فعل کا اتباع نہ کرے چاہے وہ صورت سے مشائخ معلوم ہوتے ہوں نہ قبر کے سامنے جھکے نہ زمین کو بوسہ دے نہ قبر کی طرف منہ کر کے اس نیت سے کہ ادھر قبر ہے نماز پڑھے ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اگر قبر کی تعظیم کے لحاظ سے اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس کے کفر کا فتویٰ دیا جائے گا البتہ حجرہ کی پشت پر چونکہ دیوار حائل ہے اس لئے قبر شریف کا ارادہ کئے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے (شرح لباب) موفق ابن قدامہ مغنی میں لکھتے ہیں کہ قبر اطہر کی دیوار کو نہ تو چھونا مستحب ہے نہ چومنا امام احمدؒ نے اس کے معروف ہونے کا انکار فرمایا ہے البتہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل نقل کیا وہ منبر پر حضورؐ کے بیٹھنے کی جگہ ہاتھ رکھ کر اپنے منہ پر پھیرا کرتے تھے امام نووی لکھتے ہیں کہ قبر اطہر کا طواف کرنا ناجائز ہے اور پیٹ کا یا کمر کا قبر شریف کی دیوار سے چمٹانا مکروہ ہے اسی طرح اس پر ہاتھ پھیرنا یا اس کو چومنا بلکہ ادب یہ ہے کہ اس سے دور کھڑا ہو جیسا کہ حضورؐ کی حیات میں ادب کی وجہ سے دور کھڑا ہوتا یہی صحیح ہے اور تمام علماء کی متفقہ رائے ہے اس کے خلاف جو بعض عوام کا عمل دیکھے تو اس سے دھوکا نہ کھائے اور ان کی جہالت کی باتوں کی طرف التفات نہ کرے اور جو یہ خیال کرے کہ دیوار پر ہاتھ پھیرنے سے برکت مقصود ہے یہ اس کی جہالت ہے اس لئے کہ برکت اس میں ہوتی ہے جو شریعت مطہرہ کے موافق ہو حق کے خلاف میں برکت کہاں۔

(۴۷) بلا ضرورتِ شدیدہ قبر شریف کی طرف پشت نہ کرے نہ نماز میں

نہ بغیر نماز کے (شرح لباب) بلکہ نماز میں ایسی جگہ کھڑے ہونے کی سعی کرے کہ نہ اس جانب منہ ہو نہ پشت اور بلا نماز تو اس طرف پشت کرنے کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔

(۴۸) اس کا لحاظ رکھے کہ جب قبر شریف کے مقابل سے گزرنا ہو تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھے حتیٰ کہ علمائے نے لکھا ہے کہ اگر مسجد سے باہر بھی قبر شریف کے مقابل سے گزرے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھے حضرت ابو حازم صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آئے اور یہ کہا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابو حازم سے کہہ دینا کہ تم میرے پاس سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہو کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے اس کے بعد سے ابو حازم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب ادھر سے گزرتے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھتے (شرح لباب)۔

(۴۹) مدینہ پاک کے قیام میں قبر شریف پر کثرت سے حاضری کا اہتمام رکھے امام اعظمؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ تینوں حضرات کے نزدیک کثرت سے حاضر ہوتے رہنا پسندیدہ ہے البتہ امام مالکؒ نے کثرت حاضری کو پسند نہیں کیا جس کی وجہ علما یہ فرماتے ہیں کہ مبادا بار بار کی حاضری سے طبیعت میں بے رغبتی پیدا نہ ہو جائے (شرح لباب)۔

(۵۰) مسجد شریف میں رہتے ہوئے حجرہ شریف کی طرف اور مسجد سے جب باہر ہو تو قبہ شریف جہاں سے نظر آتا ہو بار بار ان کو دیکھنا ان پر نظر جمائے رکھنا بھی افضل ہے اور انشاء اللہ موجب ثواب ہے (شرح لباب وشرح مناسک نووی) نہایت ذوق شوق کے ساتھ چپ چاپ

والہانہ نظر جمائے رکھے سہ

سکوت عشق کو ترجیح ہے اظہار الفت پر — مری آہیں رسا نکلیں یہ نالے بے اثر نکلے

(۵۱) مدینہ منورہ کے قیام میں جتنا زیادہ سے زیادہ وقت مسجد نبویؐ میں گذر سکے غنیمت سمجھے قرآن پاک کم از کم ایک تو ختم کرہی لے اور مستقل اعتکاف بھی جے دن کا نصیب ہو سکے نعمت ہے راتوں کو جتنا زیادہ سے زیادہ عبادت میں گزار سکے بہتر ہے کہ یہ مبارک راتیں پھر کہاں ملیں گی (شرح لباب) زبدہ میں حضرت قطب عالم نے لکھا ہے اور جب تک مدینہ منورہ میں رہے تلاوت اور ذکر کرتا رہے۔ اور صلوٰۃ وسلام خوب کرتا رہے اور راتوں کو بہت جاگے اور وقت ضائع نہ کرے۔

(۵۲) زبدہ میں لکھا ہے اور بعد زیارت قبر مبارک کے ہر روز یا جمعہ کو زیارت مزارات بقیع کی بھی ضرور کرے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت ابراہیم اور ازواج مطہرات اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وہاں تشریف رکھتے ہیں شرح لباب میں لکھا ہے کہ زائرین کو روزانہ بقیع میں حاضر ہونا چاہیئے اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو جمعہ کو حاضر ہونا چاہیئے امام نووی نے لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ روزانہ بقیع میں حاضر ہو بالخصوص جمعہ کے دن اور یہ حاضری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضری کے بعد ہو اور وہاں جاکر معروف قبروں کی زیارت کرے جیسا کہ حضرت ابراہیمؓ حضرت عثمانؓ حضرت عباسؓ حضرت حسنؓ اور حضرت علی بن حسین زین العابدینؓ اور حضرت محمد باقرؒ بن علیؓ اور جعفرؒ بن محمد وغیرہ اور سب سے آخر میں حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ کی قبر پر حاضری دے اس لئے کہ اہل بقیع کی قبور کی

فضیلت اور ان کی زیارت کے بارہ میں بہت کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض دسویں فصل کی حدیث ۹ کے ذیل میں آرہی ہیں ابن حجر شرح مناسک میں لکھتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ وہاں جاکر سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کی قبر مبارک پر حاضر ہو اگر کسی دوسرے بزرگ کی قبر راستہ میں پڑجائے تو اس وقت تو مختصر سلام کرکے آگے بڑھ جائے اور حضرت عثمانؓ کی قبر شریف کی زیارت کے بعد پھر واپس آکر کھڑا ہو اس لئے کہ حضرت عثمانؓ ان سب میں افضل ہیں جو بقیع میں مدفون ہیں اور ان کے بعد پھر حضرت عباسؓ کی قبر پہ حاضر ہو۔ بقیع میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت مدفون ہے حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تقریباً دس ہزار صحابی مدفون ہیں علماء نے لکھا ہے کہ ان سب حضرات کیلئے دعا کرے اور ایصال ثواب کرے (شرح مناسک نووی) امام غزالیؒ لکھتے ہیں مستحب یہ ہے کہ روزانہ حضور پر سلام پڑھنے کے بعد بقیع کی زیارت کو حاضر ہوا کرے صاحب اتحاف بروایت امام مسلم حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میری باری کی شب میں ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لے جاتے تھے شرح لباب میں لکھا ہے اس میں اختلاف ہے کہ بقیع میں حاضری کی ابتدا کہاں سے کرے بعض نے حضرت عثمان سے فرمایا اس لئے کہ وہ سب حضرات سے جو وہاں آرام فرما رہے ہیں افضل ہیں بعض نے حضرت ابراہیم سے اس لئے کہ وہ حضورؐ کے جگر گوشہ ہیں حضورؐ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے بعض نے حضرت عباسؓ سے اس لئے کہ وہ حضورؐ کے چچا ہیں اور بقیع میں سب سے اول ان کی قبر مبارک آتی ہے وہاں سے

بغیر سلام کے آگے چلے جانا بے ادبی ہے نیز ان کے قریب حضرت حسنؓ اور دیگر اہل بیت ہیں کہ ان سب کا مجموعہ حضرت عثمانؓ کی فضیلت سے بڑھ جائے گا ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ موجہ ہے اور زیارت کرنیوالوں کو اسی میں سہولت ہے کہ یہ جگہ بقیع میں سب سے پہلے آتی ہے۔

(۵۳) امام غزالی نے لکھا ہے مستحب یہ ہے کہ ہر پنجشنبہ کو شہداء احد کی زیارت کرے صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر چلا جائے تاکہ ظہر تک واپسی ہو جائے اور کوئی نماز مسجد نبوی کی فوت نہ ہو صاحب اتحاف لکھتے ہیں کہ پنجشنبہ کی خصوصیت اس وجہ سے شاید ہو کہ یہ واقعہ اس دن ہوا یا اس وجہ سے کہ یہ دن مدینہ والوں کی فراغت کا ہے یا اس وجہ سے کہ حضورؐ نے پنجشنبہ کی صبح میں امت کے لئے برکت کی خبر یا دعا فرمائی یا کسی اور وجہ سے ہو سب محتمل ہیں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جبل احد اور شہداء احد دونوں کی مستقل زیارت کی نیت کرے اس لئے کہ جبل احد کے فضائل بھی احادیث میں بہت آئے ہیں مستحب یہ ہے کہ پنجشنبہ کی صبح کو سویرے نماز کے بعد روانہ ہو جائے تاکہ ظہر تک واپس ہو سکے اور وہاں جاکر سب سے اول سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے مزار پر حاضر ہو حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے سب چچاؤں میں حضرت حمزہؓ افضل ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب شہدائے کے سردار حضرت حمزہؓ ہوں گے وہاں جاکر حضرت حمزہؓ کی قبر مبارک پر نہایت خشوع خضوع سے ان کی عظمت واحترام کی رعایت کرتے ہوئے کھڑا ہو اس کے بعد پھر دوسرے مزارات پر۔

(۵۴) امام نووی نے لکھا ہے کہ قبا کی حاضری کا استحباب بہت

مؤکد ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ شنبہ کے دن حاضر ہو اس حاضری میں اس کی زیارت کی نیت ہو اور اس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت ہو اس لئے کہ ترمذی شریف وغیرہ میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنا بمنزلہ عمرہ کرنے کے ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مسجدِ مکہ مسجد مدینہ مسجد اقصیٰ کے بعد سب مساجد سے افضل مسجد قبا ہے بلکہ ایک روایت میں تو حضورؐ کا ارشاد یہاں تک نقل کیا گیا کہ میں دو رکعت مسجد قبا میں پڑھوں یہ مجھے مسجد اقصیٰ میں دو دفعہ جانے سے زیادہ محبوب ہے لیکن مشہور روایات سے مسجد اقصیٰ کی فضیلت زیادہ معلوم ہوتی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فضیلت اور چیز ہے محبوبیت دوسری چیز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زیادہ تر شنبہ کو تشریف لے جانے کا تھا اور دوشنبہ کو تشریف لے جانا اور ۲۰؍ رمضان کی صبح کو تشریف لے جانا بھی وارد ہوا ہے۔

(۵۵) ان کے بعد مدینہ پاک کے دوسرے متبرک مقامات کی زیارت اولیٰ ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ مستحب ہے یہ کہ مدینہ منورہ کے متبرک مقامات کی زیارت کرے جو تقریباً تیس مواضع ہیں اہل مدینہ ان کو جانتے ہیں اور اسی طرح سے ان سات کنوؤں کا پانی پئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کرنا یا غسل کرنا وارد ہوا ہے امام غزالی نے بھی یہی مضمون لکھا ہے کہ بیر اریس کے پاس جاکے جو مسجد قبا کے قریب ہی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کنوئیں میں حضورؐ نے اپنا لب مبارک ڈالا ہے اس سے وضو کرے اور اس کا پانی پئے اور مسجد فتح کے پاس آئے

جو خندق کے قریب ہے اور ایسے ہی بقیہ مساجد اور متبرک مقامات جن کی تعداد تقریبًا تئیس ہے اہل مدینہ کے یہاں یہ مواقع معروف ہیں ایسے ہی ساتوں کنوؤں کا پانی شفا اور برکت کی نیت سے پئے، صاحب اتحاف کہتے ہیں کہ یہ سات کنوئیں بیر اریس بیر حاء بیر رومہ بیر غرس بیر بضاعہ بیر بصہ ہیں اور ساتویں میں اختلاف ہے کہ بیر سقیا بیر عہن بیر جمل میں سے کون سا ہے اس کے بعد صاحب اتحاف نے ان سب کنوؤں کے متعلق احادیث ذکر کی ہیں صاحب لباب کہتے ہیں کہ حضورؐ کا استعمال جن کنوؤں سے نقل کیا جاتا ہے وہ سترہ ہیں لیکن ان میں سب معروف نہیں اسی طرح نواح مدینہ اور مکہ کے راستہ میں بہت سی مساجد حضورؐ کی طرف منسوب ہیں جن میں سے اکثر زیارت الحرمین میں ذکر کی ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

(۵۶) وہاں کے قیام میں صدقات کی کثرت رکھے بالخصوص مدینہ پاک کے رہنے والوں پر صاحب لباب نے لکھا ہے کہ مدینہ کے مستقل رہنے والے ہوں یا باہر کے لوگ جو وہاں آکر مقیم ہو گئے ہوں وہ باہر کے رہنے والوں پر مقدم ہیں اس لئے کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت واجب ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ مدینہ کے قیام میں جتنے زیادہ سے زیادہ روزے رکھ سکے رکھے اور جتنا زیادہ ممکن ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں پر صدقہ کرے کہ یہ بھی حضورؐ ہی کی خدمت گزاری میں داخل ہے۔

(۵۷) مدینہ کے قیام میں جو کچھ خریدے اس میں یہ نیت رکھے کہ یہاں کے تاجروں کی معاش بھی ہے اگر ان کی تجارت میں وسعت

اور فروغ رہا تو ان کا یہ سلسلہ معاش قائم رہے گا اور یہ حضرات راحت سے سکون و اطمینان کے ساتھ یہاں قیام کر سکیں گے اور ہم لوگ اس کا ذریعہ بنیں گے اور جب اس ارادہ سے خریدے گا تو اس میں یہ اشکال بھی نہ ہوگا کہ زیادہ پیسے خرچ ہو گئے کہ یہ بھی حقیقت میں ایک نوع کا صدقہ ہے بشرطیکہ یہی نیت ہو بلکہ کچھ چیزیں اسی نیت سے خرید لے کہ ویسے صدقہ کرتے ہیں جب تک وہ دام لینے والے کے پاس رہیں گے اس وقت تک وہ منتفع ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ان کی تجارت کو فروغ ہوگا جس سے وہ دیر تک منتفع ہو سکتے ہیں البتہ جن حضرات کے پاس سلسلہ تجارتی نہیں ہے ان کو ویسے ہی ہدیہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ بجائے صدقہ کے ہدیہ کی نیت کرے کہ یہ اونچے حضرات ہیں۔

(۵۸) سب اہل مدینہ کے ساتھ ہر بات میں حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرے کہ وہ حضورؐ کے پڑوسی ہیں علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ وہاں کے رہنے والوں کا اکرام کرو اور اگر ان میں سے بعض کے متعلق کوئی ایسی بات کہی گئی ہے یعنی نامناسب حرکت ان کی معلوم بھی ہو تب بھی وہ حضورؐ کے پڑوسی ہونے کے شرف تو بہرہ اندوز ہیں ہی اور اس اجل محبوب کے پڑوسی ہونے کا فخر تو ان کو ہے ہی اور اگر ان کی کوئی برائی بڑی بھی ہو جائے تب بھی پڑوسی ہونے کا تمغہ تو ان سے سلب نہیں ہوگا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں بار بار وصیت کرتے رہے ہر پڑوسی کو شامل ہے اس میں اچھے برے کی تخصیص نہیں وہ ہر متقی اور غیر متقی کو شامل ہے اور اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق

حضورؐ کا اتباع چھوڑنے کا الزام دے اور یہ بات اس میں ثابت بھی ہو جائے تب بھی پڑوسی ہونے کی وجہ سے جو اکرام اس کا ہے اس میں کمی نہ کی جائے کہ وہ اس بات کی وجہ سے پڑوسی ہونے کے حق سے محروم نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس کو مرنے سے پہلے پہلے رجوع کی توفیق عطا ہوگی اور انشاء اللہ خاتمہ بالخیر نصیب ہوگا۔

فیاساکنی اکناف طیبۃ کلکم　　　الی القلب من اجل الحبیب حبیب

اے طیبہ کے رہنے والو تم سب کے سب میرے دل کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محبوب ہو اس کے بعد بہت سے اشعار انہوں نے مدنی حضرات کے بارے میں لکھے حضرت امام مالکؒ جب امیر المومنین مہدی کے پاس تشریف لے گئے تو بادشاہ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے حضرت امام نے فرمایا سب سے اول اللہ جل شانہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرنا اس کے بعد اہل مدینہ پر مہربانی کہ وہ حضورؐ کے شہر کے رہنے والے حضورؐ کے پڑوسی ہیں مجھے حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اسی میں میری قبر ہوگی اسی سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا اس کے رہنے والے میرے پڑوسی ہیں میری امت کے ذمہ ضروری ہے کہ ان کی نگہبانی کریں جو میری وجہ سے ان کی خبر گیری کرے گا میں اس کے لئے قیامت میں شفیع یا گواہ بنوں گا اور جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی رعایت نہ کرے حق تعالیٰ شانہ اس کو طینۃ الخبال پلائے دوسری حدیث میں ہے کہ طینۃ الخبال جہنمی لوگوں کا نچوڑ ہے یعنی پسینہ لہو پیپ وغیرہ (وفاء اول)۔

(۵۹) امام نووی نے لکھا ہے کہ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مدینہ طیبہ کے پورے قیام میں اس شہر کی عظمت اور بزرگی کا استحضار رہے اور یہ بات تصور میں رہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس پاک شہر کو اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے لئے پسند فرمایا اور یہاں حضورؐ کا قیام اور اس کو وطن بنانا مقدر فرمایا اور اس کے گلی کوچوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے پھرنے کا استحضار رہے امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ جب سے تیری نظر مدینہ پاک پر پڑے اس مضمون کو اپنے ذہن رکھ لے یہ وہ شہر ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے پسند کیا اور اس کی طرف ہجرت تجویز کی اور یہی وہ شہر ہے جس میں اللہ جل شانہٗ نے شریعتِ مطہرہ کے فرائض نازل کئے اور حضورؐ نے اپنی سنتیں جاری کیں اسی شہر میں آکر دشمنوں سے جہاد کیا اسی شہر میں آپ کے دین کو غلبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ اسی شہر میں آپ کا وصال ہو کر آپ کی قبر مبارک بنی اور اسی میں آپ کے دو وزیروں کی قبر بنی اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک جابجا پڑے اور یہ سوچتا رہ کہ جس جگہ بھی تیرا قدم پڑے وہاں کبھی نہ کسی وقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک بھی پڑا ہوگا اس لئے اپنا ہر قدم نہایت سکون و وقار کے ساتھ اس بات سے ڈرتے ہوئے رہے کہ اس جگہ حضورؐ کا قدم مبارک بھی پڑا تھا اور حضورؐ کی رفتار کی جو کیفیت احادیث میں آئی ہے اس کو تصور کرتے ہوئے چل اس کے ساتھ ہی حضورؐ کی عظمت رفعت شان جلالت و عظمت مرتبت کہ اللہ جل شانہ نے اپنے پاک نام کے ساتھ ساتھ حضورؐ کا نام مبارک رکھا ذہن میں رکھو اور اس نے

ڈرتے رہو کہ کہیں بے ادبی کی نحوست سے اپنے پہلے نیک عمل بھی ضائع نہ ہو جائیں یہ امام غزالی نے قرآن پاک کی آیت یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم الآیۃ (سورہ حجرات) کے مضمون کی طرف اشارہ کیا جس کا ترجمہ یہ ہے، اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ان سے ایسے زور سے گفتگو کرو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے باتیں کرتے ہو (ایسا نہ ہو کہ اس سے) تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ص۳۱ پر یہ مضمون تفصیل سے گزر چکا ہے اس کے بعد امام غزالی لکھتے ہیں کہ پھر اس دور کا تصور کرو جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت یہاں حاضر تھی حضورؐ کے مشاہدہ اور حضورؐ کی بابرکت کلام کے سننے سے مستفید ہوتے تھے ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی ایک شور تھا غل تھا

جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

اس کے بعد اس پر افسوس اور رنج و غم کرو کہ میں حضورؐ کی اور صحابہ کرام کی بھی زیارت سے محروم رہ گیا اور دنیا میں تو یہ محرومی ہو ہی گئی آخرت کا حال معلوم نہیں کیا ہو زیارت اقدس شوق سے نصیب ہوتی ہے یا حسرت سے کہ کہیں دربار سے ہٹا نہ دیا جاؤں اور اپنی بداعمالیاں حاضری میں مانع نہ بن جائیں اس لئے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت میں بعض آدمی میرے پاس سے ہٹا دیئے جائیں گے میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو جواب ملے گا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا بس اگر تم نے حضورؐ کی شریعت مطہرہ کے احترام کی خلاف ورزی کی تو اس سے بے فکر نہ رہو کہ کسی وقت یہ بے راہی تمہارے

اور حضورؐ کے درمیان حائل نہ ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی اللہ کی پاک ذات سے امیدیں وابستہ رکھو کہ جب اس نے دنیا میں اتنے دور وطن سے اس دربار کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائی تو اس کے لطف و کرم سے بعید نہیں کہ آخرت کی بابرکت زیارت سے محروم نہ فرمائے گا حق تعالیٰ شانہ اس سعادت سے اس سیہ کار کو بھی نواز دے۔ آمین یارب العالمین بوسیلۂ نبیک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۶۰) جب زیارت سید الانس والجان فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور زیارت مشاہد متبرکہ سے فراغت کے بعد واپسی کا ارادہ ہو تو ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ مسجد نبویؐ میں دو رکعت نفل الوداعی پڑھے اور روضہ میں ہو تو بہتر ہے اس کے بعد قبر اطہر پر الوداعی سلام کے لئے حاضر ہو صلوٰۃ وسلام کے بعد اپنے ضروریات کے لئے دعائیں کرے اور حج و زیارت کی قبول کی دعائیں کرے اور خیر و عافیت کے ساتھ وطن پہنچنے کی دعا کرے اور یہ دعا کرے کہ یہ حاضری آخری نہ ہو پھر بھی اس پاک دربار کی حاضری نصیب ہو اور اس کی کوشش کرے کہ رخصت کے کچھ آنسو نکل آئیں کہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے پھر رونا نہ آوے تب بھی رونے والوں کی سی صورت کے ساتھ حسرت و رنج و غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو اور چلتے وقت بھی کچھ صدقہ جو میسر ہو کرے اور سفر سے واپسی کے وقت جو دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ پڑھتے ہوئے اور واپسی سفر کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے واپس ہو۔

اٹھ کے ثاقب گو چلا آیا ہوں اس کی بزم سے ۔۔۔ دل کی تسکین کا مگر سامان اسی محفل میں ہے

اپنی نااہلیت سے حاضری کے آداب پورے نہ لکھ سکا نمونہ کے طور پر چند

آداب لکھ دیئے ہیں ناظرین اس سے اندازہ لگائیں اور دو اصول کے تحت میں شریعت مطہرہ کے دائرہ کے اندر رہ کر جو کچھ کر سکتے ہوں کسر نہ چھوڑیں اول ادب احترام دوسرے شوق و ذوق اس کے بعد زائرین کے چند واقعات پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں کہ ان کے حالات بھی نمونہ اور اسوہ ہیں عتبی کا مشہور قصہ اور اس کے علاوہ چند واقعات اس سے پہلی فصل کے ختم پر بھی گزر چکے ہیں۔

(۱) حضرت اویس قرنی مشہور تابعی ہیں سید التابعین ان کا لقب ہے حضورؐ کا زمانہ انہوں نے پایا ہے مگر ماں کی خدمت کی وجہ سے حضورؐ کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہے حضورؐ سے ان کے متعلق نقل کیا گیا کہ بہترین تابعی اویس قرنی ہیں ایک روایت میں ان کے متعلق آیا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ جل شانہٗ اس کو پورا کریں ایک حدیث میں ان کے متعلق آیا ہے کہ جو ان سے ملے ان سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے ایک حدیث میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے اپنے لئے استغفار کرائیں بڑے فضائل ان کے احادیث میں وارد ہیں جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شہید ہوئے (اصابہ) جب حج کیا اور مدینہ طیبہ کی حاضری پر مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو کسی نے اشارہ سے بتایا کہ یہ ہے قبر اطہر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بیہوش ہو کر گر پڑے جب غشی سے افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ مجھے لے چلو مجھے اس شہر میں چین نہیں ہے جس میں حضورؐ مدفون ہوں (اتحاف)۔

(۲) ایک بدو قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور کھڑے ہو کر عرض کیا یا

اللہ تو نے غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ تیرے محبوب ہیں اور میں تیرا غلام ہوں اپنے محبوب کی قبر پر مجھ غلام کو آگ سے آزادی عطا فرما غیب سے ایک آواز آئی کہ تم نے اپنے تنہا کے لئے آزادی مانگی تمام آدمیوں کے لئے آزادی کیوں نہ مانگی ہم نے تمہیں آگ سے آزادی عطا کی (مواہب)۔

(۳) اصمعی کہتے ہیں کہ ایک بدو قبر شریف کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا اللہ یہ آپ کے محبوب ہیں اور میں آپ کا غلام اور شیطان آپ کا دشمن اگر آپ میری مغفرت فرمادیں تو آپ کے محبوب کا دل خوش ہو اور آپ کا غلام کامیاب ہو جائے اور آپ کے دشمن کا دل تلملانے لگے اور اگر آپ مغفرت نہ فرمائیں تو آپ کے محبوب کو رنج ہو اور آپ کا دشمن خوش ہو اور آپ کا غلام ہلاک ہو جائے یا اللہ عرب کے کریم لوگوں کا دستور یہ ہے کہ جب ان میں کوئی بڑا سردار مر جائے تو اس کی قبر پر غلاموں کو آزاد کیا کرتے ہیں اور یہ پاک ہستی سارے جہانوں کی سردار ہے تو اس کی قبر پر مجھے آگ سے آزادی عطا فرما اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا اے عربی شخص اللہ جل شانہٗ نے تیرے اس بہترین سوال پر (انشاء اللہ) تیری ضرور بخشش کردی (مواہب)۔

(۴) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم بلخی جو مشہور صوفیہ میں ہیں کہتے ہیں کہ تیس برس تک ایک قبہ میں انہوں نے چلہ کیا تھا کہ بے ضرورت کسی سے بات نہیں کی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے تو اتنا ہی عرض کیا اے اللہ ہم لوگ تیرے نبیؐ کی قبر شریف کی زیارت کو حاضر ہوئے تو ہمیں نامراد واپس نہ کیجیو۔ غیب سے

ایک آواز آئی کہ ہم نے تمہیں اپنے محبوب کی قبر کی زیارت نصیب ہی اس لئے کی کہاں کو قبول کریں جاؤ ہم نے تمہارے اور تمہارے ساتھ جتنے حاضرین ہیں سب کی مغفرت کردی (زرقانی علی المواہب)۔ لبعض وفات الفاظ چاہے کتنے ہی مختصر ہوں جب اخلاص سے نکلتے ہیں تو وہ سیدھے پہنچتے ہیں۔

(۵) شیخ ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور قبر اطہر پر حاضر ہو کر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو حجرہ شریف کے اندر سے میں نے وعلیک السلام جواب میں سنا (قول بدیع)۔

(۶) علامہ قسطلانی جو مشہور محدث ہیں مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اس قدر سخت بیمار ہوا کہ طبیب علاج سے عاجز ہو گئے اور کئی سال تک مسلسل بیمار چلا گیا میں نے ایک مرتبہ ۲۸ رجمادی الاولی ۸۹۳ھ کو جب کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر تھا حضورؐ کے وسیلہ سے دعا کی اس کے بعد میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ دوا احمد بن القسطلانی کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضورؐ کے ارشاد سے عطا ہوئی ہے میں خواب سے جاگا تو مرض کا اثر تک بھی نہ تھا وہ فرماتے ہیں کہ ۸۸۵ھ میں مجھے ایک واقعہ اور پیش آیا کہ میں قبر شریف کی زیارت سے واپس ہو رہا تھا کہ راستہ میں ایک حبشی ہرن نے میری خادمہ کے ٹکر ماری جس سے وہ گر گئی اور کئی دن تک سخت تکلیف رہی میں نے حضورؐ کے وسیلہ سے اس کے لئے دعائے صحت کی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہیں جن کے ساتھ

ایک جن ہے جس نے ہرن کی صورت میں خادمہ کو ٹکرایا تھا وہ صاحب کہنے لگے کہ اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے پاس بھیجا ہے میں نے اس جن کو ملامت کی اور اس کی قسم دی کہ پھر کہیں ایسی حرکت نہ کرنا اس کے بعد جو میری آنکھ کھلی تو اس خادمہ پر کچھ بھی اثر تکلیف کا نہ تھا (مواہب)۔

(۷) حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں پیاس سے اس قدر بے چین ہوا کہ چلتے چلتے پیاس کی شدت سے بے ہوش ہو کر گر گیا کسی نے میرے منہ پر پانی ڈالا میں نے جو آنکھیں کھولیں تو ایک شخص حسین چہرہ نہایت خوبصورت گھوڑے پر سوار کھڑا ہے اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا کہ میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ تھوڑی دیر چلے تھے وہ کہنے لگے یہ کیا آبادی ہے میں نے کہا یہ تو مدینہ منورہ آگیا کہنے لگے اتر جاؤ اور جب روضہ اقدس پر حاضر ہو تو یہ عرض کر دینا کہ آپ کے بھائی خضر نے بھی سلام عرض کیا ہے (روض ص۹۰)۔

(۸) شیخ ابو الخیر اقطع فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور پانچ دن ایسے گزر گئے کہ کھانے کو کچھ بھی نہ ملا کوئی چیز چکھنے کی بھی نوبت نہ آئی میں قبر اطہر پر حاضر ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین پر سلام عرض کر کے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آج رات کو حضور کا مہمان بنوں گا یہ عرض کر کے وہاں سے ہٹ کر منبر شریف کے پیچھے جا کر سو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں دائیں جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بائیں جانب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سامنے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ کو ہلایا اور فرمایا دیکھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میں

اٹھا تو آپ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور جب میری آنکھ کھلی تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی (روض وفا) اسی قسم کا ایک قصہ شیخ ابن جلاد کا ۲۳ پر آرہا ہے۔

(۹) ابدال میں سے ایک شخص نے حضرت خضرؑ سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا کوئی ولی بھی دیکھا فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حاضر تھا میں نے امام عبدالرزاق محدث کو دیکھا کہ وہ احادیث سنا رہے ہیں اور مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے اور مسجد کے ایک کونہ میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے میں نے اس جوان سے کہا تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سن رہا ہے تم ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتے اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا نہ میری طرف التفات کیا اور کہنے لگا کہ اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے حضرت خضرؑ نے فرمایا اگر تمہارا کہنا حق ہے تو بتاؤ کہ میں کون ہوں اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں حضرت خضر فرماتے ہیں، اس سے میں نے جانا کہ اللہ جل شانہٗ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جن کے علو مرتبہ کی وجہ سے میں ان کو نہیں پہچانتا حق تعالیٰ شانہٗ ان سے راضی ہو اور ہم کو بھی ان سے نفع پہنچائے آمین (روض)

(۱۰) ایک بزرگ فرماتے ہیں ہم مدینہ منورہ میں حاضر تھے اور ان کرامات کا تذکرہ کر رہے تھے جو اللہ جل شانہٗ نے اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو عطا فرمائی ہیں ایک نابینا ہمارے قریب بیٹھے ہوئے ہماری باتیں سن رہا تھا وہ آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ مجھے تمہاری باتوں سے انس ہوا ایک بات سنو

ہیں عیالدار آدمی تھا بقیع میں لکڑیاں کاٹنے جایا کرتا تھا میں نے ایک مرتبہ وہاں ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس پر کتان کا کرتہ ہے ہاتھ میں جوتے لے رکھے ہیں میں نے خیال کیا کہ کوئی پاگل ہے میں نے اس کے کپڑے چھیننے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا کہ اپنے کپڑے اتار دے اس نے کہا جا اللہ کی حفاظت میں چلا جا میں نے دوبارہ سہ بارہ اسی طرح تقاضا کیا اس نے کہا کہ میرے کپڑے ضرور ہی لے گا میں نے کہا اس کے بغیر چارہ نہیں اس نے دو انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا وہ دونوں نکل کر باہر گر پڑیں میں نے کہا تجھے خدا کی قسم تو یہ بتا دے کہ تو کون ہے وہ کہنے لگا کہ میں ابراہیم خواص ہوں صاحب روض کہتے ہیں کہ حضرت خواص نے اپنے لیٹرے پر اندھے ہونے کی بددعا کی اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے اس سپاہی کے لئے جس نے ان کو پیٹا تھا جنت کی دعا کی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواص نے چور کی حالت سے یہ اندازہ فرمالیا تھا کہ وہ بغیر سزا کے توبہ نہیں کرے گا اور حضرت ابراہیم کو یہ اندازہ ہوا کہ سزا سے وہ توبہ نہ کرے گا اس لئے اس پر دعا کا احسان کیا جس کی برکت سے اس کو توبہ نصیب ہوئی اور جب وہ معافی چاہنے کے لئے معذرت کے طور پر حاضر ہوا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ جو سر معذرت کا محتاج تھا وہ میں بلخ میں چھوڑ آیا (روض)۔

(۱۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا میرے پاس ایک یمن کے رہنے والے بزرگ آئے اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایک ہدیہ لایا ہوں اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرے صاحب سے جوان کے ساتھ تھے کہا کہ اپنا قصہ ان کو سناؤ انہوں نے اپنا یہ قصہ سنایا کہ جب میں حج کے ارادہ سے صنعاء سے چلا تو بڑا مجمع مجھے باہر تک رخصت کرنے کے واسطے

آیا اور رخصت کرتے وقت ایک شخص نے ان میں سے مجھ سے کہہ دیا کہ جب تم مدینہ طیبہ حاضر ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمات میں میرا بھی سلام عرض کر دینا میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور اس آدمی کا سلام عرض کرنا بھول گیا جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہو کر پہلی منزل ذوالحلیفہ پر پہنچا اور احرام باندھنے لگا تو مجھے اس شخص کا سلام یاد آیا میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے اونٹ کا بھی خیال رکھنا مجھے مدینہ طیبہ واپس جانا پڑ گیا ایک چیز بھول آیا ساتھیوں نے کہا کہ اب قافلہ کی روانگی کا وقت ہے تم پھر مکہ تک بھی قافلہ کو نہ پا سکو گے میں نے کہا کہ تو میری سواری کو بھی اپنے ساتھ لیتے جانا یہ کہہ کر میں مدینہ طیبہ لوٹ آیا اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اس شخص کا سلام میں نے حضورؐ کی خدمت میں اور حضرات شیخین کی خدمت میں پہنچایا اس وقت رات ہو چکی تھی میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی ذوالحلیفہ کی طرف سے آتا ہوا ملا میں نے اس سے قافلہ کا حال پوچھا اس نے کہا کہ وہ روانہ ہو چکا میں مسجد میں لوٹ آیا اور یہ خیال ہوا کہ کوئی دوسرا قافلہ کسی وقت جاتا ہوا ملے گا تو اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا میں رات کو سو گیا اخیر شب میں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت کی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص ہے حضورؐ میری طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا ابوالوفا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری کنیت تو ابوالعباس ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تم ابوالوفا ہو (یعنی وفادار) اس کے بعد حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مسجد حرام (یعنی مکہ مکرمہ کی مسجد) میں رکھ دیا میں مکہ مکرمہ میں آٹھ دن تک مقیم رہا اس کے

بعد میرے ساتھیوں کا قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا (رض) ابو عمران واسطی فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے ارادہ سے چلا جب میں حرم سے باہر نکلا مجھے اتنی شدید پیاس لگی کہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا میں اپنی جان سے نا امید ہو کر ایک کیکر (ببول) کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا دفعتہً ایک شہسوار سبز گھوڑے پر سوار میرے پاس پہنچے اس گھوڑے کا لگام بھی سبز تھا زین بھی سبز تھی اور سوار کا لباس بھی سبز تھا ان کے ہاتھ میں سبز گلاس تھا جس میں سبز ہی رنگ کا شربت تھا وہ انہوں نے مجھے پینے کے لئے دیا میں نے تین مرتبہ پیا مگر اس گلاس میں سے کچھ کم نہ ہوا پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے ہو میں نے کہا کہ مدینہ طیبہ حاضری کا ارادہ ہے تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کروں اور حضورؐ کے دونوں ساتھیوں کو سلام کروں انہوں نے فرمایا کہ جب تم مدینہ پہنچ جاؤ اور حضورؐ کی اور حضرات شیخین کی خدمت میں سلام کر چکو تو یہ عرض کر دینا کہ رضوان آپ تینوں حضرات کی خدمت میں سلام عرض کرتے تھے (رض) رضوان اس فرشتہ کا نام ہے جو جنت کے ناظم ہیں۔

(۱۳) سید احمد رفاعی مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا	دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو
تقبل الارض عنی وھی نائبتی	خدمت اقدس بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت | بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی اب جسموں کی
فامدد یمینک کے تحظی بھا شفتی | حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک

عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوّے (۹۰) ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضورؐ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ (البنیان المشید)۔

(۱۴) سید نور الدین ایجی شریف عفیف الدین کے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو سارے مجمع نے جو وہاں حاضر تھا سنا کہ قبر شریف سے وعلیک السلام یا ولدی کا جواب ملا (الحاوی)۔

(۱۵) شیخ ابو نصر عبد الواحد بن عبد الملک بن محمد بن ابی سعد الصوفی الکرخی فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد زیارت کے لئے حاضر ہوا حجرہ شریفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ ابو بکر دیار بکری تشریف لائے اور موجہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ تو میں نے حجرہ شریفہ کے اندر سے یہ آواز سنی وعلیک السلام یا ابا بکر اور اس کو سب لوگوں نے جو اس وقت حاضر تھے سنا (الحاوی)۔

(۱۶) یوسف بن علی کہتے ہیں کہ ایک ہاشمی عورت مدینہ طیبہ میں رہتی تھی اور بعض خدام اس کو ستایا کرتے تھے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فریاد لے کر حاضر ہوئی تو روضہ شریفہ سے یہ آواز آئی۔ اما لک فی اسوۃ فاصبری کما صبرت او نحو ھذا کیا تیرے لئے میری اتباع

ہیں رغبت نہیں جس طرح میں نے صبر کیا تو بھی صبر کر وہ عورت کہتی ہیں کہ اس آواز کے بعد جس قدر کوفت مجھے تھی وہ سب جاتی رہی اور وہ تینوں خادم جو مجھے ستایا کرتے تھے مر گئے" (الحاوی)۔

(۱۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہوئے تو ایک بدو حاضر ہوئے اور قبر اطہر پر پہنچ کر گر گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ہم نے سنا اور جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے آپ کو پہنچا تھا اور آپ نے اس کو محفوظ فرمایا تھا اس کو ہم نے محفوظ کیا اس چیز میں جو آپ پر اللہ جل شانہٗ نے نازل کی (یعنی قرآن پاک) یہ وارد ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس آجاتے اور آکر اللہ جل شانہٗ سے معافی مانگ لیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور حق تعالیٰ شانہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پاتے) اس کے بعد اس بدو نے کہا بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اب میں آپ کے پاس مغفرت کا طالب بن کر حاضر ہوا ہوں اس پر قبر اطہر سے آواز آئی کہ بے شک تمہاری مغفرت ہو گئی۔ (حاوی)

(۱۸) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے حضرت عثمانؓ کو محصور کر رکھا تھا میں ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ بھائی بہت اچھا کیا آئے میں نے اس کھڑکی میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا عثمان تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے میں نے عرض کیا جی کر رکھا ہے

پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہیں پیاسا کر رکھا ہے (کہ ان لوگوں نے پانی اندر جانا بند کر دیا تھا) میں نے عرض کیا جی ہاں اس پر حضورؐ نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور دونوں چھاتیوں کے درمیان میں محسوس ہو رہی ہے اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس ہی آکر افطار کر لینا میں نے عرض کر دیا کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضری ہی چاہتا ہوں اسی دن شہید کر دیئے گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ (حاوی)۔

(۱۹) مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ جن کو ابن ثابت کہا جاتا تھا رہتے تھے ساٹھ سال تک ہر سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوا کرتے تھے اور زیارت کر کے واپس آجاتے ایک سال کسی عارض کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے کچھ غنودگی کی حالت میں اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں (حاوی)۔

(۲۰) حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں قحط پڑا ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگ دیجئے۔ انہوں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ارشاد فرمایا کہ عمرؓ سے میرا سلام کہہ دو اور یہ کہہ دو کہ بارش ہو گی اور یہ بھی کہہ دینا کہ (علیک الکیس الکیس) ہوشمندی اور ہوشیاری کو مضبوط پکڑیں

وہ شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیام پہنچایا حضرت عمرؓ سن کر رونے لگے اور عرض کیا یا اللہ میں اپنی قدرت کے بقدر تو کوتاہی نہیں کرتا۔ (وفاء الوفار)۔

(۲۱) محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی اشرفیاں امانت رکھیں اور یہ کہہ کر جہاد میں چلا گیا کہ اگر ضرورت پڑے تو خرچ کر لینا میں واپس آکر لے لوں گا ان کے جانے کے بعد مدینہ منورہ میں تنگی زیادہ پیش آئی میرے والد نے وہ خرچ کر ڈالیں جب وہ صاحب واپس آئے تو انہوں نے اپنی رقم طلب کی والد صاحب نے کل کا وعدہ کر لیا اور رات کو قبر اطہر پر حاضر ہو کر عاجزی کی کبھی قبر شریف کے قریب دعا کرتے کبھی منبر شریف کے متصل تمام رات یوں ہی گذر گئی صبح کے قریب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب دعا کر رہے تھے کہ اندھیرے میں ایک شخص کی آواز سنی وہ کہہ رہے ہیں ابو محمد یہ لے لو میرے والد نے ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے ایک تھیلی دی جس میں اسی (۸۰) اشرفیاں تھیں (وفار)۔

(۲۲) ابو بکر بن المقری کہتے ہیں کہ میں اور امام طبرانی اور ابو الشیخ مدینہ طیبہ میں حاضر تھے کھانے کو کچھ ملا نہیں روزہ پر روزہ رکھا جب رات ہوئی عشا کے قریب میں قبر اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ بھوک یہ عرض کر کے میں لوٹ آیا مجھ سے ابو القاسم (طبرانی) کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ یا تو کچھ کھانے کو آئے گا یا موت آئے گی ابن المنکدر کہتے ہیں کہ میں اور ابو الشیخ تو کھڑے ہو گئے طبرانی وہیں بیٹھے کچھ سوچتے رہے کہ دفعتہً ایک علوی نے دروازہ کھٹ کھٹایا ہم نے کواڑ کھولے تو ان کے

ساتھ دو غلام تھے اور ان دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک بہت بڑی زنبیل تھی جس میں بہت کچھ تھا ہم تینوں نے کھایا خیال تھا کہ یہ بچا ہوا یہ غلام کھائیں گے مگر وہ سب کچھ وہیں چھوڑ گئے اور وہ علوی کہنے لگے کہ تم نے حضورؐ سے شکایت کی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضورؐ نے حکم فرمایا کہ میں تمہارے پاس کچھ پہنچاؤں (وفا)

(۲۳) ابن جلاء کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا مجھ پر فاقہ تھا میں قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا حضورؐ میں آپ کا مہمان ہوں مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضورؐ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور جب میں جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی (وفار) اس سے قبل ۸ پر شیخ ابوالخیر اقطع کا قصہ اس جیسا گذر چکا وہ دوسرا قصہ ہے۔

(۲۴) صوفی ابو عبد اللہ محمد بن ابی زرعۃ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد اور ابو عبد اللہ بن خفیف کے ساتھ مکہ مکرمہ حاضر ہوا بڑی سخت تنگی تھی فاقہ بہت سخت ہو گیا تھا اسی حالت میں ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور خالی پیٹ ہی رات گزاری میں اس وقت تک نابالغ بار بار والد کے پاس جانا اور جا کر بھوک کی شکایت کرتا میرے والد اٹھ کر قبر شریف کے قریب حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آج آپ کا مہمان ہوں یہ عرض کر کے وہیں مراقبہ میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور سر اٹھانے کے بعد کبھی رونے لگتے کبھی ہنسنے لگتے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے میرے ہاتھ میں چند درم رکھ دیئے ہاتھ کھولا تو اس میں درم رکھے ہوئے

تھے صوفی جی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان میں اتنی برکت فرمائی کہ ہم نے شیراز لوٹنے تک اسی میں سے خرچ کیا (وفا)۔

(۲۵) شیخ احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تیرہ ماہ تک حیران پریشان پھرتا رہا میرے بدن کی کھال بھی چھل گئی میں اسی میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر حضورؐ کی خدمت میں اور حضرات شیخینؓ کی خدمت میں سلام عرض کیا اس کے بعد میں سو گیا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور ارشاد فرمایا احمد تم آئے میں نے عرض کیا کہ جی حضور حاضر ہوا ہوں اور میں بھوکا بھی ہوں آپ کا مہمان ہوں حضور نے ارشاد فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھ کھولو میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے حضورؐ نے ان کو دراہم سے بھر دیا میری جب آنکھ کھلی تو دونوں ہاتھ درہم سے بھرے ہوئے تھے میں نے اسی وقت روٹی اور فالودہ خریدا اور کھا کر جنگل چل دیا (وفا)۔

(۲۶) ثابت بن احمد ابوالقاسم بغدادی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک مؤذن کو دیکھا کہ وہ مدینہ پاک میں مسجد نبوی میں صبح کی اذان دے رہے تھے اذان میں مؤذن نے کہا الصلوٰۃ خیر من النوم تو ایک خادم نے آکر ان کے تھپڑ مار دیا وہ مؤذن رویا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ ہو رہا ہے اس خادم پر فالج گر گیا لوگ اٹھا کر اس کو گھر لے گئے اور تین دن بعد وہ مر گیا (وفا)۔

(۲۷) سید ابو محمد عبد السلام حسینی کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں تھا تین دن تک کچھ کھانے کی نوبت نہ آئی میں نے منبر شریف کے قریب جا کر دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد میں نے کہا دادے ابا مجھے بھوک لگ رہی

ہے اور میرا ثرید کھانے کو جی چاہتا ہے اس کے بعد میں سو گیا تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک شخص نے آکر مجھے جگایا اور لکڑی کے ایک پیالے میں ثرید اس میں خوب گھی اور گوشت اور بہت سی خوشبوئیں پڑی ہوئی تھیں مجھے دیا میں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے وہ کہنے لگے کہ میرے بچے تین دن سے اس کا تقاضا کر رہے تھے آج مجھے کچھ مقدر سے مل گیا تھا اس لئے میں نے پکایا تھا پھر لیٹ کر میں سو گیا تو میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ارشاد فرما رہے ہیں کہ تیرے ایک بھائی نے اس کی تمنا مجھ سے کی ہے اس میں سے اس کو بھی کھلانا (وفا)

(۲۸) شیخ عبدالسلام بن ابی القاسم صقلی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں مدینہ طیبہ میں حاضر تھا میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی جس سے میں بہت ضعیف ہو گیا میں حجرہ شریفہ پر حاضر ہوا اور حاضر ہو کر میں نے عرض کیا اے اولین و آخرین کے سردار میں مصر کا رہنے والا ہوں میں پانچ مہینے سے خدمت اقدس میں حاضر ہوں اللہ جل شانہ سے اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص کو متعین فرما دیجئے جو میرے کھانے کی خبر لے لیا کرے یا میرے جانے کا انتظام کر دے پھر میں نے اور دعائیں مانگیں۔ اور منبر شریف کے پاس جا کر بیٹھ گیا دفعۃً میں نے دیکھا کہ ایک شخص حجرہ شریفہ کے پاس حاضر ہوئے اور کچھ بول رہے ہیں اس میں اے میرے دادے اے میرے دادے بھی کہہ رہے ہیں پھر وہ صاحب وہاں سے میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اٹھو میں اٹھ کر ان کے ساتھ ہو لیا وہ مجھے ساتھ لے کر باب جبرئیل سے نکلے اور بقیع میں سے نکل کر باہر ایک خیمہ میں لے گئے اس میں ایک باندی اور ایک غلام تھے ان سے جا کر کہا

اٹھو اپنے مہمان کے لئے کھانا طیار کرو غلام نے لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلائی اور باندی نے آٹا پیس کر ملۃ (ایک خاص قسم کی روٹی) تیار کی اور میزبان نے اتنی دیر مجھے باتوں میں لگائے رکھا جب وہ تیار ہو گئی تو باندی نے لاکر اس کو آدھی آدھی کر کے دو جگہ رکھی پھر گھی کا ڈبہ لاکر ان دونوں ٹکڑوں پر بہا دیا اس کے بعد صیحانی کھجوریں جو بہت بڑی بڑی اعلیٰ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں وہ بہت سی رکھیں پھر مجھ سے کہا کھاؤ میں نے کھایا اس نے تقاضا کیا کہ اور کھاؤ میں نے اور کھایا پھر اس نے اور تقاضا کیا میں نے کہا میرے سردار میں نے کئی مہینے سے گیہوں نہیں کھایا تھا اور نہیں کھایا جاتا اس نے میرے پاس سے جو بچا تھا وہ بھی اور دوسرا ٹکڑا جو رکھا ہوا تھا وہ ایک زنبیل میں رکھا اور دو صاع کھجور جو تقریباً سات سیر پختہ ہوئیں اس زنبیل میں رکھ کر مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے میں نے نام بتایا کہنے لگے تمہیں خدا کی قسم پھر دادے ابا سے کبھی شکایت نہ کرنا ان کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے جب تک تمہارے جانے کی صورت نکلے اس وقت تک جب تمہیں ضرورت ہوگی کھانا وہیں تمہارے پاس پہنچ جایا کرے گا یہ کہکر اپنے غلام سے کہا کہ یہ زنبیل لے کر ان کے ساتھ جاؤ اور ان کو مع اس زنبیل کے حجرہ شریفہ تک پہنچا کر آؤ میں غلام کے ساتھ چلا بقیع میں پہنچ کر میں نے غلام سے کہا کہ بس میں راستہ پر پہنچ گیا اب تم واپس چلے جاؤ غلام نے کہا اللہ واحد مجھے اس کی قدرت نہیں کہ آپ کو حجرہ شریفہ تک پہنچانے سے پہلے واپس ہوں کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے سردار کو اس کی خبر نہ کر دیں اس نے مجھے حجرہ شریفہ تک پہنچایا میں چار دن تک اس زنبیل سے کھاتا رہا جب وہ ختم ہو گئی اور مجھے بھوک معلوم ہوئی تو وہی غلام مجھے اور

کھانا دے گیا اسی طرح ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک قافلہ ینبوع جانے والا تیار ہو گیا اور میں اس کے ساتھ ینبوع چلا گیا (وفار)۔

(۲۹) ابوالعباس بن نفیس مقری جو نابینا بھی تھے کہتے ہیں کہ میں تین دن مدینہ طیبہ میں بھوکا رہا تو میں قبر شریف پر یہ عرض کر کے کہ حضورؐ میں بھوکا ہوں ضعف کی حالت میں سو گیا ایک لڑکی آئی اور پاؤں سے مجھے حرکت دے کر جگایا اور کہا چلو میں ساتھ ہو لیا وہ اپنے گھر لے گئی اور گیہوں کی روٹی اور گھی اور کھجوریں میرے سامنے رکھ کر کہنے لگی کہ ابوالعباس کھاؤ مجھے میرے دادا نے اس کا حکم فرمایا ہے اور جب بھوک لگا کرے یہاں آ کر کھا جایا کرو ابو سلیمان داؤد اس قصہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے نقل کئے گئے ہیں اور ان میں بکثرت یہ دیکھا گیا کہ اس قسم کا حکم حضورؐ نے اپنی شریف اولاد ہی کو زیادہ تر فرمایا ہے بالخصوص جب کہ کھانے کی قسم سے کوئی چیز دینے کا ارشاد ہوا ہو اور کریموں کی عادت بھی یہی ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص ضیافت طلب کرے تو اپنے ہی گھر سے ابتدا فرمایا کرتے ہیں اسی ضابطہ کے موافق آنحضرتؐ نے بھی اکثر کھانے کا حکم اپنی ہی اولاد کو فرمایا ہے (وفار)۔

(۳۰) بازری توثیق عری الایمان میں ابوالنعمان سے نقل کیا ہے کہ خراسان کے رہنے والے ایک صاحب ہر سال حج کو جایا کرے اور جب مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو سید طاہر علوی کی خدمت میں بھی نذرانہ پیش کیا کرتے ایک صاحب نے جو مدینہ ہی کے رہنے والے تھے ان خراسانی سے ایک مرتبہ یہ کہا کہ تم طاہر علوی کو جو کچھ دیتے ہو وہ ضائع کرتے ہو وہ اس کو گناہوں میں خرچ کر دیتا ہے خراسانی نے اس سال طاہر صاحب کو کچھ نہ دیا اور دوسرا

سال بھی ایسے ہی گزر گیا کہ وہ اپنی عادت کے موافق جو کچھ لے کر آئے تھے وہ اہل مدینہ کو تقسیم کر گئے اور طاہر صاحب کو کچھ نہ دیا جب تیسرے سال وہ حج کے ارادہ سے اپنے گھر سے چلنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی حضورؐ نے تنبیہ فرمائی کہ تو نے طاہر علوی کے بارے میں اس کی مخالف کی بات کا یقین کر لیا اور جو تو اس کو دیا کرتا تھا وہ بند کر لیا ایسا نہ کرنا چاہیئے جو وظیفہ اس کا رکا ہوا ہے وہ بھی دو اور آیندہ جب تک جاری رکھ سکو بند نہ کرو وہ خراسانی بہت خوف زدہ نیند سے اٹھے اور ایک تھیلی علیحدہ ان کے نام کی جس میں چھ سو اشرفیاں تھیں اپنے ساتھ لے لی اور جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو سب سے پہلے سید طاہر علوی کے مکان پر پہنچے وہاں محفل بھر رہی تھی علوی صاحب نے ان خراسانی کا نام لے کر کہا کہ اگر تم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد نہ فرماتے تو تم مجھ تک نہ آتے تم نے مرے بارے میں اللہ کے دشمن کی بات کا یقین کر لیا اور اپنا معمول بند کر لیا جب حضورؐ نے ملامت فرمائی اور حکم فرمایا کہ تین سال کا وظیفہ دو جب لے کر آئے ہو یہ کہہ کر ہاتھ پھیلایا اور کہا لاؤ چھ سو اشرفیاں یہ ساری بات سن کر خراسانی کو اور بھی دہشت ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ واقعہ تو سارا اسی طرح ہے مگر تمہیں اس سارے واقعہ کی کس طرح خبر ہوئی علوی نے کہا کہ مجھے سارا حال معلوم ہے پہلے سال جب تم نے کچھ نہ دیا تو اس سے میری معیشت پر اثر پڑا جب دوسرے سال تم آکر چلے گئے اور مجھے تمہارے آنے اور جانے کا حال معلوم ہوا تو مجھے بہت ضیق ہوئی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا تو رنج نہ کر میں نے فلاں خراسانی کو خواب میں تنبیہ کر دی اور اس سے کہہ دیا کہ

گزشتہ کا بھی ادا کرے اور آیندہ بھی حتی المقدور بند نہ کرے میں نے اس خواب پر اللہ کا شکر ادا کیا جب تم سامنے آئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ تم نے خواب دیکھ لیا یہ سن کر خراسانی نے چھ سو اشرفیوں کی تھیلی نکالی اور ان کو دے کر ان کی دست بوسی کی اور اپنی کوتاہی کی معافی چاہی کہ میں نے تمہارے مخالف کی بات کا یقین کر لیا سید سمہودی نے اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ طاہر علوی طاہر بن یحییٰ بن حسین بن جعفر الحجۃ بن عبید اللہ بن زین العابدین علی بن الامام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں (شفاء)

(۳۱) ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کرا دو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ شریفہ کے اس حصہ کو جس میں قبر شریف تھی پردہ ہٹا کر کھولا وہ عورت قبر شریف کی زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے وہیں انتقال کر گئیں رضی اللہ عنہا وارضاہا (شفاء)۔

(۳۲) خالد بن معدان کی بیٹی عبدہ کہتی ہیں کہ میرے والد کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ رات کو جب سونے لیٹتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں بے چین ہوتے اور مہاجرین اور انصار صحابہ کرام کو نام لے لے کر یاد کرتے اور کہتے یا اللہ یہی حضرات میرے اصول و فروع ہیں میرا دل ان سے ملنے کو بے تاب ہے میرا اشتیاق بڑھتا جا رہا ہے یا اللہ مجھے جلدی سے موت عطا فرما کہ ان سے ملوں اسی میں نیند آجاتی تو سو جاتے (شفاء)۔

(۳۳) عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ایک صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی کسی ضرورت سے بار بار حاضر ہوتے تھے وہ ان کی طرف التفات

فرما رہے تھے نہ ان کی ضرورت کی طرف توجہ فرما رہے تھے ان صاحب نے ابن حنیف سے اس کی شکایت کی انہوں نے یہ ترکیب بتائی کہ تم وضو کر کے مسجد نبوی میں جاؤ اور دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھو اللھم انی اسألك واتوجہ الیك بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الی ربك ان تقضی حاجتی اور یہ دعا پڑھ کر اپنی حاجت کو اللہ جل شانہٗ کے سامنے پیش کرو انہوں نے اس کے موافق عمل کیا اس کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں گئے وہاں پہنچتے ہی دربان آیا اور ان کو ہاتھوں ہاتھ لے گیا وہاں پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے بہت اکرام کیا اپنی جگہ بیٹھایا اور ان کی ضرورت کو خود دریافت کر کے پورا کیا اور اس کی معذرت فرمائی کہ اس وقت تک تمہاری ضرورت کو پورا نہ کر سکا اور آیندہ کے لئے ارشاد فرمایا کہ جو ضرورت ہوا کرے بے تکلف کہہ دیا کریں یہ صاحب جب حضرت عثمانؓ کے پاس سے واپس آئے تو ابن حنیف سے ملے اور ان کا بہت شکریہ ادا کیا کہ تمہاری سفارش سے میرا کام ہو گیا حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں اس کی جزائے خیر دے ابن حنیف نے کہا کہ میں نے کوئی سفارش نہیں کی بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نابینا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بینائی کی شکایت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو اور کہو تو میں دعا کر دوں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ہاتھ پکڑنے والا بھی میرے پاس نہیں ہے اس کی بہت تکلیف ہے تو حضورؐ نے یہی ترکیب ان کو بتائی تھی کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں پھر اس دعا کو پڑھ کر دعا کریں ابن حنیف کہتے ہیں کہ تھوڑا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ نابینا ایسے آئے کہ گویا ان کی آنکھوں کو کچھ نقصان ہی نہ پہنچا تھا علامہ سبکی کہتے ہیں کہ اس قصہ میں عثمان

ابن حنیف کے فہم سے استدلال ہے کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے (وفاء) یعنی انہوں نے اس قصہ کو ان نابینا کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھا بلکہ ہر شخص کے لئے اس دعا سے توسل کو عام سمجھا ان نابینا کا قصہ آداب زیارت کے ۳۲ پر بھی گذر چکا ہے۔

(۳۴) عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا کہ جب ایوب سختیانیؒ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو میں بھی مدینہ منورہ میں حاضر تھا میں نے دل میں سوچا کہ میں غور سے دیکھوں کہ یہ کس طرح قبر شریف پر حاضر ہوتے ہیں میں نے جاکر دیکھا کہ وہ حاضر ہوئے اور قبلہ کی طرف پشت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور بے تصنع روتے رہے (وفاء) ؎

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

گرا کر چار آنسو حال دل سب کہدیا اُن سے دیا مجھ کو زبان کا کام چشمِ خوں فشاں تو نے

(۳۵) ابو محمد اشبیلی کہتے ہیں کہ غرناطہ کا ایک شخص اس قدر بیمار ہوا کہ حد نہیں اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے زندگی سے مایوسی ہو گئی وزیر ابو عبداللہ محمد بن ابی حنال نے ایک خط حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لکھا اس میں چند شعر بھی لکھے جو وفاء الوفا میں مذکور ہیں وہ خط حجاج کے قافلہ میں سے ایک شخص کو دے دیا اس میں بیماری سے صحت کی دعاء کی درخواست تھی وہ قافلہ جب مدینہ پاک پہنچا اور وہ خط قبر شریف پر پڑھا گیا اسی وقت وہ بیمار اچھا ہو گیا جب وہ شخص جس کے ہاتھ خط گیا تھا حج سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ بیمار ایسا تھا گویا کبھی کوئی بیماری اس کو پہنچی ہی نہیں (وفاء)۔

(۳۶) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ بیمار ہوئے تو یہ وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری نعش روضہ اقدس پر لے جاکر عرض کر دینا کہ یہ ابو بکر ہے آپ کے قریب دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے اگر وہاں سے اجازت ہو جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اجازت نہ ہو تو بقیع میں دفن کر دینا چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وصیت کے موافق جنازہ وہاں لے جاکر قبر شریف کے قریب یہی عرض کر دیا گیا وہاں سے ایک آواز ہمیں آئی آدمی کہنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا کہ اعزاز و اکرام کے ساتھ اندر لے آؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا انہی ہاتھوں سے مجھے غسل دینا اور خوشبو لگانا اور مجھے اس حجرہ کے قریب لے جاکر جہاں حضورؐ کی قبر ہے اجازت مانگ لینا اگر اجازت مانگنے پر حجرہ کا دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کر دینا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی طیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا۔ اور میں نے جاکر عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابو بکرؓ یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ ایک دم حجرہ کے کواڑ کھل گئے اور ایک آواز آئی کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ان دونوں کو ذکر کیا ہے محدثانہ حیثیت سے اس روایت کو منکر بتایا ہے لیکن تاریخی حیثیت تو باقی ہے ہی

(۳۷) حضرت سعید بن المسیب مشہور تابعی ہیں بڑے عجیب عجیب واقعات ان کی عبادت زہد اور کلمۃ الحق کہنے میں کسی سے نہ ڈرنے کے

کتب میں موجود ہیں پچاس برس تک کوئی نماز ان کی جماعت سے فوت نہیں ہوئی بلکہ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی اور چالیس برس تک کسی نماز کی اذان ایسی نہیں ہوئی کہ یہ اذن سے پہلے سے مسجد میں موجود نہ ہوں اور پچاس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی (حلیۃ) حرہ کی مشہور لڑائی جو یزید کے لشکروں کی اہل مدینہ سے ۶۳ھ میں ہوئی اس میں سب اہل مدینہ خوف و ہراس اور جنگ کی کثرت کی وجہ سے کچھ منتشر اور کچھ اپنے گھروں میں چھپ گئے تھے مسجد نبوی میں فوجیوں کے گھوڑے کودتے پھرتے تھے سترہ سو اونچے درجہ کے مہاجرین و انصار اس جنگ میں شہید ہوئے اور دس ہزار سے زیادہ عام مومنین علاوہ بچوں اور عورتوں کے (وفا)۔ اس زمانہ میں کئی دن تک حضرت سعید بن المسیبؒ تنِ تنہا مسجد نبوی میں پڑے رہے وہ کہتے ہیں کہ کئی دن تک اتنے دوسرے آدمی مسجد میں آنا شروع نہیں ہوئے میں ہر نماز کے وقت اذان اور تکبیر کی آواز قبر شریف میں سے سنا کرتا تھا (خصائص کبریٰ قول بدیع) یہ عشاق و جاں نثاروں کا نمونہ تھا عبرت کے لئے تین واقعات مخالفت کے لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں یہ واقعات اس لحاظ سے اہم ہیں کہ حاضرین کو ایسی کوئی حرکت ظاہری یا باطنی کرنے سے احتراز کرنا چاہیئے جو ادب کے خلاف ہو۔

(۲۸) امیر المومنین حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ان کے ایما سے یا محض سرخروئی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کے ایما بغیر مروان نے جو ان کی طرف سے مدینہ منورہ کا امیر تھا یہ چاہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شریف جو مسجد نبوی میں ہے اس کو یہاں سے اکھاڑ کر شام میں امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دیا جائے اور اس غرض سے اس کو اکھڑوانا شروع کیا اسی وقت

دفعتہً آفتاب گہن ہوگیا اور مدینہ منورہ میں اس قدر سخت اندھیرا ہوگیا کہ ستارے نظر آنے لگے مردان نے آکر لوگوں سے معذرت کی اور خطبہ میں اس کا اعلان کیا کہ اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں ہے بلکہ امیر معاویہؓ نے یہ لکھا تھا کہ اس کو دیمک لگ جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس کے نیچے اور سیڑھیوں کا اضافہ کرکے اس کو اوپر رکھنے کا ارادہ ہے اسی وقت بڑھئی کو بلوا کر چھ سیڑھیاں بنوائیں اور ان کے اوپر اس منبر شریف کو رکھا جس کی وجہ سے منبر شریف کی کل ۹ سیڑھیاں ہوگئیں ورنہ اس سے قبل حضورؐ کے زمانہ سے کل تین ہی درجے تھے دو سیڑھیاں اور ایک اوپر بیٹھنے کا (نزہتہ)۔

(۳۹) سلطان نورالدین عادل بادشاہ متقی اور صاحب اوراد و وظائف تھے رات کا بہت سا حصہ تہجد اور وظائف میں خرچ ہوتا تھا ۵۵۷ھ میں ایک شب تہجد کے بعد سوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضور اقدس نے دو کیری آنکھوں والے آدمیوں کی طرف اشارہ فرما کر سلطان سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو سلطان کی گھبراہٹ سے آنکھ کھلی فوراً اٹھ کر وضو کیا اور نوافل پڑھ کر دوبارہ لیٹے تو معاً آنکھ لگی اور یہی خواب بعینہ دوبارہ نظر آیا پھر جاگے اور وضو کرکے نوافل پڑھیں پھر لیٹے اور معاً آنکھ لگنے پر تیسری مرتبہ پھر یہی خواب نظر آیا تو اٹھ کر کہنے لگے کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں فوراً رات ہی کو اپنے وزیر کو جو صالح نیک آدمی تھے جمال الدین نام بتایا جاتا ہے اور اس نام میں اختلاف بھی ہے بلایا اور سارا قصہ سنایا وزیر نے کہا کہ اب دیر کی کیا گنجائش ہے فوراً مدینہ طیبہ چلیئے اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے۔ بادشاہ نے فوراً رات ہی کو طیاری کی اور وزیر اور ۲۰ نفر مخصوص خدام کو ساتھ لے کر تیز رو اونٹنیوں

پر بہت سا سامان اور مال متاع لدواکر مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے اور دن
رات چل کر سولھویں دن مصر سے مدینہ طیبہ پہنچے مدینہ طیبہ سے باہر غسل کیا او
نہایت ادب احترام سے مسجد شریف میں حاضر ہوئے اور روضہ جنت میں
دو رکعت نفل پڑھی اور نہایت متفکر بیٹھے سوچتے رہے کہ کیا کریں وزیر نے
اعلان کیا کہ بادشاہ زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں اور اہل مدینہ پر بخشش
اور اموال بھی تقسیم ہوں گے اور بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا جس میں
سارے اہل مدینہ کو مدعو کیا بادشاہ عطا کے وقت بہت گہری نگاہ سے
لوگوں کو دیکھتے سب اہل مدینہ یکے بعد دیگرے آکر عطائیں لے کر چلے گئے
مگر وہ دو شخص جو خواب میں دیکھے تھے نظر نہ آئے بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی
اور باقی رہا ہو تو اس کو بھی بلا لیا جائے معلوم ہوا کہ کوئی باقی نہیں رہا بہت
غور وخوض اور بار بار کہنے پر لوگوں نے کہا کہ دو نیک مرد متقی پرہیزگار مغر
بزرگ ہیں وہ کسی کی کوئی چیز نہیں لیتے خود بہت صدقات خیرات اہل م
پر کرتے رہتے ہیں سب سے یکسو رہتے ہیں گوشہ نشین آدمی ہیں بادشاہ
ان کو بھی بلوایا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دونوں ہیں جو خواب میں
دکھائے گئے تھے بادشاہ نے ان سے پوچھا تم کون ہو کہنے لگے مغرب
کے رہنے والے ہیں حج کے لئے حاضر ہوئے تھے حج سے فراغت پر زیارت
کے لئے حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں پڑے
رہنے کی تمنا ہوئی تو یہاں قیام کر لیا بادشاہ نے کہا صحیح صحیح بتادو انھو
نے جو پہلے کہا تھا اسی پر اصرار کیا بادشاہ نے ان کی قیام گاہ پوچھی معلو
ہوا کہ روضہ اقدس کے قریب ہی ایک رباط میں قیام ہے بادشاہ نے
کو تو وہیں روک رکھنے کا حکم دیا اور خود ان کے قیام گاہ پر گیا وہاں ج

بہت تجسس کیا وہاں مال ومتاع تو بہت سا ملا اور کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی ملیں لیکن کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے خواب کے مضمون کی تائید ہوتی بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا اہل مدینہ بہت کثرت سے سفارش کے لئے حاضر ہورہے تھے کہ یہ نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں ہر نماز روضہ شریفہ میں پڑھتے ہیں روزانہ بقیع کی زیارت کرتے ہیں ہر شنبہ کو قبا جاتے ہیں کسی سائل کو رد نہیں کرتے اس قحط کے سال میں اہل مدینہ کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور غمگساری انہوں نے کی ہے بادشاہ حالات سن کر تعجب کرتے تھے اور ادھر ادھر متفکر پھر رہے تھے دفعتہ خیال آیا کہ ان کے مصلے کو جو ایک بوریئے پر بچھا ہوا تھا اٹھایا اس کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے ایک سرنگ نکلی جو بہت گہری کھدی گئی تھی اور بہت دور تک چلی گئی تھی حتیٰ کہ قبر اطہر کے قریب تک پہنچ گئی تھی یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے بادشاہ نے ان کو غصہ میں کانپتے ہوئے پیٹنا شروع کیا کہ صحیح صحیح واقعہ بتاؤ انہوں نے بتایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں اور عیسائی بادشاہوں نے بہت سا مال ان کو دیا ہے اور بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے وہ حاجیوں کی صورت بنا کر آئے ہیں تاکہ قبر اطہر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو لے جائیں وہ دونوں رات کو اس جگہ کو کھودا کرتے اور جو مٹی نکلتی اس کو چمڑہ کی دو مشکیں ان کے پاس مغربی شکل کی تھیں ان میں بھر کر رات ہی کو بقیع میں ڈال آیا کرتے تھے بادشاہ اس پر کہ اللہ جل شانہٗ نے اور اس کے پاک رسول نے اس خدمت کے لئے ان کو منتخب کیا بہت روئے اور دونوں کو قتل کرایا اور حجرہ شریفہ کے گرد اتنی گہری خندق کھدائی کہ پانی تک پہنچ گئی اور اس میں رانگ یا سیسہ پگھلا کر بھروا دیا کہ جسد اطہر

تک کسی کی رسائی نہ ہو سکے (وفار ادل)۔
(ب ہم) شیخ شمس الدین صواب جو خادمین حرم نبوی کے رئیس تھے کہتے ہیں کہ میرے ایک مخلص رفیق تھے جو امیر مدینہ کے یہاں بہت کثرت سے آتے جاتے تھے اور مجھے بھی جس قسم کے کام پیش آتے انہیں کے ذریعہ سے امیر تک پہنچاتا تھا ایک دن وہ رفیق میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج بڑا سخت حادثہ پیش آگیا میں نے کہا کیا ہوا کہنے لگے کہ حلب کے رہنے والوں کی ایک جماعت امیر کے پاس آئی ہے اور بہت سا مال رشوت کا امیر کو اس لئے دیا ہے کہ وہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے مبارک اجسام کو یہاں سے لے جانے پر مدد دے امیر نے اس کو قبول کر لیا ہے شیخ صواب کہتے ہیں کہ یہ خبر سنکر میرے رنج کی انتہا نہ رہی میں انتہائی فکر میں تھا کہ امیر کا قاصد مجھے بلا لے آگیا میں وہاں گیا امیر نے مجھ سے کہا کہ آج رات کو کچھ لوگ مسجد میں آئینگے تم ان سے تعرض نہ کرنا اور وہ جو کچھ کریں ان کو کرنے دینا تم کسی بات میں دخل نہ دینا میں بہت اچھا کہہ کر چلا آیا مگر سارا دن حجرہ شریفہ کے پیچھے بیٹھے روتے ہوئے گزر گیا ایک منٹ کو آنسو نہ تھمتا تھا اور کسی کو خبر نہ تھی کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے آخر عشاء کی نماز سے فراغت پر جب سب آدمی چلے گئے اور ہم نے کواڑ وغیرہ بند کر لئے تو باب السلام سے کہ یہ دروازہ امیر کے گھر کے قریب تھا لوگوں نے دروازہ کھلوا کر اندر آنا شروع کیا میں ان کو ایک ایک کر کے چپکے چپکے گن رہا تھا چالیس آدمی اندر داخل ہوئے ان کے ساتھ پھاوڑے اور ٹوکریاں اور زمین کھودنے کے بہت سے آلات تھے وہ اندر داخل ہو کر حجرہ شریفہ کی طرف کو چلے خدا کی قسم منبر تک بھی نہ پہنچے تھے کہ ایک دم ان کو مع ان کے سارے ساز و سامان

کے زمین نگل گئی اور نشان تک بھی پیدا نہ ہوا امیر نے بہت دیر تک ان کا انتظار کر کے مجھے بلا کر پوچھا کہ صواب وہ لوگ ابھی تک تمہارے یہاں نہیں پہنچے میں نے کہا ہاں آئے تھے اور یہ قصہ ان کے ساتھ گزرا امیر نے کہا دیکھو کیا کہہ رہے ہو میں نے کہا بالکل ایسا ہی ہوا آپ چلیں میں وہ جگہ بتاؤں جہاں یہ قصہ گزرا امیر نے کہا اچھا بس یہ بات یہیں تک رہے اگر یہ بات کسی اور پر ظاہر کی گئی تو سر اڑا دیا جائے گا (وفاء اول)۔

حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف وکرم سے وہاں کے آداب کے بجاآوری کی توفیق عطا فرمائے اور محض اپنے لطف وکرم سے بے ادبی کے وبال سے محفوظ فرمائے۔

(تنبیہ) گزشتہ واقعات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب وغیرہ میں زیارت کے متعدد قصے گزرے ان کے متعلق ایک ضروری بات ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ جس شخص نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اس نے حقیقت میں حضور ہی کی زیارت کی اس میں تردد نہیں اس لئے کہ متعدد مشہور اور صحیح روایات میں مختلف الفاظ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد وارد ہوا ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھی کو دیکھا ہے اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ وہ میری صورت بنا سکے لیکن اس کے باوجود چونکہ دیکھنے کا آلہ اور ذریعہ خود دیکھنے والے کی ذات ہوتی ہے اور آلہ کے فرق کی وجہ سے اس چیز میں فرق پڑ جاتا ہے جس کو دیکھا جائے مثلاً سرخ عینک سبز عینک سیاہ عینک سے جس چیز کو دیکھا جائے گا وہ ایسی ہی نظر آئے گی جیسی عینک ہوگی اصل چیز کے رنگ میں کوئی فرق نہ ہوگا جیسا کہ دوربین خوردبین

کے تفاوت سے چیز میں تفاوت معلوم ہوتا ہے اور بھینگی آنکھ ایک کے بجائے دو دیکھتی ہے اس لئے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں کوئی چیز شان والا کے مناسب نظر نہ آئے تو وہ نظر کا قصور ہے اسی طرح اگر شریعتِ مطہرہ کے خلاف کوئی بات سننے میں آئے تو وہ سننے کا قصور ہوگا ابن امیر الحاج مدخل میں لکھتے ہیں کہ اس سے بہت احتراز کرنا چاہیئے کہ خواب میں یا غیبی آواز سے جاگتے میں کسی ایسی چیز کی طرف قلب کو طمانیت اور سکون ہو جو صدر اول کے خلاف ہو اس طرح سے خواب میں دیکھنے کی وجہ سے کسی ایسی چیز کی طرف مانوس ہو جو سلف کے خلاف ہو اس سے بھی احتراز کرنا چاہیئے جیسا کہ بعض لوگوں کو پیش آگیا کہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم فرمایا اور دیکھنے والے نے محض خواب کی بنا پر اس پر عمل شروع کردیا اور اس کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ پر پیش کر کے نہیں جانچا حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول اور اللہ جل شانہٗ کی طرف رد کرنے کا مطلب اسکی کتاب پر پیش کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رد کرنیکا مطلب آپ کی حیات میں آپکی ذات پر پیش کرنا تھا اور آپکے وصال کے بعد آپکی سنت پر پیش کرنا ہے اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا بے تردد حق ہے لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے خواب پر عمل کا مکلف نہیں بنایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمی مرفوع القلم ہیں ان میں ایک وہ شخص ہے جو سو رہا ہو یہاں تک کہ جاگ جائے (دوسرا بچہ۔ تیسرا مجنون) اس کے علاوہ یہ بھی وجہ ہے کہ علم اور روایت اسی شخص سے حاصل کی جاسکتی ہے جو متیقظ ہو حاضر العقل ہو اور سونے والا ایسا نہیں

ہوتا اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا ممانعت اگر خواب میں دیکھی جائے تو اس کو کتاب وسنّت پر پیش کیا جائے اگر ان کے موافق ہو تو خواب بھی حق ہے اور کلام بھی حق ہے اور یہ دیکھنے والے کی طمانینت کے لئے بشارت کے طور پر ہے اور اگر ان کے خلاف ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ خواب تو حق ہے لیکن شیطانی اثر سے سننے والے کے کان میں ایسی چیز پڑی جو حضورؐ نے ارشاد نہیں فرمائی امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کے شروع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں لکھا ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا بے شک اس نے آپ ہی کو دیکھا کہ شیطان آپ کی صورت نہیں بنا سکتا لیکن اس میں اگر کوئی چیز خواب میں احکام کے متعلق سنی تو اس پر عمل جائز نہیں نہ اس وجہ سے کہ خواب میں کوئی تردد ہے بلکہ اس وجہ سے کہ دیکھنے والے کا ضبط معتمد نہیں صاحبِ مدخل نے آگے بھی اس میں طویل کلام کیا ہے بقدر ضرورت نقل کیا گیا اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اسی کی تصریح فرمائی ہے جو اوپر گزرا۔

دسویں فصل مدینہ طیبہ کے فضائل میں

جس شہر کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے محبوب دوجہاں کے سردار کی قیام گاہ تجویز کیا ہو اس کے لئے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو گی کہ اللہ نے اپنے محبوب کے رہنے کے لئے اس کو پسند کیا اور اس کے بعد پھر کسی دوسرے شہر کو اس پر کیا فوقیت ہو سکتی ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ وہ مواقع جو وحی کے نزول کے ساتھ آباد ہوئے ہوں قرآن پاک ان میں نازل ہوتا رہا ہو۔

حضرت جبرئیل حضرت میکائیل علیہم السلام بار بار ان میں حاضر ہوتے رہے ہوں مقرب فرشتے ان میں اترتے رہے ہوں ان کے میدان اللہ کے پاک ذکر اور تسبیح سے گونجتے رہے ہوں ان کی مٹی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پھیلی ہوئی ہو اللہ کے دین اور اس کے پاک رسول کی سنتیں وہاں سے اس قدر کثیر مقدار میں جاری ہوئی ہوں وہاں فضائل اور برکات وخیرات کے مشاہد ہوں وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کے اور چلنے پھرنے کے مقامات ہوں وہ اس قابل ہیں کہ ان کے میدانوں کی تعظیم کی جائے ان کی خوشبوؤں کو سونگھا جائے اس کے در و دیوار کو چوما جائے (شفاء)۔

احادیث میں بھی اس پاک شہر اور اس کے بہت سے مواضع کے فضائل وارد ہوئے ہیں جن میں سے چند یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالی سمی المدینۃ طابۃ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے اس شہر مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

ف - یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے وحی کے ذریعہ سے اس کا نام طابہ رکھا اور ایک روایت میں طیبہ آیا ہے اس کے معنی پاکی کے بھی ہیں اور عمدگی کے بھی کہ یہ شرک کی گندگی سے پاک ہے یا یہ کہ اس کی آب و ہوا عمدہ ہے معتدل مزاج والوں کے موافق ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے اندر رہنے والے پاکیزہ لوگ ہیں ان کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ (مناسک نووی) ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے تقریباً ایک ہزار نام ہیں جن میں سے امام نووی نے اپنے مناسک میں مشہور ہونے کی وجہ سے پانچ نام ذکر کئے

ہیں۔ مدینہ، طابہ، طیّبہ، دار، یثرب۔ ان میں سے یثرب زمانہ جاہلیت کا نام ہے حضورؐ نے اس کو پسند نہیں فرمایا چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں یہ مدینہ ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے غالباً ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ یثرب کے معنی ملامت اور حزن کے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ بُرا نام بدل کر بہتر نام رکھنے کی تھی جیسا کہ دوسری حدیث کے ذیل میں مفصل آرہا ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ مدینہ دین سے مشتق ہے جس کے معنی اطاعت کے ہیں اس لئے یہ نام رکھا گیا کہ اس شہر میں اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے صاحب اتحاف نے بہت سے نام مدینہ طیّبہ کے نقل کرکے لکھا ہے کہ ناموں کی کثرت بھی شرافت پر دلالت کرتی ہے اور ان سب میں مشہور نام مدینہ ہے۔

(۲) عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم امرت بقریة تاکل القری یقولون یثرب و هی المدینة تنفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید متفق علیه کذا فی المشکوٰة۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے ایک ایسی بستی میں رہنے کا حکم کیا گیا جو ساری بستیوں کو کھائے لوگ اس بستی کو یثرب کہتے ہیں اس کا نام مدینہ ہے وہ (بُرے) آدمیوں کو اس طرح دور کردیتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔

ف۔ اس حدیث شریف میں کئی مضمون ذکر کئے گئے ہیں اول یہ کہ مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کا اس شہر میں قیام اپنی خواہش اور اپنے ارادہ سے نہیں تھا بلکہ اللہ جل شانہ کی طرف سے یہاں قیام کا حکم کیا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ کو پسند کیا (کنز)

ایک حدیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا کہ اللہ جل شانہٗ نے وحی بھیجی کہ ان تین بستیوں میں سے جہاں تم قیام کرو وہی تمہاری ہجرت کی جگہ ہے مدینہ، بحرین، قنسرین (کنز) ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے جو ایک شور زمین دو کنکریلی زمینوں کے درمیان ہے یہ جگہ ہجر ہو (ایک جگہ کا نام ہے) یا یثرب ہو (کنز) ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے (قریب یہ ہے کہ اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدگی کا اختیار دیا گیا ہو اس کے بعد حضورؐ نے جب خود حق سبحانہٗ وتقدس سے استخارہ کیا ہو تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مدینہ پاک کی تعیین ہوگئی ہو تاریخِ خمیس میں لکھا ہے کہ اہلِ سیر نے کہا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ سے بیعت العقبہ کرلی اور صحابہ کرام مشرکین کی ایذا رسانی کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں قیام پر قادر نہ رہے تو ان کو مدینہ طیبہ ہجرت کی اجازت فرمادی اور بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ مجھے ہجرت کی جگہ دکھائی گئی وہ ایک زمین ہے جس میں کھجور کے درخت ہیں میرا خیال ہوا کہ یہ جگہ شاید یمامہ ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ یثرب ہے بعض علما نے فرمایا ہے کہ اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی صفت کے ساتھ دکھایا گیا جو مدینہ پاک میں اور دوسری جگہوں میں مشترک تھی اس کے بعد ایسی صفات کے ساتھ دکھایا گیا جو مدینہ منورہ کے ساتھ مخصوص تھیں تو وہ متعین ہوگیا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت چاہی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھیر جاؤ مجھے بھی عنقریب اجازت ہونے کو ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ

نے انہیں ایام میں خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند مکہ مکرمہ میں اترا جس کی وجہ سے سارا مکہ روشن ہوگیا پھر وہ چاند آسمان کی طرف چڑھا اور مدینہ طیبہ میں جا اترا جس کی وجہ سے مدینہ کی ساری زمین روشن ہوگئی، یہ طویل خواب ہے اسی میں آخر میں ہے کہ پھر وہ چاند عائشہؓ کے گھر میں گیا اور ان کے گھر کی زمین شق ہوگئی جس میں وہ چاند پوشیدہ ہوگیا کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو فنِ تعبیر سے پہلے ہی سے بہت مناسبت تھی اس خواب سے انہوں نے مدینہ کی ہجرت اور آخر میں حضورؐ کا حضرت عائشہؓ کے مکان میں دفن ہونا سمجھ لیا تھا۔ (خمیس)۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ اس بستی کی صفت یہ بیان کی گئی کہ ساری بستیوں کو کھالے علماء نے اس سے مدینہ طیبہ کے ساری بستیوں سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے اور متعدد اقوال اس کی شرح میں نقل کئے گئے بعض علمائے نے اس کا مطلب ہی یہ لکھا ہے کہ وہ بستی یعنی مدینہ ساری بستیوں سے افضل ہے یعنی اس کی فضیلت اتنی غالب اور بڑھی ہوئی ہے کہ اور سب بستیوں کی فضیلتیں اس کے مقابلہ میں مغلوب اور کالعدم ہیں گویا اوروں کی فضیلت اس کے مقابلہ میں معدوم ہوگئی یہی مراد ہے کھا لینے سے کہتے ہیں کہ اس مطلب کی تائید توراۃ شریف سے بھی ہوتی ہے اس میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے یا طابۃ یا مسکینۃ انی سارفع اجاجیرک علی اجاجیر القری اے طابۃ اے مسکین شہر میں تیری چھتوں کو ساری بستیوں کی چھتوں پر بلند کروں گا اور بعض علماء نے لکھا کہ اس بستی کے رہنے والے دوسرے شہروں کو فتح کرلیں گے اور ان پر غالب ہوجائیں گے جیسا کہ کہتے ہیں، فلاں شخص نے فلاں کو کھالیا یعنی قوت سے اس پر غالب ہوگیا اور

بعض علماء نے لکھا ہے کہ دونوں معنے مراد ہیں یعنی اس بستی کی فضیلت دوسری بستیوں پر غالب ہوگی اور اس کے آدمی دوسرے شہروں کے آدمیوں پر فتح اور غلبہ حاصل کریں گے (زرقانی مواہب) صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ جو کوئی اس شہر میں رہتا ہے غالب ہوتا ہے اور فتح کرتا ہے اور شہروں کو یہ خاصیت ہے اس شہر عظیم الشان کی کہ جو اس میں آتا ہے اکثر شہروں پر غالب ہوتا ہے پہلے اس میں قوم عمالقہ آئی وہ غالب ہوئی اور شہروں اور ولایتوں کو فتح کیا پھر یہود آئے وہ غالب ہوئے عمالقہ پر پھر انصار پہنچے وہ غالب ہوئے یہود پر پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین آئے ان کو کس طرح غلبہ ہوا کہ مشرق سے مغرب تک لے لیا۔

تیسرا مضمون یہ ہے کہ لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اس کا نام مدینہ ہے زمانہ جاہلیت میں اس شہر کا نام یثرب تھا ابتدا اسلام میں بھی اسی ذکر ہوتا رہا صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے اس کو یثرب کہنے سے منع فرمایا یا تو اس لئے کہ وہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ وہ مشتق ہے یثرب سے جس کے معنی ہلاک اور فساد کے ہیں یا اس لئے کہ یثرب اصل میں ایک بت کا نام تھا اس کے نام پر شہر کا نام رکھا گیا یا اس لئے کہ یثرب ایک ظالم شخص کا نام تھا اور بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث لکھی ہے کہ جو کوئی ایک بار یثرب کہے چاہیئے کہ دس بار مدینہ کہے تاکہ تدارک اور تلافی ہو۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس حدیث سے مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے یہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو سورہ احزاب میں یا اھل یثرب لامقام لکم وارد ہوا ہے اور اس میں اس کو یثرب سے تعبیر کیا ہے وہ

غیر مسلموں کا قول نقل کیا ہے اس سے جواز پر استدلال نہیں ہوتا اور امام احمد نے حضرت براء کی حدیث سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مدینہ کو یثرب کہے اس کو استغفار کرنا چاہیئے اس کا نام طابہ ہے طابہ ہے اور ایک حدیث میں حضرت ابو ایوب سے نقل کیا گیا کہ حضورؐ نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع کیا ہے اسی وجہ سے علیٰی بن دینار مالکی لکھتے ہیں کہ جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر ایک خطا لکھی جاتی ہے اور ناپسندیدگی کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ تثریب سے ہے جس کے معنی ڈانٹنے کے اور ملامت کرنے کے ہیں یا ثرب سے ہے جس کے معنی فساد کے ہیں اور دونوں معنے بُرے ہیں اور حضورؐ کی عادتِ شریفہ تھی کہ بُرے نام کو بدل کر اچھا نام تجویز فرماتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ نام یثرب بن قانیہ بن مہلدیل بن عبل بن عیص بن ارم بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام کے نام پر ہے کہ وہ اس جگہ سب سے پہلے آباد ہوا جس کے نام پر یہ نام رکھا گیا اور اس کا بھائی خیبور تھا جس کے نام پر اس کے رہنے کی وجہ سے خیبر رکھا گیا۔

چوتھا مضمون یہ ہے کہ بُرے آدمیوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسا کہ آگ کی بھٹی لوہے کے میل کو، اس کا مطلب بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفر و شرک کا اس سے بالکلیہ دور ہو جانا مراد ہے (مظاہر) اور بعض علما نے لکھا ہے کہ یہ حضورؐ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ ایک حدیث میں ایک قصہ بھی آیا ہے کہ ایک بدو جو مدینہ میں رہتا تھا اس کو شدت سے بخار آیا جس کی وجہ سے اس نے مدینہ میں رہنے سے گھبرا کر حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میری بیعت توڑ دیجئے میں یہاں نہیں رہتا حضورؐ نے بیعت توڑنے سے انکار کیا پھر دوبارہ سہ بارہ آکر

اصرار کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرماتے رہے مگر وہ نکل گیا جس پر حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح سے ہے بُرے کو نکال دیتا ہے اچھے کو خالص کرتا ہے یعنی نکھارتا ہے بعض علمائنے کہا ہے کہ آخر زمانہ میں بھی یہی بات ہوگی یعنے دجال کے زمانہ میں کہ مدینہ پاک سے بُرے بُرے آدمی نکل جائیں گے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ مدینہ سے بُرے بُرے آدمی نہ نکل جائیں بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ہر شہر میں دجال کا گذر ہوگا مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اس کا داخلہ نہیں ہو سکے گا فرشتے ان دونوں شہروں کی حفاظت کریں گے اس وقت مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس سے ہر کافر اور منافق اس سے نکل پڑے گا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص مراد ہے جس کے ایمان میں خلوص نہ ہو۔

پانچواں مضمون یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے مدینہ منورہ کے سارے شہروں سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا جیسا کہ دوسرے مضمون میں گزرا مکہ مکرمہ کے علاوہ اور جتنے شہر ہیں ان پر مدینہ پاک کی فضیلت تو مسلم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اس میں علماء میں اختلاف ہو گیا کہ مدینہ پاک کی فضیلت مکہ مکرمہ پر بھی ہے یا نہیں اکثر علماء نے مکہ مکرمہ کو سب سے افضل شہر بتایا ہے جیسا کہ جمہور علماء کا مذہب ہے اور بعض حضرات نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ سے بھی افضل فرمایا ہے جیسا کہ امام مالک اور دوسرے بعض علماء سے نقل کیا گیا جیسا کہ قریب ہی مفصل آئے گا لیکن اس سے قبل دو امر یاد رکھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ مدینہ طیبہ کی وہ زمین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل ہے

اس میں کوئی اختلاف علما میں نہیں ہے وہ بالاتفاق سب علما کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے ابن عساکر قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے اس پر ساری امت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصہ زمین کا بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے بلکہ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ عرش معلےٰ سے بھی افضل ہے جس کی وجہ علمار نے یہ لکھی ہے کہ آدمی جس جگہ دفن ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی سے ابتدا میں وہ پیدا کیا جاتا ہے تو گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک بھی اسی مٹی سے بنا ہے (شرح مناسک نووی)۔

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جو زمین کا حصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے وہ ساری دنیا کی زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ کی زمین سے بھی افضل ہے بلکہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے بلکہ بعض علمار نے تو اس وجہ سے کہ حضورؐ کا بدن مبارک زمین میں ہے زمین کو آسمان سے افضل بتایا ہے لیکن جمہور علمار کا مذہب یہ ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہے اس لئے کہ آسمان پر اللہ کی نافرمانی نہیں ہوتی اور زمین پر کفر وشرک ہوتا ہے، البتہ وہ جگہ جو انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبارک بدنوں سے متصل ہے وہ آسمانوں سے افضل ہے (شرح مواہب) عرش سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ' مکان سے بے نیاز ہے اور زمین کے اس حصہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک موجود ہے اس کے بعد دوسرا امر یہ بھی ذہن میں رکھنے کا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے علاوہ دنیا کی سب جگہوں سے بالاتفاق افضل ہے اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے ابن حجر شرح مناسک نووی

میں لکھتے ہیں کہ علماء میں جو اختلاف مکہ یا مدینہ کے افضل ہونے میں ہے وہ کعبہ شریف کے علاوہ میں ہے کعبہ شریف بالاتفاق مدینہ منورہ سے افضل ہے بجز قبر شریف کے اس حصہ کے جو حضورؐ کے بدن مبارک سے مل رہا ہے کہ وہ کعبہ شریف سے بھی افضل ہے ان دو چیزوں کے بعد پھر اس میں اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ افضل ہے امام نووی اپنے مناسک میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یعنی شافعیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ افضل ہے یہی اکثر فقہاء کا مذہب ہے اور امام احمد بن حنبل کا راجح قول بھی یہی ہے ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ کا ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن عبدالبر نے اسی کو نقل کیا حضرت عمر، حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابو الدرداء حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے بارہ میں جو ثواب اعمال کا روایات میں آتا ہے وہ مدینہ منورہ کے ثواب سے زیادہ ہے یعنی ایک لاکھ نمازوں کا ثواب کثرت سے احادیث میں آیا ہے جیسا کہ تیسری فصل کی حدیث ۱ میں اور چھٹی فصل کی حدیث ۶ میں گزر چکا ہے نیز اسی فصل کی حدیث ۱ میں گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فرمایا کہ تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

دوسرا قول حضرت امام مالکؒ کا ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے امام احمدؒ کا دوسرا قول بھی اسی کے موافق ہے اور حضرت عمرؓ کا مذہب بھی یہی نقل کیا جاتا ہے پہلے قول میں بھی حضرت عمرؓ کا نام نامی گزر چکا ہے۔ اس لئے ان کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہو گئے ان حضرات کی دلیل ایک تو یہی حدیث ہے جس کا بیان ہو رہا ہے نیز ایک حدیث میں حضور کا ارشاد

نقل کیا گیا کہ ہر شہر تلوار سے فتح ہوا مگر مدینہ طیبہ قرآن سے فتح ہوا (زرقانی) نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مدینہ منورہ میں اتنا طویل ہے کہ ہجرت سے لے کر قیامت تک اسی شہر میں قیام ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے یہاں موجود ہونے کی وجہ سے جس قدر اللہ جل شانہٗ کی رحمتیں ہر آن اور ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں ان کا نہ شمار ہو سکتا ہے نہ اندازہ نیز شریعت مطہرہ کی تکمیل اور شریعت کے جتنے احکام اس شہر میں نازل ہوئے اتنے نہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئے نہ کسی اور جگہ۔ نیز اسی فصل کے نمبر ۵ پر جو حدیث آ رہی ہے اس سے بھی یہ حضرات استدلال فرماتے ہیں جو مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ سے افضل بتاتے ہیں بندہ کے ناقص خیال میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے جو اس فصل کے نمبر ۹ کے ذیل میں حضورؐ کا ارشاد آ رہا ہے کہ کوئی زمین ایسی نہیں کہ جو مجھے زیادہ محبوب ہو اس اعتبار سے کہ میری قبر وہاں ہو بجز مدینہ کے۔

(۳) عن سعدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی احرم ما بین لابتی المدینۃ ان یقطع عضاھھا او یقتل صیدھا وقال المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون لا یدعھا احد رغبۃ عنھا الا ابدل اللہ فیھا من ھو خیر منہ ولا یثبت احد علی لاوائھا الا کنت لہ شفیعا او شھیدا یوم القیمۃ رواہ مسلم

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مدینہ منورہ کی دونوں جانب جو کنکریلی زمین ہے اس کے درمیانی حصہ کو میں حرام قرار دیتا ہوں اس لحاظ سے کہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں یا اس میں شکار کیا جائے اور حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مدینہ مومنین کے قیام کے لئے بہترین جگہ ہے اگر وہ اس کی خوبیوں کو جانیں تو یہاں کا قیام نہ چھوڑیں اور جو شخص یہاں کے قیام کو اس سے بدل

كذا فى المشكوٰة و فى تحريم المدينة عن على عند الشيخين و فى الصبر على لاواء المدينة روايات كثيرة فى الصحاح۔

ہو کر چھوڑے گا اللہ جل شانہٗ اس کا نعم البدل یہاں بھیج دے گا اور جو شخص مدینہ طیبہ کے قیام کی مشکلات کو برداشت کر کے یہاں قیام کریگا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔

ف۔ اس حدیث شریف میں کئی مضمون ہیں اور ہر مضمون بہت سی مختلف روایات میں وارد ہوا ہے اول یہ ہے کہ میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں مدینہ منورہ کے دونوں جانب پتھریلی زمین ہے ان دونوں کے درمیانی حصہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام مدینہ اور اس کے قریب کی زمین کو حرام قرار دیتا ہوں بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث میں حضرت علیؓ سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جبل عیر اور جبل ثور کے درمیانی حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں جبل ثور جبل احد کے قریب ایک چھوٹا سا پہاڑ بتاتے ہیں اور حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ محترم اور حرم کے حکم میں ہے نہ اس جگہ شکار کیا جائے نہ یہاں کا خودرو گھاس کاٹا جائے جیسا کہ مکہ مکرمہ کے حرم میں یہ چیزیں ناجائز ہیں ایسے ہی حضورؐ نے یہاں کے متعلق بھی ارشاد فرمایا لیکن دوسری روایات کی بنا پر حنفیہ کے نزدیک دونوں جگہ کے حکم میں یہ فرق ہے کہ مکہ مکرمہ کے حرم میں یہ چیزیں ناجائز ہیں اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو بدلہ دینا واجب ہو گا اور حرم مدینہ میں خلاف اولیٰ ہیں اور بدلہ دینا واجب نہ ہو گا یہ ممانعت بھی دونوں جگہ مکان کی فضیلت کے لحاظ سے ہے جیسا کہ شاہی محلوں کے آس پاس کی جگہیں ساری دنیا میں محترم اور قابل ادب ہوتی ہیں وہاں شکار وغیرہ کھیلنے کی بھی اجازت نہیں ہوتی اور کسی کو وہاں کی پیداوار میں تصرف کا بھی حق نہیں ہوتا یہ

ایک معروف چیز ہے۔

دوسرا مضمون مدینہ منورہ میں قیام کے متعلق ہے یہ مضمون بھی بہت سی روایات میں آیا ہے بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا ہے کہ یمن فتح ہوگا بعض لوگ اس کے حالات کی تحقیق کریں گے پھر اپنے اہل وعیال کو اور جو لوگ ان کے کہنے میں آجائیں گے ان کو لے کر وہاں چلے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا کاش وہ یہاں کی برکات کو جانتے اور شام فتح ہوگا لوگ وہاں کے حالات کی خبریں سن کر اپنے اہل کو اور جو ان کے کہنے میں آجائیں گے ان کو لے کر وہاں منتقل ہوجائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا کاش وہ اس کو جانتے عراق فتح ہوگا اور لوگ وہاں کے حالات معلوم کرکے وہاں اپنے اہل کو اور جو کہنے میں آجائیں ان کو لے کر وہاں منتقل ہوجائیں گے اور مدینہ ان کے لئے بہتر تھا کاش وہ اس کو جانتے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حضورؐ کا ارشاد اسی طرح پورا ہوا اور یہ شہر اسی ترتیب سے فتح ہوئے (فتح) حضرت ابو اسید فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ حضرت حمزہؓ کی قبر پر تھے اور ان کا کفن صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو بدن پر بھی پوری نہ آتی تھی جب اس سے ان کے چہرے کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں پر کھینچی جاتی تو چہرہ کھل جاتا حضورؐ نے فرمایا کہ چادر کو منہ کی طرف کردو اور پاؤں پر درخت کے پتے ڈال دو صحابہ کرامؓ رو رہے تھے حضورؐ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ شاداب زمینوں کی طرف نکلیں گے وہاں جاکر کھانے اور پہننے کو خوب ملے گا کثرت سے سواریاں ملیں گی تو اپنے گھر والوں کو لکھیں گے کہ تم حجاز

کی قحط زدہ زمین میں پڑے ہو یہاں آجاؤ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے کاش وہ جانتے اس امر کو (ترغیب) مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ عنقریب لوگ دوسرے شہروں کی ثروت اور پیداوار کو دیکھ کر اپنے قریبی رشتہ داروں کو وہاں بلادیں گے کہ یہاں بڑی پیداوار ہے یہاں آجاؤ لیکن مدینہ کا قیام ان کے لئے بہتر ہے کاش وہ اس کی بہتری کو جانتے ۔ (زرقانی علی المواہب) اور ظاہر ہے کہ دنیا کی ثروت یا پیداوار جتنی بھی زیادہ ہوجائے جو بات مدینہ پاک میں برکات کے اعتبار سے ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہونے کی جو سعادت وہاں حاصل ہے اور دین کی طرف رغبت کے جو اسباب وہاں ہیں وہ کسی دوسری جگہ کہاں میسر آسکتے ہیں اور ان قیمتی موتیوں کے مقابلہ میں دنیاوی مال و متاع لاکھوں کا ہو یا کروڑوں کا کب مقابلہ کرسکتا ہے مسند بزار کی ایک حدیث میں حضرت جابرؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مدینہ منورہ سے بعض آدمی کسی شاداب زمین کی طرف ثروت کی تلاش میں جائیں گے اور وہاں ان کو ثروت اور شادابی مل جائے گی تو وہ اپنے اہل و عیال کو بھی وہاں منتقل کرلیں گے لیکن اگر وہ مدینہ کے فضائل سے باخبر ہوتے تو یقیناً مدینہ ان کے لئے بہتر تھا (زرقانی)۔

تیسرا مضمون یہ ہے کہ جو شخص مدینہ کے قیام کو اس سے اعراض کرکے اور بددل ہوکر چھوڑے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کا نعم البدل یہاں تجویز کرے گا حافظ ابن عبدالبر قاضی عیاض وغیرہ نے اس کو حضورؐ کے زمانہ کے ساتھ خاص بتایا ہے لیکن امام نووی اور علامہ ابی مالکی وغیرہ نے اس کو ہمیشہ کے لئے عام بتایا ہے علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ یہ بات ان حضرات کے لئے جو وہاں کے

باشندے ہیں وہاں کے مستقل رہنے والے ہیں اور جو حضرات دوسری جگہ کے مقیمین محض زیارت کے لئے آئے ہوں وہ اس میں داخل نہیں ہیں لیکن یہ اشکال ہوتا ہے کہ بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی مدینہ طیبہ کے قیام کو ترک کر کے دوسری جگہ کو وطن بنایا ہے لیکن حقیقت میں اشکال نہیں ہے اس لئے کہ ان حضرات کا ترکِ وطن درحقیقت ایک بڑا مجاہدہ اور ایثار تھا اگر یہ حضرات حق تعالیٰ شانہ ان کی قبروں کو انوار و برکات سے خوب پُر کرے اپنی ذاتی غرض اور اپنی ذات کے نفع کو مقدم فرماتے تو آج ہندوستان اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں اسلام کیسے پھیلتا یہ انہیں حضرات کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ دنیا کے ہر خطہ میں اسلام کی روشنی پھیلی ہوئی ہے ان حضرات کا دور دراز شہروں میں جاکر قیام فرمانا دین کی خاطر تھا اسلام کی خاطر تھا اللہ کی رضا کے واسطے تھا اور اس کے پاک رسول کی محنت کو پھیلانے کے واسطے تھا یہ خود حضورؐ ہی کی خوشنودی کے واسطے اپنی دل بستگی کو چھوڑنا تھا۔

اريد وصاله و يريد هجري   فاترك ما اريد لما يريد

میں محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے جدائی پسند کرتا ہے اس لئے میں اپنی خوشی کو اس کی خوشی پر قربان کرتا ہوں ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مدینہ پاک چھوڑنے پر وہاں کی برکات سے وہاں کی نمازوں میں اجر و ثواب کی زیادتی سے جو نقصان واقع ہوا انشاء اللہ اس سے کروڑوں درجہ زائد وہ ثواب ان کو ملتا رہے گا جو ان کی برکت سے دنیا میں اسلام پھیلنے سے ان کے حصہ میں آیا اور قیامت تک آتا رہے گا اس لئے کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام کرے تو اس کو اس کا

ثواب تو ہو ہی گا لیکن اس کی وجہ سے جتنے آدمی اس نیک کام کو کرتے رہیں گے ان سب کے کرنے کا ثواب کرنے والوں کو مستقل ملتا رہے گا اور اس شخص کو سب کرنے والوں کے کرنے کا ثواب مستقل ملتا رہے گا، اس لحاظ سے مدینہ پاک کے چھوٹنے سے جو ان حضرات کے اعمال کے ثوابوں میں کچھ کمی ہوئی ہوگی اس سے بدرجہا زائد قیامت تک جتنے آدمی مسلمان ہوتے رہیں گے اور نیک اعمال کرتے رہیں گے ان کے اعمال کا ثواب ان حضرات کو انشاء اللہ ہوتا رہے گا جن کی وجہ سے جہاں جہاں اسلام پھیلا اسی وجہ سے اکابر تعلیم و تبلیغ پر بہت زیادہ زور دیتے رہے کہ آدمی اگر خود نیک اعمال کرے تو اس کا ثواب اپنی زندگی تک ہے لیکن اگر دوسروں کو نیک عمل پر لگا جائے تو ان سب کے اعمال کا ثواب اس شخص کو ملتا رہے گا جس کی سعی اور کوشش سے دوسرے لوگوں نے کوئی نیک عمل کیا ہو مفت کا ثواب ہے اور گویا ایک سرمایہ ہے جو کسی تجارت میں لگا دیا گیا اور ہمیشہ اس کا نفع ملتا رہے گا یا ایک کرایہ کی جائداد ہے جس کا کرایہ گھر بیٹھے ہمیشہ وصول ہوتا رہے گا اس لئے بہت زیادہ کوشش اس کی ہونا چاہیئے کہ اپنی کوشش سے جتنے بھی زیادہ سے زیادہ آدمی دین پر قائم ہو جائیں دین پر پختہ ہو جائیں نیک عمل کرنے لگیں وہ غنیمت ہے۔

چوتھا مضمون اس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کی تکالیف کو برداشت کر کے ان پر صبر کر کے وہاں قیام کرے گا حضورؐ نے فرمایا کہ میں اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا یہ مضمون بہت سی احادیث میں ذکر کیا گیا ہے حرہ کی لڑائی میں جب کہ مدینہ منورہ پر چڑھائی ہو رہی تھی ایک شخص حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس آئے اور جنگ کی وجہ سے مدینہ پاک میں سخت

گرانی اور اپنے کنبہ کی کثرت کا ذکر کر کے کہیں باہر جانے کا مشورہ کرنے لگے حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا تیرا ناس ہو میں کبھی بھی تجھے کسی دوسری جگہ منتقل ہونے کا مشورہ نہیں دوں گا میں نے خود حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر صبر کرے گا میں اس کا قیامت میں سفارشی یا گواہ ہوں گا بعض علماء نے کہا کہ یہ راوی کو شک ہے کہ حضورؐ نے سفارشی کا لفظ فرمایا یا گواہ کا لفظ فرمایا علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ یعنی سفارشی یا گواہ حضرت جابرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت اسماء بنت عمیسؓ حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ سب کی حدیثوں میں موجود ہے یہ بات بہت دشوار ہے کہ سب ہی کو شک ہو گیا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دونوں لفظ ارشاد فرمائے اور یہ آدمیوں کے اختلاف کی وجہ سے فرمایا کہ بعض لوگوں کے لئے سفارشی بنوں گا اور بعض کے لئے گواہ مثلاً گنہ گاروں کے لئے سفارشی اور متقی لوگوں کے لئے گواہ یا یہ کہ جن حضرات کی وفات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہوئی ان کے لئے گواہ اور جن کی وفات حضورؐ کے وصال کے بعد ہوئی ان کے لئے سفارشی، بعض روایات میں یا کے بجائے اور کا لفظ آیا ہے کہ میں ان کے لئے سفارشی اور گواہ ہوں گا اس روایت کے موافق سب کے لئے دونوں چیزیں جمع ہو گئیں اور یہ سفارش اور شہادت جو ان حضرات کے لئے ہو گی وہ عام مومنین کے لئے سفارش اور شہادت کے علاوہ خصوصی ہو گی جو اہل مدینہ کے اعزاز و اکرام پر دلالت کرتی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ سفارش ہی خاص قسم کی ہو گی مثلاً تخفیف حساب کی سفارش ہو یا کسی خاص نوع کے اکرام کی سفارش ہو

مثلاً عرش کے سایہ تلے ہونے کی یا جنت میں جلدی داخلہ کی یا خصوصی منبروں کی جیسا کہ احادیث میں بعض لوگوں کے متعلق آتا ہے کہ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے یا اور کوئی اسی قسم کے اعزاز کی اور جو شخص ان فضائل سے واقف ہوگا وہ کیسے وہاں کی مشقتوں پر رغبت سے راضی نہ ہوگا بالخصوص جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہر وقت حاصل ہو ؎

پائے در زنجیر پیش دوستاں — بہ کہ با بیگانگان در بوستاں

دوستوں کے ساتھ قید میں رہنا بھی غیروں کے ساتھ باغ میں رہنے سے بہتر ہے اور اس کے ساتھ ہی وہاں کے قیام میں جو ہر عمل میں ثواب کی زیادتی ہے وہ مزید براں اور یہ تو جب ہے کہ وہاں مشقتیں زائد ہوں بھی ورنہ کون سی جگہ دنیا میں ایسی ہے جہاں کسی نہ کسی نوع کی تکالیف نہیں ہیں اور خصوصاً اس فتنہ کے زمانہ میں تو ہر جگہ تکالیف ہی تکالیف ہیں اس کے باوجود لوگ جہاں مقیم ہیں اس سے منتقل ہونا خوشی سے گوارا نہیں کرتے تو پھر مدینہ جیسی جگہ کے قیام کا کیا کہنا۔

(۴) عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی حجرھا۔ رواہ البخاری۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے شک ایمان مدینہ کی طرف ایسا کھنچ کر آتا ہے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف آجاتا ہے۔

ف- بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ کے اعتبار سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور خلفائے راشدین کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں جن لوگوں کے دل میں ایمانی جذبہ تھا وہ جوق در جوق مدینہ طیبہ حضورؐ کی زیارت اور دین کے سیکھنے

کے واسطے آتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ تمام زمانوں کے لئے ہے کہ ایمانی جذبہ رکھنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت اور حضورؐ کی مسجد میں نماز اور آپ کے اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار کی زیارت کے شوق میں کھنچے چلے جاتے ہیں اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حضورؐ نے آخر زمانہ کا حال بتایا ہے کہ ساری دنیا میں سے دین سمٹ کر مدینہ طیبہ میں آجائے گا اس کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام ترمذی نے حضرت ابوہریرۃؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بستیوں میں سب سے آخری بستی جو قیامت کے قریب ویران ہوگی وہ مدینہ طیبہ ہوگا یعنی اس کی ویرانی ساری آبادیوں کے بعد ہوگی (مشکوٰۃ)۔

(۵) عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا نقل کرتے ہیں کہ اے اللہ تو نے جتنی برکتیں آپ نے مکہ مکرمہ میں رکھی ہیں ان سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ میں عطا فرما۔

ف۔ جو حضرات مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ سے افضل بتاتے ہیں وہ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۲ کے ذیل میں گزرا اور جو حضرات مکہ مکرمہ کو افضل بتاتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں برکت سے مراد خاص طور سے روزی میں برکت مراد ہے مسلم شریف کی ایک حدیث میں یہ مضمون ذرا تفصیل سے آیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا معمول یہ تھا کہ جب موسم میں کوئی پھل

آتا تو سب سے پہلا پھل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا حضورؐ اس کو لے کر یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت فرما اور ہمارے شہر میں برکت فرما اور ہمارے صاع میں برکت فرما اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے تھے تیرے خلیل تھے تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ ہوں اور تیرا نبی ہوں انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی میں ویسی ہی دعا مدینہ طیبہ کے لئے کرتا ہوں اور اس سے دوچند کی دعا کرتا ہوں اس کے بعد کسی چھوٹے بچے کو وہ پھل مرحمت فرما دیتے اس حدیث شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی طرف اشارہ فرمایا جو قرآن پاک میں مذکور ہے فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات کہ اے اللہ لوگوں کے دل اس شہر (مکہ مکرمہ) میں رہنے والوں کی طرف مائل کر اور ان کو پھل عطا فرما ایک حدیث میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا گوشت اور پانی میں برکت کے متعلق وارد ہوئی اور حضورؐ نے اپنی اس دعا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر مرتب فرمایا اس لئے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ برکت بھی ان ہی چیزوں کے متعلق ہے صاع اور مد وپیمانے ہیں جن سے غلہ ناپا جاتا ہے ان میں برکت کے یہ معنی ہیں کہ رزق میں فراخی ہو علماء نے لکھا ہے کہ اس دعا کا قبول ہونا مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو مقدار کھانے کی مدینہ طیبہ میں کافی ہو جاتی ہے اتنی مقدار کھانے کی مدینہ سے باہر کافی نہیں ہوتی وہاں رہنے میں اس کا تجربہ ہوتا ہے (فتح) اور جو حضرات مدینہ طیبہ کی افضلیت کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ برکت کے معنی خیر میں زیادتی کے ہیں جو دین اور دنیا دونوں کی خیر کو شامل ہے اس لئے

ہر نوع کی خیر میں مکہ مکرمہ سے دو چند کی دعا ہے (فتح) ایک حدیث میں آیا ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ساتھ جا رہے تھے جب مدینہ سے باہر حرہ میں سقیا پر پہنچے (ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کی آبادی سے باہر) تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی منگایا اور وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ دعا کی اے اللہ حضرت ابراہیمؑ تیرے بندے تھے تیرے خلیل تھے انہوں نے مکہ والوں کے لئے برکت کی دعا کی اور میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرا بندہ ہوں تیرا رسول ہوں میں تجھ سے مدینہ والوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے مد میں اور ان کے صاع میں ایسی ہی برکت کر جیسی کہ تو نے اہل مکہ کے لئے کی اور اس کے ساتھ دو چند برکتیں زیادہ کر (کنز) اس حدیث شریف میں تین گنا زیادتی کی دعا ہوئی صاحب ترغیب نے اس کی سند کو عمدہ اور قوی بتایا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں گرانی بہت ہو گئی اور لوگ سخت مشقت میں پڑ گئے تو حضورؐ نے صبر کی تلقین فرمائی اور یہ خوشخبری دی کہ میں نے تمہارے لئے تمہارے صاع میں اور تمہارے مد میں برکت کی دعا کی ہے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کھانا علیحدہ علیحدہ نہ کھایا کرو اکٹھے ہو کر کھایا کرو اس صورت میں ایک کا کھانا دو کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا کھانا چار کو کافی ہو جاتا ہے اور چار کا پانچ چھ کو کافی ہو جاتا ہے اکٹھے کھانے میں برکت ہوتی ہے جو شخص مدینہ طیبہ کی مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے سفارشی اور گواہ ہوں گا اور جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے یہاں سے جائے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کا بہترین بدل یہاں کر دے گا اور جو مدینہ والوں کے

ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسا کہ پانی میں نمک پگھل جاتا ہے (ترغیب) یہ مضمون بھی بہت سی روایات میں نقل کیا گیا جیسا کہ آئندہ حدیث کے ذیل میں آرہا ہے۔

(۶) عن سعدؓ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی بھی مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے ساتھ مکر کرے گا وہ ایسا گھل جائے گا جیسا پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

ف۔ یہ مضمون بہت سی احادیث میں بہت مختلف عنوانات سے نقل کیا گیا اس سے پہلی حدیث کے ذیل میں حضرت عمرؓ سے بھی حضورؐ کا ارشاد اس قسم کا نقل کیا گیا مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ کسی قسم کی برائی کا ارادہ کرے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو آگ میں اس طرح پگھلا دیں گے جس طرح آگ میں رانگ پگھلتا ہے یا پانی میں نمک گھل جاتا ہے حضرت جابرؓ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ وہ شخص برباد ہو جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا ہے ان کے صاحبزادے نے پوچھا کہ حضورؐ کا وصال ہو چکا حضورؐ کو کوئی شخص کس طرح ڈرا سکتا ہے تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈراتا ہے وہ اس چیز کو ڈراتا ہے جو میرے پہلو کے درمیان ہے (یعنے میرے دل کو) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈرائے اللہ جل شانہٗ اس کو ڈرائے حضرت عبادہؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ اے اللہ جو شخص مدینہ

والوں پر ظلم کرے یا ان کو ڈرائے تو اس کو ڈرا اور اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور ساری دنیا کی لعنت نہ اس کی فرض عبادت مقبول نہ نفل عبادت مقبول حضرت سائب بن خلاد سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد ایسے ہی نقل کیا گیا جیسا کہ حضرت عبادہؓ نے نقل کیا حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کیا گیا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینہ والوں کو تکلیف پہنچائے اسکو اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچائے اور اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں کی لعنت ساری دنیا کے آدمیوں کی لعنت نہ اوس کا فریضہ مقبول نہ نفل (ترغیب) حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ دعا کی ہے اے اللہ جو مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو اس کو ایسا پگھلا دے جیسا کہ رانگ آگ میں اور نمک پانی میں اور چکنائی دھوپ میں پگھلتی ہے (کنز العمال) اور بھی بعض صحابہ کرامؓ سے اس قسم کے مضامین نقل کئے گئے ہیں یہ بڑی سخت وعیدیں ہیں جو لوگ زیارت کے واسطے وہاں حاضر ہوں وہ اس کا بہت زیادہ خیال اور اہتمام رکھیں کہ نہ ان لوگوں کو اذیت پہنچائیں نہ خرید اور فروخت میں ان سے کسی قسم کی چالبازی اور مکر کریں یہاں رہتے ہوتے بھی وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ کسی قسم کی دغابازی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اس کا بہت لحاظ رکھیں جو معاملہ ان کے ساتھ کریں وہ نہایت صفائی کا ہونا چاہیئے کسی قسم کی دغا اور فریب ان لوگوں کے ساتھ کرنے سے بہت زیادہ احتراز کریں۔

(۷) عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی فی مسجدی اربعین صلوٰۃ لا	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ایسی طرح پڑھے کہ ایک نماز بھی اس کی مسجد

تفوته صلوٰۃ کتب لہ براءۃ من النار وبراءۃ من العذاب وبریٔ من النفاق رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات وروی الترمذی بعضہ کذا فی مجمع الزوائد۔

سے فوت نہ ہو تو اس کے لئے آگ سے براءۃ لکھی جاتی ہے اور وہ شخص نفاق سے بری ہے۔

ف۔ بڑی اہم فضیلت ہے اور بڑی آسان زائرین کو چاہیئے کہ کم از کم آٹھ روز کا قیام وہاں ضرور کریں اور جانے سے پہلے اونٹ یا موٹر والوں سے آٹھ روز کا قیام طے کرلیں تاکہ چالیس نمازیں پوری ہو جائیں اور اس کا اہتمام کریں کہ اس درمیان میں کوئی نماز فوت نہ ہونے پائے اگر کسی جگہ زیارت وغیرہ کو جانا ہو تو ایسی صورت تجویز کریں کہ صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر جائیں اور ظہر کی نماز واپسی میں مسجد میں میسر ہو جائے۔

(۸) عن عائشۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول للمریض بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا رواہ البخاری وروی معناہ مسلم وابوداؤد وغیرہما۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم مریض کے لئے فرمایا کرتے تھے بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا۔

ف۔ اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے بعض آدمیوں کے لب کے ساتھ مل کر ہمارے بیمار کو شفا دیتی ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا یا اس کے کوئی زخم وغیرہ ہوتا تو حضورؐ ایسا کرتے امام نووی کہتے ہیں کہ حضورؐ انگلی کو لب لگا کر زمین پر لگا

تاکہ اس کو مٹی لگ جائے اور یہ دعا پڑھتے پھر اس کو اس جگہ لگا دیتے جو ماؤف ہے بعض علما نے اس کو عام کہا ہے وہ ہر جگہ کی مٹی کے متعلق ایسا ہی کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وطن کی مٹی کو مزاج سے مناسبت میں خاص دخل ہوتا ہے جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں اس کو وضاحت سے نقل کیا ہے اور بعض علمائے نے اس کو مدینہ پاک کی مٹی کے ساتھ خاص بتایا ہے علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں مدینہ پاک کی خصوصیات میں لکھا ہے کہ اس کا غبار جذام اور برص کے لئے خصوصیت سے شفا ہے علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ یہ نہ کوئی طبی چیز ہے نہ عقلی چیز ہے لیکن منکر کو نفع نہیں کرتی علامہ زرقانی نے بعض لوگوں کے حالات بھی لکھے جن کو برص کی بیماری تھی اور مدینہ پاک کی مٹی ملنے سے وہ اچھے ہو گئے علامہ قسطلانی کہتے ہیں بلکہ ہر مرض کے لئے شفا ہے علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قبیلہ بنو الحارث کے پاس گئے وہ لوگ بیمار تھے حضورؐ نے فرمایا کیا حال ہے کہنے لگے حضور ہم لوگ بخار میں مبتلا ہیں حضورؐ نے فرمایا تمہارے پاس تو صعیب موجود ہے (یہ مدینہ کی ایک خاص جگہ کا نام ہے جو وادی بطحان میں ہے) انہوں نے عرض کیا کہ حضور صعیب کو کیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا اس کی مٹی لے کر پانی میں ڈال کر اس پر یہ پڑھ کر لب ڈالو بسم اللہ تراب ارضنا بریق بعضنا شفاء لمریضنا باذن ربنا۔

ان حضرات نے اس کا استعمال کیا اللہ کے فضل سے بخار جاتا رہا اس قصہ کے نقل کرنے والے ایک راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کے اس جگہ سے مٹی اٹھانے کی وجہ سے وہاں گڑھا بھی پڑ گیا بہت سے لوگوں نے اس کا

تجربہ کیا علامہ سمہودی کہتے ہیں کہ یہ جگہ اب تک بھی موجود ہے لوگ اس کی مٹی بیماروں کے واسطے لاتے ہیں حضرت ثابت بن قیسؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مدینہ کا غبار کوڑھ کی بیماری کے لئے شفا ہے۔ (زرقانی) اس ناکارہ کا تجربہ تو یہاں تک ہے کہ مدینہ طیبہ کی مٹی اس دعا کے ساتھ طاعون کی گلٹی تک کے لئے بھی نافع ہوئی ہے اور وفاء الوفا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی مٹی میں ہر بیماری کا علاج ہے۔

(۹) عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا رواہ الترمذی وابن ماجة وابن حبان فی صحیحہ والبیھقی ولفظ ابن ماجة فانی اشھد لمن مات بھا کذا فی الترغیب۔	حضرت ابن عمرؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ مدینہ طیبہ میں مرے چاہیئے کہ وہیں مرے اس لئے کہ میں اس شخص کا سفارشی ہوں گا جو مدینہ میں مرے گا دوسری حدیث میں ہے کہ میں اس کا گواہ ہوں گا۔

ف۔ بہت سے صحابہ سے یہ مضمون نقل کیا گیا حضرت صمینہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ مدینہ کے سوا کہیں نہ مرے وہ مدینہ ہی میں مرے اس لئے کہ میں اس کے لئے گواہ ہوں گا جو مدینہ میں مرے (ترغیب) علما نے لکھا ہے کہ شفاعت سے مراد خاص قسم کی شفاعت ہے ورنہ حضورؐ کی عام شفاعت تو سارے ہی

مسلمانوں کے لیئے ہو گی اور طاقت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کوشش کرے کہ وہاں آخر تک رہے علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ یہ ترغیب ہے وہاں سے باہر نہ جانے کی کہ مرنے تک وہیں رہے ابن الحاج کہتے ہیں کہ اس کو طاقت رکھنے سے تعبیر کیا گویا اشارہ ہے اس طرف کہ اس کی انتہائی کوشش کرے میرے محترم بزرگ حضرت مولانا الحاج سید احمد صاحب فیض آبادی نور اللہ مرقدہ نے جو مدرسہ شرعیہ (مدرسہ علوم شرعیہ کے حالات معلوم کرنے کے لیئے کتب خانہ یحیوی سے اس کی کیفیت منگالیں) مدینہ طیبہ کے بانی اور حضرت شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے بڑے بھائی تھے کئی مرتبہ فرمایا کہ ہندوستان کے دوستوں سے ملنے کے لیئے جانے کو ایک مرتبہ دل چاہتا ہے مگر بڑھاپا آگیا ایسا نہ ہو کہ مدینہ کی موت نصیب نہ ہو میرے آقا حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ملتزم پر جو دعائیں کیں منجملہ ان کے یہ بھی تھی کہ حق تعالیٰ شانہٗ مدینہ پاک کی موت نصیب فرمائے اور حضرت عمرؓ کی دعا تو مشہور ہے اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك واجعل موتی ببلد رسولك اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں موت عطا فرما ان دونوں دعاؤں کا جمع ہونا بظاہر دشوار تھا کہ مدینہ پاک دارالاسلام اور کفر سے ایسا بعید ہو چکا تھا کہ شیطان بھی اس سے مایوس ہو چکا تھا ایسی حالت میں وہاں شہادت بظاہر دشوار تھی لیکن اللہ جل شانہ جس کام کا ارادہ فرمالیں تو ان کو اسباب پیدا کرنے کیا مشکل ہیں خاص مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے بڑے مجمع کے درمیان عین نماز کی حالت میں ابولؤلؤ کافر کے ہاتھ شہادت نصیب ہوئی یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک قبر کھودی جارہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرماتھے ایک صاحب تشریف لائے اور قبر کو دیکھ کر کہنے لگے کہ مومن کے لئے یہ کیسی بُری جگہ ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے کیسی بُری بات کہی حضورؐ کی مراد غالباً یہ تھی کہ مومن کی قبر کو بُری جگہ بتایا حالانکہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے وہ صاحب کہنے لگے حضورؐ میرا مقصد تو یہ تھا کہ یہاں مر گئے کہیں جاکر اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے حضورؐ نے فرمایا کہ شہادت کے برابر تو کوئی چیز ہی نہیں لیکن ساری زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھے اپنی قبر بنائی جانی پسندیدہ ہو بجز مدینہ طیبہ کے حضورؐ نے تین مرتبہ یہی الفاظ فرمائے۔ (مشکوٰۃ) مدینہ پاک کی موت ایمان کے ساتھ کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے اس سے بڑھ کر مرنے کے وقت کیا دولت ہوسکتی ہے کہ جنت البقیع کی مٹی نصیب ہو جائے جہاں حضورؐ کے اہل بیت مدفون ہیں دو کے علاوہ ساری ازواج مطہرات مدفون ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کتنی بڑی جماعت مدفون ہے حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مقبرہ میں مدفون ہیں (زرقانی) ان پاک ارواح پر اللہ جل شانہٗ کی کس قدر رحمتیں ہر وقت نازل ہوتی ہوں گی یہ ظاہر چیز ہے ابن نجار نے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ دو قبرستان آسمان والوں کے لئے زمین پر ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر چاند اور سورج ایک بقیع کا قبرستان دوسرا مقبرہ عسقلان اور کعب احبار

جو توراۃ کے بڑے عالم تھے فرماتے ہیں کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ جنت البقیع ایک قبہ کی طرح سے ہے جس پر مستقل فرشتوں کی جماعت مقرر ہے کہ جب وہ پُر ہو جائے اس کو جنت میں الٹ دیں (زرقانی) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت میں سب سے اول میری قبر شق ہو گی میں اس میں سے نکلوں گا پھر ابو بکرؓ اپنی قبر سے نکلیں گے پھر عمرؓ پھر میں جنت البقیع میں جاؤں گا اور وہاں جتنے مدفون ہیں ان سب کو اپنے ساتھ لوں گا پھر مکہ مکرمہ کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آکر مجھ سے ملیں گے امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے (زرقانی)۔

(۱۰) عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ و منبری علی حوضی رواہ البخاری ومسلم وغیرھما وفی حدیث سعد بن ابی وقاص عند البزار بسند رجالہ ثقات وعند الطبرانی من حدیث ابن عمرؓ بلفظ القبر فعلی ھذا المراد بالبیت بیت عائشۃؓ الذی صار فیہ قبرہ کذا فی الفتح۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو جگہ میرے گھر یعنے میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میری حوض پر ہے۔

ف۔ اس حدیث شریف میں دو مضمون وارد ہیں اول یہ کہ مسجد نبوی کا وہ حصہ جو قبر اطہر اور منبر شریف کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یہ مشہور قول کے موافق ہے کہ میرے گھر سے مراد حضرت عائشہؓ کا گھر ہے جس میں بعد میں حضورؐ کی قبر

شریف ہی بعض علمائ نے میرے گھر سے عام مراد لیا ہے یعنے تمام ازواج
کے گھر اور زوائد مسند احمد کی ایک روایت سے اس کی تائید کی جس
میں وارد ہوا ہے کہ ان کے گھروں کے اور منبر کے درمیان ایک باغ
ہے جنت کے باغوں میں سے اس صورت میں ازواج مطہرات کے جو
مکانات ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں مسجد نبوی داخل ہوئے ہیں وہ
سارا حصہ روضہ ہی ہے (نزہتہ) اس کے مطلب میں علما کے تین قول ہیں
اول یہ کہ اللہ کی رحمتوں کے نازل ہونے میں یہ حصہ ایسا ہی ہے جیسا
کہ جنت کا باغ ہو کہ جس طرح وہاں ہر وقت اللہ جل شانہ کی رحمتیں نازل ہوتی
ہیں اسی طرح یہاں بھی ہر وقت اللہ جل شانہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں دوسرا قول
یہ ہے کہ اس جگہ عبادت جنت کے باغ کا ذریعہ ہے یعنی اس جگہ عبادت کرنے سے جنت
کے باغوں میں سے ایک باغ عبادت کرنے والوں کو ملیگا اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ جگہ
حقیقت میں جنت کا ایک ٹکڑا ہے جو اس دنیا میں منتقل کیا گیا ہے اور بعینہ یہ
ٹکڑا جنت میں منتقل کیا جائے گا حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے
ہیں کہ اس حدیث سے بھی مدینہ طیبہ کے مکہ مکرمہ سے افضل ہونے پر
استدلال کیا گیا ہے اس لئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ
جنت کا ٹکڑا ہے اور دوسری احادیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ
جنت کا ایک کمان کے بقدر حصہ بھی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب
سے افضل ہے اکثر علما کے نزدیک یہ تیسرا قول راجح ہے ابن حجر کی شرح
مناسک نووی میں لکھتے ہیں سب سے بہتر قول وہ ہے جو امام مالکؒ
وغیرہ سے نقل کیا گیا کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور یہ جگہ جنت
میں منتقل ہو جائے گی۔

دوسرا مضمون حدیث بالا میں یہ ہے کہ میرا منبر میری حوض پر ہوگا اس کے معنی میں بھی علما کے تین قول ہیں اول یہ کہ یہ منبر شریف جو مسجد میں ہے یہ بعینہ حوض کوثر پر منتقل ہو جائے گا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کوثر کا حال بیان فرمایا کہ اس پر میرے لئے ایک منبر ہوگا اس صورت میں مسجد کے اس منبر سے کوئی تعلق نہیں تیسرے معنی یہ ہیں کہ مسجد میں جو منبر شریف ہے اس کے متصل عبادت کرنے کا ثمرہ اور اثر یہ ہے کہ اس کی برکت سے قیامت میں حوض کوثر پر حاضری نصیب ہوتی ہے قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ پہلے معنے سب سے زیادہ ظاہر ہیں حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اکثر علمائے نے یہی فرمایا ہے کہ وہی منبر مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے وہ حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے منبر کے پائے جنت میں ستون بنا دیئے جائیں گے اور بھی بہت سے علمائے نے اسی معنے کو ترجیح دی ہے اسی وجہ سے مسجد نبوی کے درمیان میں یہ دو جگہ ایک روضہ دوسرے منبر کی جگہ خاص طور سے اہم ہیں ان کے علاوہ اور بھی بعض مواقع خصوصی ہیں جن کے پاس جا کر خصوصیت سے درود و دعا وغیرہ کرنا چاہیئے حج کی کتابوں میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے ان میں سے چند کو یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جن ستونوں کی خاص فضیلت ہے اور اسی طرح سے ان کے علاوہ جو متبرک مقامات ہیں ان کی زیارت کرنا چاہیئے اور ان کے پاس خصوصیت سے نوافل دعا وغیرہ کرنا چاہیئے بالخصوص مسجد کا جو حصہ

حضور کے زمانہ میں مسجد تھا وہ خاص طور سے زیادہ اہم اور زیادہ قابل اہتمام ہے اور اس حصہ میں جتنے ستون ہیں وہ خاص طور پر متبرک ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث کے موافق صحابہ کرام ستونوں کے قریب کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے ان میں سے آٹھ ستون خاص طور سے افضل اور متبرک اور معروف ہیں۔

(۱) اسطوانۂ مخلقہ۔ یہ جگہ سب سے زیادہ متبرک ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ ہے اسی کو اسطوانۂ حنانہ بھی کہتے ہیں اس جگہ کھجور کا وہ تنہ تھا جس پر ٹیک لگا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر شریف طیار ہوا اور حضورؐ خطبہ کے لئے اس پر تشریف فرما ہوئے تو اس میں سے بہت زور سے رونے کی آواز آئی ایک روایت میں ہے کہ اس کے رونے سے مسجد گونج گئی دوسری روایت میں ہے کہ اس کے رونے سے اور اس کی حالت سے مسجد والے بھی رونے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس پر دست مبارک رکھا جس سے اس کا رونا بند ہوا حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے قریب اللہ کا ذکر ہوتا تھا اب منبر بن جانے سے یہ اس سے محروم ہوگیا اس کی وجہ سے رو رہا ہے اگر میں اس پر ہاتھ نہ رکھتا تو قیامت تک اسی طرح روتا رہتا اس کے بعد اس کو دفن کر دیا گیا بہت مشہور قصہ ہے دس صحابہ کرام نے اس کو نقل کیا ہے حسن بصریؒ جب اس کا قصہ نقل فرماتے تو رونے لگتے اور فرماتے کہ اللہ کے بندو کھجور کے درخت کو تو حضورؐ کا اتنا اشتیاق ہو تم تو اس سے بھی زیادہ شوق کے اہل تھے (شفاء) ایک حدیث میں ہے

کہ جب منبر تیار ہو گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن اس پر تشریف فرما ہوئے تو یہ ستون ایسے زور سے چلایا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے حضور منبر سے اترے اور اسے اپنے سے لگایا تو اس طرح سسکیاں لے رہا تھا جیسا بچہ کیا کرتا ہے جس وقت کہ اس کو روتے ہوئے کو چپ کیا جائے (بخاری شریف) اسی وجہ سے اس کو اسطوانہ حنانہ کہتے ہیں جس کے معنی رونے والی اونٹنی کے ہیں اور مخلقہ خلوق سے جو ایک مرکب خوشبو کا نام ہے وہ اس پر خاص طور سے ملی جاتی ہے اگرچہ اور ستونوں پر بھی ملی جاتی تھی اور اس لئے اور بھی بعض ستونوں کو مخلقہ کہا جاتا تھا مگر اکثر اسی کو کہا جاتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں نماز کے لئے سب سے افضل جگہ یہی ہے اسی جگہ محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے محراب بنادی گئی جو حضورؐ کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بہ حیثیت امیر مدینہ ہونے کے مسجد کی تعمیر کرائی تھی اس وقت سے محراب بنی ہے ـــــ (نزہتہ الناظرین)۔

(۲) اسطوانہ عائشہؓ جس کو اسطوانۃ المہاجرین بھی کہتے ہیں اس لئے کہ مہاجرین کی اکثر نشست اس جگہ رہتی تھی ابتداءً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلےٰ اسی جگہ تھا اس کے بعد آگے کے ستون کی طرف جو نمبرا میں گزرا تجویز ہوا اس کو اسطوانۃ القرعہ بھی کہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے نقل کیا کہ اس مسجد میں ایک جگہ ایسی ہے کہ اگر لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو جائے تو اس کے لئے ہجوم کی وجہ سے قرعہ ڈالنا پڑے لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ وہ کون سی

جگہ ہے تو انہوں نے اس وقت بتانے سے انکار فرمایا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اصرار پر حضرت عائشہؓ نے ان کو بتا یا اسی لئے اسطوانہ عائشہؓ کہتے ہیں کہ ان کی حدیث اور ان کی تعیین سے اس کی تعیین ہوئی حضرت ابوبکرؓ صدیق حضرت عمرؓ اکثر اس کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس جگہ دعا قبول ہوتی ہے۔

(۳) اسطوانۃ التوبہ اور اس کو اسطوانہ ابولبابہ بھی کہتے ہیں حضرت ابوالبابہؓ مشہور صحابی ہیں غزوہ بنو قریظہ کے وقت ایک غلطی ان سے سرزد ہوگئی تھی وہ یہ کہ جس وقت یہود بنی قریظہ کا محاصرہ ہو رہا تھا تو انہوں نے تنگ آکر ہتھیار ڈالنے کا ارادہ کیا اور ابولبابہ سے زمانہ جاہلیت سے بہت زیادہ تعلقات تھے تو انہوں نے مشورہ کے لئے ان کو بلایا کہ حضورؐ کا عندیہ ان سے اپنے متعلق معلوم کریں یہ وہاں تشریف لے گئے وہ سب ان کو دیکھ کر بے تحاشا رونے لگے ان کے رونے کو دیکھ کر ان کا بھی دل بھر آیا اور ان کے دریافت کرنے پر انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا گویا کہ حضورؐ کا عندیہ قتل کرنے کا ہے لیکن اس کے بعد معاً تنبہ ہوا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی وہاں سے واپس آکر اپنے آپ کو اس جگہ جو کھجور کا ستون تھا اس سے باندھ دیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی اپنے کو نہ کھولوں گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کھولیں گے تو اس جگہ سے رہائی کروں گا حضورؐ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں اللہ جل شانہٗ سے ان کے لئے استغفار کرتا مگر اب وہ راہ راست اپنی توبہ کے قبول پر مدار رکھ چکے ہیں تو جب تک توبہ قبول نہ ہو میں کیسے کھول سکتا ہوں کئی دن اسی حال میں

گزر گئے کہ نماز کے یا بشری ضرورت کے وقت ان کی بیوی یا بیٹی کھول دیتیں اور بعد فراغت پھر باندھ دیتیں کئی دن اسی حال میں گزر گئے کہ نہ کھانا نہ پینا بھوک کی وجہ سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہو گیا کانوں سے اونچا سنائی دینے لگا کئی دن کے بعد ایک شب میں کہ اس دن حضور اقدس حضرت ام سلمہؓ کے مکان پر تھے تہجد کے وقت ان کی توبہ قبول ہوئی حضورؐ نے اس کی اطلاع فرمائی صحابہ کرام نے ان کو کھولنا چاہا اور قبول توبہ کی بشارت دی مگر انہوں نے کہا کہ جب تک حضورؐ ہی اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے مجھے کھلنا منظور نہیں چنانچہ حضورؐ جب صبح کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو ان کو کھولا بعض علماء نے کہا ہے کہ غزوہ تبوک میں جو حضرات رہ گئے تھے ان میں ابو لبابہؓ بھی تھے اور اس غزوہ میں شرکت نہ ہونے سے رنج و غم میں انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ دیا تھا اور اسی حال میں جب کئی دن گزر گئے اور آیت شریفہ وآخرون اعترفوا بذنوبھم نازل ہوئی تو ان کو کھولا گیا اس ستون کے قریب قبلہ کی جانب حضورؐ نے اعتکاف بھی کیا ہے اور اکثر ضعفاء مساکین وغیرہ اس ستون کے قریب بیٹھتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ان کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے۔

(۴) اسطوانۃ السریر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف اس جگہ بھی بتایا جاتا ہے بعض علما نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے زمانہ میں اس جگہ شب کو آرام فرمایا کرتے تھے اس لئے یہ نام ہوا سریر کے اصل معنی تخت کے ہیں حضورؐ کے آرام فرمانے

کے لئے کوئی چیز اس جگہ بچھائی جاتی تھی جو لکڑی کی ہوگی ۔

(۵) اسطوانہ علیؓ جس کو اسطوانۃ المحرس اور اسطوانۃ الحرس بھی کہتے ہیں حرس کے معنی حفاظت کے ہیں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربانی کے طور پر اس جگہ تشریف فرما ہوتے تھے اور اکثر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تشریف رکھتے تھے اس لئے اسطوانہ علی بھی نام ہو گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے جب تشریف لاتے تھے تو اس جگہ کو گزرتے

(۶) اسطوانۃ الوفود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو عرب کے وفود آتے تھے وہ اکثر اسی جگہ بٹھائے جاتے تھے حضورؐ اس جگہ تشریف لا کر ان سے گفتگو فرماتے ان کو احکام کی تلقین فرماتے علماء کا ان دونوں ستونوں نمبر ۵ و نمبر ۶ کی تعیین میں اختلاف ہے جس کو نزہۃ الناظرین وغیرہ میں ذکر کیا ہے ۔

(۷) اسطوانہ تہجد۔ کہتے ہیں کہ اکثر شب کے وقت جب سب آدمی چلے جاتے تو اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کے لئے ایک بوریا بچھایا جاتا تھا اور حضورؐ یہاں تہجد ادا فرماتے تھے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں تین رات جو نماز پڑھی ہے اور بہت مجمع جمع ہو جاتا تھا اور حضورؐ نے تراویح کے فرض ہونے کے خوف سے پھر نہیں پڑھی وہ اسی جگہ پڑھی گئی ہے مگر اکثر روایات میں اس کا مسجد نبوی میں ہونا معلوم ہوتا ہے (نزہۃ) اور یہ جگہ اس وقت مسجد نبوی میں داخل نہیں تھی ۔

(۸) اسطوانہ جبرئیلؑ علما نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے کی یہ خاص جگہ تھی لیکن یہ ستون اس وقت حجرہ شریفہ کی تعمیر

کے اندر آگیا ہے باہر سے اس کی زیارت نہیں ہوتی یہ آٹھ ستون علماء نے خاص گنوائے ہیں لیکن یہ ظاہر بات ہے کہ مسجد نبوی کا کون سا حصہ ایسا ہوگا جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک نہ پڑے ہوں اور صحابۂ کرام نے نمازیں نہ پڑھی ہوں اور نہ صرف مسجد نبوی بلکہ مدینہ طیبہ کے سارے شہر کا کون سا حصہ ایسا ہوگا جہاں ان بابرکت ہستیوں کے قدم بار بار نہ پڑے ہوں اس لئے وہاں کی ہر جگہ بابرکت ہے حق تعالیٰ شانہ اس کی برکت سے انتفاع کی توفیق عطا فرمائے کہ اصل توفیق ہی ہے۔

(خاتمہ) اس میں سارے علما کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد صرف ایک ہی مرتبہ حج کیا ہے سنہ ۱۰ھ میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری سال تھا اور اس سفر میں ایسے واقعات کا حضور کی طرف سے ظہور ہوا جیسا کہ کسی سے رخصت ہوتے وقت ہوا کرتے ہیں اسی وجہ سے اس کا نام حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج پڑ گیا کہ گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کے یہاں جانے کے لئے اس سفر کے اجتماع کے وقت سارے مسلمانوں سے جو حاضر تھے رخصت ہو گئے سفر حج کی ابتدا کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارادہ کا اعلان فرمایا تو ہزاروں کی مقدار میں صحابہ کرام نے ہمرکابی اور معیت کا فخر حاصل کرنے کے لئے حج کا ارادہ فرمالیا اور جو خبر سنتا گیا وہ ہمرکابی کی کوشش کرتا گیا ان میں سے ایک بڑی مقدار مدینہ طیبہ روانگی سے قبل پہنچ گئی ہے اور جو وہاں حاضر نہ ہو سکے تھے وہ راستہ میں ملتے رہے اور جن کو اتنا بھی وقت نہ ملا وہ مکہ مکرمہ اور بعض براہ راست عرفات پر پہنچے غرض بہت کثیر مجمع اس

حج میں ہمرکاب تھا جس کی مقدار ایک لاکھ چوبیس ہزار تک بتائی جاتی ہے (لمعات حاشیہ ابوداؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پہنچ کر ادا فرمائی اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ روانگی کی تاریخ کیا تھی ۲۴-۲۵-۲۶ ذلقعدہ تین قول ہیں اور اسی طرح دن کے متعلق بھی پنجشنبہ۔ جمعہ۔ شنبہ تین قول ہیں جن میں سے جمعہ کا دن جن حضرات نے کہا ہے وہ صحیح روایات کے خلاف ہے اس لئے کہ روانگی سے قبل مدینہ پاک میں چار رکعت ظہر کی نماز پڑھنا مشہور روایات میں ہے اس ناکارہ کے نزدیک ۲۸ ذلیقعدہ شنبہ کے دن روانگی روایات سے راجح معلوم ہوتی ہے شب کو ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا اور تمام ازواج مطہرات سے جو ہمراہ تھیں صحبت کی اسی وجہ سے علماء کے نزدیک اگر بیوی ساتھ ہو تو احرام سے قبل صحبت کرنا مستحب ہے کہ احرام کے طویل زمانہ میں دونوں کے لئے عفت کا سبب ہے دوسرے دن ظہر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لئے غسل کیا اور احرام کی چادریں زیب تن فرمائیں اور ذوالحلیفہ کی مسجد میں ظہر کی نماز کے بعد قران کا احرام باندھا محققین علماء کے نزدیک حضورؐ کا احرام شروع ہی سے قران کا تھا یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اختیار دے دیا کہ جس کا دل چاہے افراد تمتع قران میں سے جو لنا چاہے باندھ لے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا باندھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رات کو تشریف لاکر یہ فرمایا تھا کہ یہ وادی عقیق مبارک وادی ہے آپ اس میں نماز پڑھیں اور حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھیں اس کے بعد مسجد سے باہر تشریف لاکر اونٹنی پر سوار ہوئے

اور زور سے لبیک پڑھا چونکہ مسجد کی آواز قریب کے آدمیوں نے سنی تھی اور یہاں اونٹنی پر تشریف رکھنے کے بعد دور تک آواز گئی اس لئے بہت سے حضرات نے یہ سمجھا کہ اسی وقت حضورؐ نے احرام کی ابتدا فرمائی اس کے بعد حضورؐ کی مبارک اونٹنی آپ کو اپنی پشت پر لے کر چلی اور بیداء کی پہاڑی پر چڑھی جو ذوالحلیفہ کے قریب ہے چونکہ حاجی کے لئے ہر اونچی جگہ چڑھتے ہوئے لبیک زور سے پڑھنا مستحب ہے اس لئے حضورؐ نے یہاں بھی زور سے لبیک پڑھا جس کی آواز پہاڑی کا اونچان ہونے کی وجہ سے اور بھی زیادہ دور تک گئی اس کی وجہ سے صحابہ کی ایک بڑی جماعت اسی جگہ حضورؐ کا احرام باندھنا نقل کرتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ کیطرف روانگی شروع کی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر یہ درخواست کی کہ صحابہ کرام کو حکم فرما دیجئے کہ لبیک زور سے پڑھیں چنانچہ حضورؐ نے اس کا حکم فرما دیا راستہ میں جب وادی روحا پر پہنچے تو حضورؐ نے وہاں نماز پڑھی اور یہ فرمایا کہ ستر نبیوں نے اس جگہ نماز پڑھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سامان سب ایک اونٹ پر تھا جو حضرت ابوبکرؓ کے غلام کی سپردگی میں تھا جب وادی عرج میں پہنچے تو دیر تک یہ حضرات ان کا انتظار فرماتے رہے بڑی دیر میں وہ آئے اور کہا کہ اونٹ تو کھویا گیا حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مارا کہ ایک ہی تو اونٹ تھا وہ بھی گم کر دیا اور حضورؐ تبسم فرما کر ارشاد فرما رہے تھے کہ ان محرم کو دیکھو یہ کیا کر رہے ہیں یعنی احرام کی حالت میں مارتے ہیں صحابہ کو جب معلوم ہوا کہ حضورؐ کے سامان کی اونٹنی گم ہو گئی تو جلدی سے کھانا تیار

کر کے لائے حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلایا کہ آؤ اللہ تعالیٰ نے بہترین
غذا عطا فرمائی مگر حضرت ابو بکرؓ کو غصہ آ رہا تھا حضورؐ نے ان کو فرمایا کہ
ابو بکر غصہ کو جانے دو اس کے بعد حضرت سعد اور حضرت ابو قیس اپنے
سامان کی اونٹنی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضورؐ یہ قبول فرمالیں مگر
حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے ہماری اونٹنی اللہ کے فضل
سے مل گئی جب وادی عسفان میں جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے تشریف فرما
تھے تو حضرت سراقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں حج کا طریقہ اس طرح بتا
دیجئے کہ گویا ہم آج ہی پیدا ہوئے ہیں یعنی اس پر اطمینان نہ فرما دیں کہ
یہ بات تو ان کو پہلے سے معلوم ہو گی۔ حضورؐ نے ان حضرات کو بتایا کہ
مکہ میں داخل ہو کر کیا کیا کریں سرف میں پہنچ کر حضرت عائشہؓ کو حیض آنے
لگا وہ بہت پریشان ہوئیں رونے لگیں کہ میرا تو سفر ہی بیکار ہو گیا حج
کا وقت قریب آ گیا اور میں ناپاک ہو گئی حضورؐ نے تسلی دی کہ یہ تو ساری
ہی عورتوں کو پیش آتا ہے پھر ان کو بتایا کہ وہ اب کیا کریں اور صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا کہ جن کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ مکہ مکرمہ
میں داخل ہو کر عمرہ کر کے اپنا احرام کھول دیں مکہ مکرمہ کے قریب جب
وادی ازرق پر پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے اس وقت وہ منظر
ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ پر حج کے لئے گزر رہے تھے
اور کانوں میں انگلیاں دے کر زور سے لبیک پڑھ رہے تھے اس کے بعد
حضور اقدسؐ ذوطوی پہنچے جو مکہ مکرمہ کے بالکل قریب ہے اور شب کو
وہاں قیام فرمایا اور صبح کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی غرض سے غسل کیا
اور چاشت کے وقت ۴ ذی الحجہ یکشنبہ کی صبح کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے

اس دن اور تاریخ میں علما کا سب کا قریب قریب اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخلہ کی یہی تاریخ اور یہی دن تھا بندہ کے نزدیک ذلیقعدہ کا یہ مہینہ ۲۹ دن کا تھا اس لئے شنبہ کو چل کر نویں دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے مکہ مکرمہ میں پہنچ کر سب سے اول مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کیا تحیتہ المسجد بھی نہیں پڑھی مسجد میں داخل ہوتے ہی طواف شروع فرما دیا طواف سے فراغت پر مقام ابراہیم پر طواف کا دوگانہ ادا کیا جس میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھی اس کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیا اور باب الصفا سے نکل کر صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے اور اوپر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آنے لگا پھر بڑی دیر تک تکبیر و تحمید اور دعا کرتے رہے اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سات چکر پورے فرمائے اور مروہ پر جب سعی سے فراغت فرمائی تو جن حضرات کے ساتھ ہدی نہیں تھی ان کو احرام کھولنے کا حکم فرما دیا اس کے بعد قیام گاہ پر تشریف لائے اور چار دن قیام فرمایا ۸ ذی الحجہ پنجشنبہ کو چاشت کے وقت منیٰ تشریف لے گئے اور سب صحابۂ کرام بھی حج کا احرام باندھ کر ہمرکاب تھے پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھیں اسی شب میں سورۂ والمرسلات حضورؐ پر نازل ہوئی جمعہ کی صبح کو طلوع آفتاب کے بعد عرفات تشریف لے گئے اور نمرہ میں جو خیمہ حضورؐ کے لئے خدام نے پہلے سے لگایا تھا تھوڑی دیر قیام فرمایا پھر زوال کے بعد اپنی اونٹنی پر جس کا نام قصوا تھا سوار ہو کر بطن عرنہ میں موجود ہیں قریب ہے تشریف لائے اور بہت طویل خطبہ پڑھا اس خطبہ میں ایسے الفاظ بھی تھے کہ شاید تم اس سال کے بعد مجھے نہ دیکھو اور یہ کہ اس سال کے بعد کبھی بھی میرا تمہارا یہاں اجتماع نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

خطبہ کے بعد حضرت بلالؓ کو تکبیر کا حکم فرمایا اور ظہر و عصر کی نمازیں ظہر ہی کے وقت میں پڑھائیں نماز سے فراغت کے بعد عرفات کے میدان میں تشریف لائے اور مغرب تک اپنی اونٹنی پر دعا میں بڑے اہتمام سے مشغول رہے اسی دوران میں حضرت ام فضلؓ نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آپ کا روزہ ہے یا نہیں ایک پیالہ میں دودھ بھیجا جس کو حضورؐ نے اپنی اونٹنی پر سارے مجمع کے سامنے نوش فرمایا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ روزہ نہیں ہے اسی دوران میں ایک صحابی اونٹ پر سے گر کر مر گئے حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے احرام کے کپڑوں ہی میں ان کو کفنا دو یہ قیامت میں لبیک ہی پڑھتے ہوئے اٹھیں گے اس جگہ نجد کی ایک جماعت براہ راست پہنچی اور حضورؐ سے ایک آدمی کے ذریعہ سے آواز دے کر دریافت کرایا کہ حج کیا ہے حضورؐ نے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ اعلان کر دو کہ حج عرفہ میں ٹھہرنے کا نام ہے جو شخص ۱۰ ذی الحجہ کی صبح سے پہلے پہلے یہاں پہنچ جائے اس کا حج ہو گیا (ابوداؤد)۔

حضورؐ مغرب تک امت کے لئے مغفرت کی دعا بہت ہی الحاح اور زاری سے مانگتے رہے حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے امت کے لئے مظالم کے سوا اور سب چیزوں کی مغفرت کا وعدہ ہو گیا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی التجا فرماتے رہے کہ یا اللہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مظلوموں کو تو اپنے پاس سے بدلہ عطا فرما دے اور ظالموں کو معاف فرما دے اسی دوران میں آیت شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی جس کا بیان سب سے پہلی فصل میں گزر چکا ہے جس وقت یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو وحی کے بوجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی اونٹنی بیٹھ گئی کھڑی نہ ہوسکی۔

غروب کے بعد نماز سے قبل حضورؐ وہاں سے روانہ ہوئے اونٹنی ایسے زوروں پر تھی کہ نہایت شدت سے اس کی باگ کھینچ رکھی تھی وہ جوش میں دوڑنا چاہتی تھی جہاں ذرا چڑھائی آتی تو حضورؐ اونٹنی کی باگ ذرا ڈھیلی فرمادیتے تھے پھر اس کو زور سے کھینچ لیتے حتیٰ کہ اس کا سر باگ کے زیادہ کھینچنے کی وجہ سے کجاوے سے لگا جارہا تھا حضرت اسامۃ بن زید حضورؐ کے پیچھے اونٹنی پر تھے راستہ میں ایک جگہ مزدلفہ کے قریب حضورؐ کو پیشاب کی ضرورت ہوئی اتر کر پیشاب کیا وضو کیا حضرت اسامۃؓ نے وضو کرایا حضرت ابن عمرؓ کا معمول اتباع کے شوق میں ہمیشہ یہ رہا کہ جب حج کرتے تو اس موقع پر اتر کر وضو کیا کرتے اور ذوق میں کہا کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں وضو کیا تھا حضرت اسامۃؓ نے وضو کے بعد حضورؐ سے نماز کی یاد دہانی کی حضورؐ نے فرمایا آگے چلو مزدلفہ پہنچ کر سب سے پہلے حضورؐ نے نئے وضو کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی۔

اس کے بعد دعا میں مشغول ہوئے بعض روایات میں آتا ہے کہ اس جگہ مظالم کے بارے میں بھی حضورؐ کی دعا قبول ہوگئی حضورؐ نے بچوں اور عورتوں کو نیز ضعفاء کو ہجوم میں تکلیف ہونے کے خیال سے رات ہی میں مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ فرمادیا اور خود تمام رفقاء کے ساتھ صبح صادق کے بعد سویرے سے نماز پڑھ کر طلوع آفتاب سے قبل منیٰ کے لئے روانہ ہوئے اور اس وقت حضرت اسامۃ تو پیدل چلنے والوں میں تھے اور حضرت فضل بن عباس حضورؐ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے راستہ میں ایک نوجوان لڑکی نے حضورؐ سے اپنے باپ کے حج بدل کا مسئلہ دریافت کیا حضرت فضل بھی

نو عمر تھے ان کی نگاہ اس عورت پر پڑی حضورؐ نے اپنے دست مبارک
سے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیا کہ نامحرم کو نہ دیکھیں
اور یہ ارشاد فرمایا کہ آج کا دن ایسا دن ہے کہ جو شخص اس میں اپنی آنکھ
کان اور زبان کی حفاظت کرے اس کی مغفرت ہوتی ہے راستہ ہی سے
حضرت فضل نے حضورؐ کے لئے کنکریاں چنیں لوگ مسائل بھی دریافت
کرتے جاتے تھے اور حضورؐ جواب فرماتے جارہے تھے ایک صاحب نے
دریافت کیا حضورؐ میری والدہ اتنی بوڑھی ہیں کہ اگر سواری پر ان کو
باندھ کر بٹھایا جائے تو ان کی موت کا اندیشہ ہے کیا میں ان کی طرف سے
حج کر سکتا ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تمہاری والدہ کے ذمہ کسی کا قرض
ہوتا تو کیا تم ادا نہ کرتے ایسے ہی حج کو بھی سمجھو جب حضورؐ راستہ میں
وادی محسر پر پہنچے جہاں حق تعالیٰ شانہٗ نے ابرہہ کے ہاتھی کو ہلاک کیا
تھا جب کہ اس نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی تو حضورؐ نے اپنی اونٹنی کو تیز
کر دیا کہ جلدی سے اس عذاب کی جگہ سے آگے بڑھ جائیں منیٰ پہنچ کر
سیدھے جمرہ عقبہ پر پہنچے اور سات کنکریاں اس کے ماریں اور لبیک کا
پڑھنا جو احرام کے بعد سے اب تک وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا اس وقت
بند کر دیا اس کے بعد منیٰ میں قیام گاہ پر تشریف لائے اور بڑا طویل وعظ
فرمایا جس میں بہت سے اہم احکام کا اعلان کیا اور اس قسم کے مضامین
بھی ارشاد فرمائے جیسا کہ الوداع کے وقت کہے جاتے ہیں پھر قربانی کی
جگہ تشریف لے گئے اور اپنی عمر کے سالوں کے مطابق تریسٹھ اونٹ اپنے
دست مبارک سے قربانی کئے جن میں ۶ - ۷ - اونٹ اُمنڈ کر
قربان ہونے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے ہر ایک زبان حال

سے جلدی قربان ہونا چاہتا تھا ۔
داغ جاتے تو ہیں مقتل میں پر ادل سب سے   دیکھئے وار کرے وہ ستم آرا کس پر
۶۳ کے علاوہ باقی اونٹوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے قربان
کیا کل عدد ۱۰۰ ہیتے قربانی کے بعد اعلان فرمادیا کہ جس کا دل چاہے ان
میں سے گوشت کاٹ کرلے جائے اس کے بعد حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا
کہ ہر اونٹ میں سے ایک ایک بوٹی لے کر سب کو ایک برتن میں جوش دیں
ان کا شوربا حضورؐ نے پیا تاکہ ہر اونٹ کو حضورؐ کے نوش فرمانے کی سعادت
حاصل ہو اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے ذبح کی قربانی سے
فراغت کے بعد حضرت معمر یا حضرت خراش کو بلایا اور ان سے حجامت
بنوائی سر منڈوایا لبیں بنوائی ناخن ترشوائے اور یہ بال اور ناخن جانثاروں
میں تقسیم کرادیئے کہتے ہیں کہ کہیں کہیں جو بال مبارک موجود ہیں وہ
انہیں میں کا بقیہ ہے اس کے بعد احرام کی چادریں اتار کر کپڑے پہنے
خوشبو لگائی اس دوران میں کثرت سے صحابہ کرام آکر حج کے متعلق مسائل
دریافت کرتے رہے اس دن میں چار کام کرنے ہیں۔ رمی، ذبح، سر
منڈانا، طواف زیارت کرنا یہی ترتیب ان کی ہے اس میں بہت سے
حضرات سے بھول وغیرہ کی وجہ سے ترتیب میں تقدم تاخر ہوا ہر شخص
آکر عرض کرتا کہ مجھ سے بجائے اس کے ایسے ہوگیا حضورؐ فرماتے اس میں
کوئی گناہ نہیں ہوا البتہ اس میں گناہ ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو ریزی
کی جائے ظہر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طواف زیارت
کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھی یا منیٰ
واپس آکر روایات میں اختلاف ہے اور طواف سے فراغت پر زمزم

شریف کے کنویں پر تشریف لے گئے اور خود ڈول کھینچ کر پیا اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے خود نہیں کھینچا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ کرنے لگیں گے تو خود کھینچ کر پیتا لیکن ان دونوں میں کچھ اشکال نہیں زمزم شریف کا پینا بار بار ہوا اس لئے کسی موقعہ پر خود کھینچکر پیا ہو جب ہجوم نہ ہو اور کسی موقعہ پر ہجوم کی وجہ سے ایسا فرما دیا ہو اس میں اشکال نہیں آپ نے زمزم شریف کھڑے ہو کر پیا اور پھر صفا مروہ کی دوبارہ سعی کی یا نہیں کی اس میں اختلاف ہے حنفیہ کے قواعد کے موافق تو کی ہے اس کے بعد منیٰ واپس تشریف لے گئے اور تین دن وہاں قیام کیا اور روزانہ زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کیا کرتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ ان ایام میں جب منیٰ میں قیام تھا روزانہ رات کو بیت اللہ شریف کی زیارت اور طواف کے لئے تشریف لاتے اور منیٰ کے قیام میں متعدد وعظ بھی حضورؐ نے فرمائے جن میں اس قسم کے الفاظ بھی ہیں کہ میں شاید تم سے پھر نہ مل سکوں منیٰ ہی کے قیام میں سورۂ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی بعض روایات میں ہے کہ حج سے قبل مدینہ طیبہ ہی میں نازل ہو چکی تھی اور متعدد روایات میں ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اس سورۃ میں میری وفات کی خبر دی گئی ہے میں عنقریب جانے والا ہوں اس کے بعد ۱۳ ذی الحجہ سہ شنبہ کو زوال کے بعد آخری رمی سے فارغ ہو کر حضورؐ منیٰ سے روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ کے باہر محصّب میں جس کو بطحا اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں ایک خیمہ میں جس کو حضورؐ کے غلام حضرت ابو رافعؓ نے حضورؐ کے یہاں تشریف لانے سے پہلے ہی اس جگہ لگا رکھا تھا قیام کیا اور چار

نمازیں ظہر سے عشاء تک وہاں ادا فرمائیں اور عشاء کے بعد تھوڑی دیر اس میں آرام کیا یہ وہی جگہ ہے جس جگہ کفار نے بیٹھ کر ابتدائے اسلام یعنی نبوت کے چھٹے برس میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کا بائیکاٹ کردیا جائے کہ نہ ان سے لین دین کسی قسم کا کیا جائے نہ ان کو کھانے کو دیا جائے نہ ان سے کوئی ملاقات کرے نہ صلح کی بات کرے جب تک یہ لوگ نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کردیں تاکہ ہم حضورؐ کو قتل کریں یہ معاہدہ اسی جگہ لکھا گیا تھا جس کا قصہ مشہور ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آج دو جہاں کا سردار ہونے کی حیثیت سے یہاں قیام کیا اور عشاء کے بعد تھوڑی دیر آرام فرما کر طواف وداع کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اسی رات میں حضرت عائشہ رضؓ کو ان کے بھائی کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم بھیجا اور عمرہ کرایا حضرت عائشہؓ جب عمرہ سے فارغ ہوکر محصّب پہونچ گئیں تو حضورؐ نے قافلہ کو مدینہ طیبہ کی طرف روانگی کا حکم فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ اس حج کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے یا نہیں داخل ہونا تو محقق ہے لیکن بعض علما حج کے ایام میں داخل ہونا بتاتے ہیں اور بعض حضرات اس زمانہ کے بجائے فتح مکہ کے زمانہ میں بتاتے ہیں اور طواف وداع سے فراغت کے بعد بعض روایات کے موافق صبح کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھا کر جس میں سورۂ والطور حضورؐ نے پڑھی ۱۴ر ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ چہار شنبہ کی صبح کو مدینہ طیبہ کی طرف مع خدام جاں نثاران واپسی ہوئی اور جب ۱۸ر ذی الحجہ یکشنبہ کو غدیر خم پر جو جحفہ کے قریب

ایک جگہ ہے پہنچے تو حضورؐ نے ایک اونچی جگہ منبر کی شکل پر کھڑے ہوکر طویل وعظ فرمایا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بھی ارشاد فرمائے یہی وہ چیز ہے جسکو رافضیوں نے بگاڑ کر عید غدیر سے مشہور کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ میرے بارہ میں دو جماعتیں ہلاک ہوں گی ایک وہ جو محبت کے دعویٰ میں افراط کریں اور دوسرے وہ جو عداوت میں افراط کریں (تاریخ الخلفاء بروایۃ حاکم وغیرہ) یعنی رافضی اور خارجی اس کے بعد جب ذوالحلیفہ پہنچے تو شب کو وہاں قیام فرمایا اور صبح کے وقت معرس کے راستے سے مدینہ منورہ میں یہ دعا پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون۔ ہم لوٹنے والے ہیں ایسی طرح کہ توبہ کرنے والے ہیں اپنے گناہوں سے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں فقط اس ناپاک نے ۴۲ھ میں ایک رسالہ عربی زبان میں تحفۃ الوداع میں لکھا تھا کہ حضورؐ کے حج کی روایات متفرقہ مسلسل طریقہ سے مستحضر رہیں اس میں ہر قول کا ماخذ اور فقہی مباحث بھی لکھے تھے اور اس میں ہر روایت کا حوالہ بھی درج کیا تھا اسی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اس میں ہر واقعہ کا حوالہ موجود ہے ابھی تک اس کے طبع ہونے کا وقت نہیں آیا کیا بعید ہے کسی وقت اللہ جل شانہ کے فضل سے آجائے اس کے بعد دو ماہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما رہے پھر رفیق اعلیٰ کے ساتھ جا ملے اور حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ اول ہوئے پہلے سال حضرت عمرؓ کو امیر الحج بنا کر بھیجا اور خود تشریف نہ لے جا سکے دوسرے سال خود امیر الحج بنکر تشریف لے گئے اور پھر وہ بھی اس عالم سے

رخصت ہو گئے تو حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی ہوئے اور خلافت کے پہلے سال میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا اور اس کے بعد سے دس سال تک مسلسل خود امیر الحج بن کر تشریف لے گئے اور اپنی حیات کے آخری سال میں ازواج مطہرات کو خصوصیت کے ساتھ اپنے ساتھ حج کرایا اس کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث ہوئے تو پہلے سال یعنی ۲۴ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا اور ۲۵ھ سے ۳۴ھ تک ہر سال خود حج کے لئے تشریف لے جاتے اس کے بعد محصور کر دیئے گئے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا حضرت سید المشارق والمغارب علی کرم اللہ وجہہ خلافت سے قبل تو بکثرت حج کرتے رہے لیکن خلافت کے زمانہ میں جنگ جمل و صفین وغیرہ کی وجہ سے خود تشریف لے جانے کی نوبت نہ آسکی (دسامرات) اب آخر میں چند قصے اللہ والوں کے حج کے روض الریاحین وغیرہ سے نقل کرتا ہوں کہ وہ حج کرنے والوں کے لئے نمونہ اور عبرت ہیں اس کے بعد اس رسالہ کو ختم کر دوں گا۔

(۱) حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ پر لگ رہی تھیں جس سے آنکھوں کو سکون مل رہا تھا کہ دفعتًہ ایک شخص بیت اللہ کے قریب آئے اور یہ دعا کرنے لگے اے میرے رب تیرا مسکین بندہ جو تیرے دربار سے دھتکارا ہوا ہے اور تیرے در سے بھاگا ہوا ہے اے اللہ میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو سب چیزوں سے زیادہ قریب ہو اور وہ عبادت مانگتا ہوں جو سب سے زیادہ تجھے محبوب ہو اے اللہ میں تجھ سے

تیرے برگزیدہ بندوں کے طفیل اور تیرے انبیاء کے وسیلہ سے یہ مانگتا ہوں کہ اپنی محبت کی شراب کا ایک پیالہ مجھے پلادے اور میرے دل پر سے اپنی معرفت سے جہل کے پردے ہٹادے تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے اڑکر تیرے تک پہنچ جاؤں اور عرفان کے باغوں میں تیرے سے سرگوشیاں کروں اس کے بعد وہ شخص اتنے روئے کہ آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گر رہے تھے پھر ہنسے اور چلدیئے ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے چل دیا اور میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص یا تو بڑا کامل ہے یا کوئی پاگل ہے وہ مسجد سے باہر نکل کر ایک ویرانہ کی طرف چل دیئے میں پیچھے جارہا تھا وہ مجھ سے کہنے لگے تمہیں کیا ہوا کیوں چلے آرہے ہو اپنا کام کرو میں نے پوچھا اللہ تم پر رحم کرے تمہارا کیا نام ہے کہنے لگے عبداللہ (اللہ کا بندہ) میں نے پوچھا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے کہنے لگے عبداللہ میں نے کہا یہ تو ظاہر ہے کہ سب ہی اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے بندوں کی اولاد ہیں تمہارا نام کیا ہے کہنے لگے میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا تھا میں نے کہا جو سعدون مجنون کے نام سے مشہور ہیں کہنے لگے کہ ہاں وہی ہوں میں نے پوچھا کہ وہ کون برگزیدہ لوگ ہیں جن کے وسیلہ سے تم نے دعا کی کہنے لگے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں جیسے وہ شخص چلتا ہے جس نے عشق کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہو اور وہ دنیا سے ایسے الگ ہو گئے ہوں جیسا وہ شخص جس کے دل کو کسی چیز نے پکڑ لیا ہو اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ ذوالنون میں نے سنا ہے تم یہ کہتے ہو کہ میں اسباب معرفت سننا چاہتا ہوں میں نے کہا آپ کے علوم سے تو نفع پہنچنا ہی چاہیئے

تو انہوں نے دو شعر عربی کے پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ عارفین کے دل ہر وقت مولا کی یاد میں مشتاق رہتے ہیں اور اشتیاق میں نالہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کے قرب میں منزل بنا لیتے ہیں اپنے مولا کے عشق میں ایسے خلوص سے لگتے ہیں کہ اس کے عشق سے ہٹانے والی ان کے لئے کوئی چیز نہیں رہتی۔ (روض ص ۲۳)۔

(۲) حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا اور مکہ مکرمہ میں کچھ قیام کر لیا میری عادت تھی کہ جب رات کا اندھیرا زیادہ ہو جاتا تو میں طواف کیا کرتا ایک مرتبہ میں نے ایک نو عمر لڑکی کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہی ہے اور یہ اشعار گا رہی ہے:۔

ابی الحب ان یخفی وکم قد کتمتہ	میں نے اپنے عشق کو کتنا چھپایا مگر اب
فاصبح عندی قد اناخ وطنبا	وہ کسی طرح مخفی نہیں رہتا اب تو اس نے
اذا اشتد شوقی ھام قلبی بذکرہ	کھلم کھلا میرے پاس ڈیرہ ڈال دیا جب
وان رمت قربا من حبیبی تقربا	معشوق کے شوق کا مجھ پر غلبہ ہوتا ہے تو
ویبدو فافنی ثم احیا بہ لہ	میرا دل اس کے ذکر سے پھڑکنے لگتا ہے
ویسعدنی حتی الذ واطربا	اور اگر میں اپنے محبوب سے قربت چاہتی

ہوں تو وہ فوراً مجھ سے تقرب کرتا ہے اور جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو میں اس میں فنا ہو جاتی ہوں اور پھر اسی کے لئے اسی کی بدولت زندہ ہو جاتی ہوں اور وہ میری حاجت روائی کرتا ہے حتیٰ کہ میں خوب لذت پاتی ہوں اور مزے میں آجاتی ہوں حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں میں نے اس سے کہا اے لڑکی تو اللہ سے نہیں ڈرتی ایسی بابرکت جگہ ایسے شعر پڑھتی ہے وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی کہ جنید ؎ لولا التقی لم ترنی ۔ اھجر عن طیب الوسن
اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو تو مجھے نہ دیکھتا کہ میں میٹھی نیند کو چھوڑے پھرتی ہوں ؎

ان التقی شر دنی، ہ کما تری عن وطنی تو تو دیکھ ہی رہا ہے کہ اللہ کے خوف ہی نے مجھ کو میرے وطن سے دھکیلا اور بھگایا ہے ۔ افر من وجدی بہ ، فحبہ ھیمنی اسی کا عشق میرے ساتھ لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے میں بھاگی پھر رہی ہوں اور اسی کی محبت نے مجھے حیران و پریشان کر رکھا ہے۔

اس کے بعد اس نے پوچھا کہ جنیدؒ تم اللہ کا طواف کرتے ہو یا بیت اللہ کا طواف کرتے ہو میں نے جواب دیا کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہوں تو اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہنے لگی سبحان اللہ آپ کی بھی کیا عجب مشیت ہے جو مخلوق خود پتھر جیسی ہے وہ پتھروں ہی کا طواف کرتی ہے اس کے بعد اس نے تین شعر اور پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ لوگ پتھروں کا طواف کر کے آپ کا قرب ڈھونڈھتے ہیں ان لوگوں کے دل خود بھی پتھروں سے زیادہ سخت ہیں اور حیرانی میں حیران و پریشان پھر رہے ہیں اور اپنے خیال میں تقرب کے محل میں اترے ہوئے ہیں اگر یہ لوگ اپنے عشق میں سچے ہوتے تو ان کی صفات اپنی تو غائب ہو جاتیں اور اللہ کی محبت کی صفات ان میں پیدا ہو جاتیں حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کی اس گفتگو سے غش کھا کر گر گیا جب مجھے غشی سے افاقہ ہوا تو وہ لڑکی جا چکی تھی (روض)۔

(۳) حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات کے میدان میں شام کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نہایت بے تابی سے رو رہا ہے اور بے چینی سے روتے ہوئے چند شعر پڑھ رہا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ کتنی پاک ذات ہے وہ ہر عیب سے پاک ہے اگر ہم کانٹوں پر اور گرم سوئیوں پر اس کے سامنے سجدے میں گریں تب بھی اس کی نعمتوں کے حق کا عشر عشیر بھی ادا نہ

بلکہ عشر عشیر کا عشر عشیر بھی ادا نہ ہو اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے ؎

کم قد زللت فلم اذکرک فی زللی ۔۔۔ وانت یا مالکی بالغیب تذکرنی

کم اکشف الستر جہلا عند معصیتی ۔۔۔ وانت تلطف بی حلما وتسترنی

اے پاک ذات میں نے کتنی مرتبہ لغزشیں کیں اور کبھی اپنی لغزش میں تجھے یاد نہ کیا اور میرے مالک تو مجھے غائبانہ ہمیشہ یاد کرتا رہا میں اپنی جہالت سے کتنی مرتبہ گناہوں کے ساتھ اپنی پردہ دری کر چکا ہوں اور تو اپنے حلم کے ساتھ مجھ پر لطف و مہربانی کرتا ہے اور میری پردہ پوشی کرتا ہے حضرت بشر کہتے ہیں کہ پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ تھے تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابو عبید خواص تھے جو ممتاز بزرگوں میں ہیں ان کے متعلق مشہور ہے کہ ستر برس تک آسمان کی طرف منہ نہیں اٹھایا کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اتنے بڑے محسن کی طرف اس سیاہ منہ کو اٹھاؤں کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اللہ کے فرماں بردار بندے تو اس قدر عاجزی کریں اور اپنی حسن عبادت کے باوجود اللہ جل شانہ سے اس قدر شرمائیں اور گنہ گار اپنے گناہوں پر نہ شرمائیں اور ناز کریں یا اللہ اپنے پاک چہرے کی طرف نظر کرنے سے قیامت میں ہم کو محروم نہ کیجئے اور اپنے صالح بندوں کی برکات سے ہمیں بھی منتفع فرما اور دارین میں ان کے زیر سایہ رکھ (روض ص ۵۷)۔

(۴) حضرت مالک ابن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے جا رہا تھا راستہ میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ پیدل چل رہا ہے نہ تو اس کے پاس سواری نہ توشہ نہ پانی میں نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا میں نے کہا جوان کہاں سے آ رہے ہو کہنے لگا اسی کے پاس سے میں نے کہا کہاں جا رہے ہو کہا اسی کے پاس میں نے کہا توشہ کہاں ہے کہا اسی کے ذمہ

ہے میں نے کہا یہ راستہ بغیر توشہ اور پانی کے طے نہیں ہو گا آخر تیرے ساتھ کچھ ہے بھی اس نے کہا میں نے سفر کے شروع کے وقت پانچ حرف توشہ کے لئے پکڑ لیئے تھے میں نے پوچھا وہ پانچ حرف کون سے ہیں اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد کھیعص میں نے پوچھا اس کے کیا معنی ہوئے کہنے لگا کہ کاف کے معنی کافی۔ کفایت کرنے والا۔ ھ کے معنی ہادی۔ ہدایت کرنے والا۔ یا۔ کے معنے موذی ٹھکانہ دینے والا۔ عین کے معنی عالم ہر بات کا جاننے والا ص کے معنی صادق اپنے وعدہ کا سچا پس جس شخص کا ساتھی کفایت کرنے والا ہدایت کرنے والا۔ جگہ دینے والا باخبر اور سچا ہو وہ برباد ہو سکتا ہے یا اس کو کسی بات کا خوف ہو سکتا ہے کیا وہ شخص بھی اس کا محتاج ہے کہ توشہ اور پانی لادے لادے پھرے حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی گفتگو سن کر اپنا کرتہ اس کو دینا چاہا اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا بڑے میاں دنیا کے کُرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے دُنیا کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہے اور اس کی حرام چیزوں کا عذاب بُھگتنا ہے جب رات کا اندھیرا ہوا تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور یہ کہا اے وہ پاک جس کو بندوں کی طاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا مجھے وہ چیز عطا فرما جس سے تجھے خوشی ہوتی ہے یعنی طاعت اور وہ چیز معاف فرما دے جس سے تیرا کوئی نقصان نہیں یعنی گناہ اس کے بعد جب لوگوں نے احرام باندھا اور لبیک کہا تو وہ چپ تھا میں نے کہا تم لبیک نہیں پڑھتے کہنے لگا مجھے یہ ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور وہاں سے جواب ملے لا لبیک ولا سعدیک نہ تیری لبیک معتبر نہ سعدیک معتبر نہ میں تیرا کلام سنتا ہوں نہ تیری طرف

التفات کرتا ہوں اس کے بعد وہ چلا گیا اس کے بعد میں نے سارے راستے اس کو نہیں دیکھا آخر میں منیٰ میں وہ نظر پڑا اور اس نے چند شعر پڑھے جن کا یہ ترجمہ یہ ہے کہ وہ محبوب جس کو میرا خون بہانا اچھا معلوم ہوتا ہے ۔ میرا خون اس کے لئے حرم میں بھی حلال ہے اور حرم سے باہر بھی خدا کی قسم اگر میری روح کو یہ پتا چل جائے کہ وہ کس پاک ذات کی ساتھ اٹکی ہوئی ہے تو وہ قدم کے بجائے سر کے بل کھڑی ہو جائے او ملامت کرنے والے مجھے اس کے عشق میں ملامت نہ کر اگر تجھے وہ نظر آجائے جو میں دیکھتا ہوں تو کبھی بھی لب کشائی نہ کرے لوگ اپنے بدن سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اگر وہ اللہ کی پاک ذات کا طواف کرتے تو حرم سے بھی بے نیاز ہو جاتے عید کے دن لوگوں نے تو بھیڑ بکری کی قربانی کی لیکن معشوق نے میری جان کی اس دن قربانی کی لوگوں نے حج کیا ہے اور میرا حج اپنی سکون کی چیز کا ہے لوگوں نے قربانیاں کی ہیں میں تو اپنے خون کی اور اپنی جان کی قربانی کرتا ہوں اس کے بعد یہ دعا کی اے اللہ لوگوں نے قربانیوں کے ساتھ تیرا تقرب حاصل کیا میرے پاس کوئی چیز قربانی کے لئے نہیں ہے سوائے اپنی جان کے میں اس کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں تو اس کو قبول کر لے اس کے بعد ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر گیا اس کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اللہ کا دوست ہے خدا کا قتیل ہے مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور رات بھر اس کی سوچ میں پریشان اور متفکر رہا اسی میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں اس کو دیکھا میں نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا کہنے لگے کہ جو شہداء بدر کے ساتھ ہوا بلکہ اس پر بھی کچھ زیادہ ہوا میں نے پوچھا کہ زیادہ ہونے کی کیا وجہ کہنے لگے کہ وہ کافروں

کی تلوار سے شہید ہوتے تھے اور ہیں عشق مولیٰ کی تلوار سے (روض) اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بات میں ان سے زیادتی ہو کسی بات میں زیادتی ہو جانا کافی ہے ورنہ ان حضرات کے لئے صحابی ہونے کا جو فضل ہے اس کو غیر صحابی کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

(۵) حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ حج کے سفر میں ایک جنگل میں مجھے ایک نوجوان خوبصورت لڑکا ملا گویا چاندی کا ٹکڑا ہے اور عشق اس کے بدن میں جوش مار رہا تھا وہ بھی حج کے لئے جا رہا تھا میں نے اس کو ساتھ لے لیا میں نے اس سے کہا کہ بڑا طویل سفر ہے تو اس نے ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کاہلوں اور اکتا جانے والوں کے لئے یہ سفر بعید ہے لیکن مشتاقوں کے لئے کچھ بھی دور نہیں (روض)۔

(۶) حضرت شبلیؒ جب عرفات پر پہنچے تو بالکل چپ چاپ رہے کوئی لفظ بھی زبان سے نہیں نکلا جب وہاں سے منیٰ کی طرف چلے حرم کے جو دو نشان ہیں ان سے آگے بڑھ گئے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے میں چل رہا ہوں اس حال میں کہ میں نے اپنے دل پر تیری محبت کی مہر لگا دی تاکہ اس دل پر تیرے سوا کسی کا گذر نہ ہو کاش میں اپنی آنکھوں کو ایسی طرح بند کرتا کہ تیرا دیدار نصیب ہونے تک کسی کو بھی نہ دیکھتا دوستوں میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو ایک ہی کے ہو رہتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں دوسروں کی بھی شرکت ہوتی ہے لیکن جب آنکھوں سے آنسو نکل کر رخساروں پر بہنے لگتے ہیں جب ظاہر ہو جاتا ہے کہ کون واقعی رو رہا ہے اور کون بناوٹی رونا رو رہا ہے (روض) ـــہ

عدو میں اور مجھ میں غور کرلو فرق اتنا ہے کوئی بنتا ہے دیوانہ کوئی ہوتا ہے دیوانہ

(۷) حضرت فضیل بن عیاض عرفات کے میدان میں غروب تک بالکل چپ رہے اور جب آفتاب غروب ہوگیا تو فرمانے لگے، اے اللہ اگرچہ تو نے معاف فرمادیا لیکن میری بدحالی پر پھر بھی افسوس ہے (روض)۔

(۸) ابراہیم بن مہلب کہتے ہیں کہ میں طواف کررہا تھا میں نے ایک باندی کو دیکھا کہ وہ کعبہ شریف کا پردہ پکڑ کر کہہ رہی تھی اے میرے سردار تجھے مجھ سے محبت کرنے کی قسم میرا دل پھیر دے میں نے اس سے پوچھا کہ اے لڑکی تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ تجھ سے محبت کرتے ہیں کہنے لگی کہ اس کی شفقتوں سے معلوم ہوا میرے پکڑنے کے لئے اسلامی لشکر بھیجے ان پر کتنے کتنے مال خرچ کئے جب کہیں مجھے کافروں کے پنجہ سے نکالا مجھے مسلمان بنایا اپنی معرفت عطا فرمائی حالانکہ میں اس کو بالکل نہیں جانتی تھی اے ابراہیم کیا یہ اس کی محبت اور شفقت نہیں میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے اللہ جل شانہ سے کتنی محبت ہے کہنے لگی زیادہ سے زیادہ اور بڑی سے بڑی جو چیز ہو سکتی ہو میں نے پوچھا وہ کیسی ہے کہنے لگی کہ شراب سے زیادہ لطیف اور گلاب کے عرق سے زیادہ دل پسند اس کے بعد اس نے تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ بے چین آدمی صبر و سکون کو نہیں جانتا کہ کیا ہوتا ہے اس کے پاس تو بہنے والی آنکھیں ہوتی ہیں جن کو رونے نے بیکار کردیا ہو اور ایک بدن ہوتا ہے جو عشق کے شعلوں کی وجہ سے دبلا ہوگیا ہو اور فریفتہ کی بیماری کا کیا علاج ہوسکتا ہے اور محبت کا انجام بڑا سخت ہے بالخصوص جب کہ مہربانی کرنے والے اس کی طرف نیزوں سے مہربانی کرتے ہوں وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے چل

دی ۔ (رضی)۔

(۹) مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان کو ایک دفعہ دیکھا کہ قبولیت کے آثار اس کے چہرہ پر ظاہر ہیں اور آنکھوں سے آنسو لگاتار رخساروں پر بہہ رہے ہیں میں نے اس کو دیکھ کر پہچانا کہ عرصہ ہوا بصرہ میں ایک زمانہ میں اس کو بڑی ناز و نعمت میں دیکھ چکا تھا اس وقت دیکھ کر میں نے اس کو پہچانا اور اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بھی رونا آگیا اس نے بھی مجھے دیکھ کر پہچان لیا اور مجھے سلام کیا اور اور کہنے لگا مالک تمہیں خدا کی قسم خاص وقت میں مجھے یاد رکھنا اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگنا کیا بعید ہے اللہ جل شانہ میرے حال پر رحم فرمائے اور میرے گناہوں کو معاف کردے اور یہ کہہ کر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جب محبوب تیری طرف متوجہ ہو تو میرا بھی اس سے ذکر کر دیجیو اور یہ کہہ دینا کہ کسی وقت بھی تیری یاد سے اس کا دل خالی نہیں ہوتا شاید وہ جب میرا نام سنے تو یوں پوچھ لے کہ فلاں شخص پر کیا گزر رہی ہے مالک کہتے ہیں کہ یہ شعر پڑھ کر وہ روتا ہوا چل دیا اتنے میں حج کا زمانہ آگیا میں حج کے لئے روانہ ہوا اتفاق سے میں مسجد حرام میں بیٹھا تھا کہ میں نے ایک شخص کے گرد مجمع اکٹھا دیکھا اور وہ شخص بے تاب ہو کر رو رہا تھا اور اس کی تڑپ اور بے تابی سے لوگوں کو طواف مشکل ہو گیا میں نے جو اٹھ کر اس کو دیکھا تو وہی جوان تھا میں اس کو دیکھ کر خوش ہوا اور میں نے اس سے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تمنا پوری کردی تو اس نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ بلا خوف و خطر منیٰ کی طرف چلے اور جب وہ منیٰ میں پہنچ گئے تو اپنی

آرزوؤں کو پالیا لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے آرزوئیں مانگیں اللہ نے انکو ان کی تمنائیں عطا کیں اور ان کی خالص توبہ کی بدولت ان کو فحش اور بدکاری سے محفوظ رکھا ان کے اوپر ساقی نے شراب کا دور چلایا اور جب انہوں نے پوچھا کہ ساقی کون ہے تو کہا کہ ؎

انا اللّٰہ فادعونی انا اللّٰہ ربکم لی المجد والعلیا والملک والثناء

میں ہوں تمہارا معبود تم مجھے پکارو میں تمہارا رب ہوں میرے ہی لئے بزرگی ہے میرے ہی لئے بڑائی ہے اور میرا ہی ملک ہے اور میرے ہی لئے ساری تعریفیں ہیں۔ مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ واللہ مجھے اپنا حال بتاؤ کیا گزری کہنے لگا بڑی اچھی گزری مجھے اپنے فضل سے یہاں بلایا میں حاضر ہو گیا اور جو میں نے مانگا وہ ملا ملا پھر اس نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جب محبوب نے مجھے بلایا تو میں نے کہا مبارک مبارک کیا ہی بہتر ہے تیرا وصال اور کتنی شیریں ہے تیری محبت اور کتنا مزیدار ہے تیرا عشق تیرے حق کی قسم تو ہی مطلوب ہے تو ہی مقصود ہے تیری ہی آرزوئیں ہیں لوگ مجھے تیری محبت میں ملامت کرتے ہیں کیا کریں اور جتنی دل چاہے ملامتیں کریں میرا دل تیرے سوا کسی چیز کا مشتاق نہیں لوگ اپنے اپنے معشوقوں کے شہروں کو فلاں فلاں کو یاد کرتے ہیں کیا کریں مجھے تو جب کسی شہر کا تذکرہ آجائے تو ہی یاد آتا ہے مالک کہتے ہیں کہ یہ کہکر وہ طواف میں مشغول ہو گیا پھر مجھے خبر نہیں کہاں گیا (روض)

(۱۰) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال سخت ترین گرمی کے زمانہ میں حج کو چلا لُو بڑی شدت سے چلتی تھی ایک دن جب کہ میں وسط حجاز میں وسط حجاز اتفاقاً قافلہ سے بچھڑ گیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آگئی

دفعتہً آنکھ جو کھلی تو مجھے اس جنگل بیابان میں ایک آدمی نظر آیا تو میں
جلدی جلدی اس کی طرف چلا دیکھا تو ایک کمسن لڑکا تھا جس کے ڈاڑھی بھی
نہ نکلی تھی اور اس قدر حسین کہ گویا چودھویں رات کا چاند ہے بلکہ دوپہر کا
سورج اس پرناز ونعمت کے کرشمے چمک رہے ہیں میں نے اس کو سلام کیا
اس نے کہا ابراہیم وعلیکم السلام میرا نام لینے پر مجھے انتہائی حیرت ہوئی
اور مجھ سے سکوت نہ ہو سکا میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ صاحبزادے
تجھے میرا نام کس طرح معلوم ہوا تو نے تو مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں کہنے لگا کہ
ابراہیم جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی میں انجان نہیں بنا اور جب
سے مجھے وصال نصیب ہوا کبھی فراق نہیں ہوا میں نے پوچھا کہ اس سخت
گرمی میں اس جنگل میں تجھے کیا مجبوری کھینچ کر لائی کہنے لگا کہ ابراہیم اس کے
سوا میں نے کبھی کسی سے اُنس پیدا نہیں کیا اور نہ اس کے سوا کبھی کسی کو
ساتھی اور رفیق بنایا میں اس کی طرف بالکلیہ منقطع ہو چکا ہوں اور اس
کے معبود ہونے کا اقرار کر چکا ہوں میں نے پوچھا کہ تیرے کھانے پینے
کا ذریعہ کیا ہے کہنے لگا کہ محبوب نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے میں نے کہا
خدا کی قسم مجھے ان عوارض کی وجہ سے جو میں نے ذکر کئے تیری جان کے
ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اس نے روتے ہوئے کہ اس کی آنکھوں سے
آنسوؤں کی لڑی موتیوں کی طرح سے اس کے رخساروں پر پڑ رہی تھی چند
شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے " کون شخص ڈرا سکتا ہے مجھ کو جنگل کی سختی سے
حالانکہ میں اس جنگل کو اپنے محبوب کی طرف چل کر قطع کر رہا ہوں اور اس
پر ایمان لا چکا ہوں عشق مجھ کو بے چین کر رہا ہے اور شوق ابھارے
جاتا ہے اور اللہ کا چاہنے والا کبھی کسی آدمی سے نہیں ڈر سکتا اگر مجھے

بھوک لگے گی تو اللہ کا ذکر میرا پیٹ بھرے گا اور اللہ کی حمد کی وجہ سے میں پیاسا نہیں ہو سکتا اور اگر میں ضعیف ہوں تو اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک (یعنی پورب سے پچھم تک) لے جا سکتا ہے تو میرے بچپن کی وجہ سے مجھے حقیر سمجھتا ہے اپنی ملامت کو چھوڑ جو ہونا تھا ہو چکا۔ میں نے پوچھا تجھے خدا کی قسم اپنی صحیح صحیح عمر بتا کیا ہے کہنے لگا کہ تو نے بڑی سخت قسم مجھ کو دے دی جو میرے نزدیک بہت ہی بڑی ہے میری عمر بارہ برس کی ہے پھر وہ کہنے لگا کہ ابراہیم تجھے میری عمر پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی میں نے بتا تو دی ہی میں نے کہا مجھے تیری باتوں نے حیرت میں ڈال دیا کہنے لگا اللہ کا شکر ہے اس نے بڑی نعمتیں عطا فرمائیں اور اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنے بہت سے مومن بندوں سے افضل بنایا۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھے اس کی حسن صورت، حسن سیرت اور اس شیریں کلام پر بڑا ہی تعجب ہوا میں نے کہا سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی صورتیں بنائی ہیں اس نے تھوڑی دیر نیچے کو سر جھکا لیا پھر اوپر کی طرف منہ اٹھا کر بہت ترچھی کر دی نگاہ سے مجھے دیکھا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اگر میری سزا جہنم ہو تو میرے لئے ہلاکت ہے اس وقت میری یہ رونق اور خوبصورتی کیا بنائے گی اس وقت میری ساری خوبیوں کو عذاب عیب دار بنا دے گا اور جہنم میں طویل عرصے تک رونا پڑے گا اور جبّار جل جلالہٗ یہ فرمائے گا او بدترین غلام تو میرے نافرمانوں میں ہے تو نے دنیا میں میرا مقابلہ کیا میری حکم عدولی کی کیا تو میرے عہد و پیمان کو (جو ازل میں ہوئے تھے) بھول گیا تھا یا میری (قیامت کی) ملاقات کو بھول گیا تھا (اے ابراہیم) تو اس دن دیکھے گا کہ فرمانبرداروں

کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اوپر سے انوار کے پردے ہٹادیں گے جس کی وجہ سے یہ فرمانبردار اس ذات پاک کی زیارت سے ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں ہر نعمت اور ہر راحت کو بھول جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ ان فرماں برداروں کو ہیبت اور خوشنودی کا لباس پہنائیں گے اور ان کے چہروں کو رونق اور شادابی عطا ہوگی" یہ اشعار پڑھ کر کہنے لگا اے ابراہیم مہجور وہ ہے جو دوست سے منقطع ہوگیا اور وصال اس کو حاصل ہے جس نے اللہ کی اطاعت سے وافر حصہ لیا لیکن ابراہیم اپنے رفقاء سفر سے بچھڑ گئے ہو میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی رہ گیا تجھ سے اللہ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے دعا کرے کہ میں اپنے ساتھیوں سے جاملوں میرے اس کہنے پر اس لڑکے نے آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ آہستہ آہستہ زبان سے کہا کہ مجھے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوئے اس وقت مجھے دفعتہً نیند کا جھوکہ سا آیا یا بے ہوشی سی ہوئی اس سے جو میں نے افاقہ پایا تو قافلہ کے بیچ میں اونٹ پر اپنے آپ کو پایا اور میرے اونٹ پر جو میرا ساتھی تھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا ابراہیم ہوشیار ہو سنبھلے رہے ایسا نہ ہو اونٹ پر سے گرجاؤ اور اس لڑکے کا مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین کے اندر اتر گیا جب ہم سارا راستہ طے کر کے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکا کعبہ شریف کا پردہ پکڑے ہوئے رو رہا ہے اور چند شعر پڑھ رہا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے "میں کعبہ کا پردہ پکڑ رہا ہوں اور بیت اللہ کی زیارت بھی کر رہا ہوں لیکن دل میں جو کچھ ہے اس کو اور راز

کی بات کو تو خوب جانتا ہے میں بیت اللہ کی طرف پیدل چل کر آیا ہوں
کہیں سوار نہیں ہوا اس لئے کہ میں باوجود اپنی کم سنی کے فریفتہ عاشق ہوں
میں بچپن ہی سے تجھ پر مرنے لگا ہوں جب کہ میں عشق کو جانتا بھی نہ تھا
اور اگر لوگ مجھے ملامت کریں کسی بات پر تو میں ابھی عشق کا طفل مکتب ہوں
اے اللہ اگر میری موت کا وقت آگیا ہو تو شاید میں تیرے وصل سے بہرہ یاب
ہو سکوں اس کے بعد وہ بے اختیار سجدہ میں گر گیا اور میں دیکھتا رہا اس
کے بعد میں اس کے پاس گیا اور اس کو ہلایا تو وہ انتقال کر چکا تھا رضی اللہ
عنہ وارضاہ ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھے اس کے انتقال کا بہت سخت صدمہ ہوا
میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اس کے کفن دینے کے لئے کپڑا
لیا اور مدد کے لئے ایک دو آدمی ساتھ لئے اور وہاں پہنچا جہاں اس کو
مردہ چھوڑ کر آیا تھا تو اس کی نعش کا کہیں پتہ نہ چلا وہاں دوسرے حاجیوں
سے دریافت کیا مگر کسی کو بھی پتہ نہ تھا کہ کسی نے اس کو دیکھا تو میں سمجھا کہ
اللہ جل شانہٗ نے اس کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ فرما رکھا تھا میں
وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آگیا اور مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں
تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے مجمع میں ہے
اور سب سے پیش پیش ہے اور اس پر اس قدر نور چمک رہا ہے اور
ایسے عمدہ جوڑے ہیں کہ ان کی صفت بیان میں نہیں آسکتی میں نے
اس سے پوچھا کہ تو وہی لڑکا ہے کہنے لگا کہ میں وہی ہوں میں نے
پوچھا کیا تیرا انتقال نہیں ہوا اس نے کہا ہاں ہو گیا میں نے کہا کہ میں نے
تو تجھے تجہیز و تکفین کے لئے بہت تلاش کیا کہیں پتہ نہ چلا کہنے لگا ابراہیم
سن جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت میں فریفتہ کیا

اور میرے عزیز و اقارب سے جدا کیا اسی نے مجھے کفن دیا اور کسی دوسرے کا محتاج نہیں بننے دیا میں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا کہ اللہ جل جلالہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے میں نے عرض کیا کہ الٰہا تو ہی مقصود ہے اور تیری ہی مجھے آرزو ہے فرمایا کہ بلاشک تو میرا سچا بندہ ہے اور جو تو مانگے اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے میں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے زمانہ کے تمام آدمیوں میں میری سفارش قبول فرمالے ارشاد ہوا کہ ان سب کے بارے میں تیری سفارش مقبول ہے ابراہیم کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس لڑکے نے خواب میں مجھ سے رخصتی مصافحہ کیا اور میں نیند سے بیدار ہو گیا میں نے اپنے حج کے جو ارکان باقی تھے وہ پورے کئے لیکن اس لڑکے کی یاد سے اور اس کے رنج سے میرے دل کو قرار نہ تھا میں حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا لیکن راستے میں سارے قافلہ والے یہ کہتے تھے کہ ابراہیم تیرے ہاتھ کی مہک سے ہر شخص حیران ہے کہ کیسی خوشبو آرہی ہے اور اس واقعہ کے نقل کرنے والے کہتے ہیں کہ مرنے تک ابراہیم کے ہاتھوں میں سے وہ خوشبو آتی رہی (روض)

(۱۱) حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کے جارہا تھا بہت سے رفیق ساتھ تھے چلتے چلتے ایک مرتبہ مجھے تنہائی کا غلبہ ہوا اور یہ دل میں تقاضا ہوا کہ سب کا ساتھ چھوڑ کر اکیلے چلوں میں نے اس راستہ کو چھوڑ کر جس پر سب چل رہے تھے ایک دوسرا تنہائی کا راستہ اختیار کر لیا اور میں تین دن اور تین رات برابر چلتا رہا نہ تو

مجھے ان میں کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا نہ کوئی اور حاجت پیش آئی تین دن رات چلنے کے بعد میں ایک ایسے جنگل میں پہنچ گیا جو بڑا شاداب سرسبز اور ہر قسم کے پھل پھول اس میں لگے ہوئے جو بڑے مہک دار تھے اور اس کے بیچ میں ایک چشمہ ہے مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ تو جنت ہے اور میں سخت حیرت میں پڑ گیا میں اسی فکر و سوچ میں تھا کہ ایک جماعت آتی نظر آئی جن کے چہرے تو آدمیوں جیسے تھے اور ان پر مرقع چادریں اور خوشنما لنگیاں تھیں ان لوگوں نے آکر مجھ کو گھیر لیا اور سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کہاں میں کہاں پھر مجھے خیال ہوا کہ یہ جنات کی قوم ہے اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے اور ہم جنات میں سے ہیں جنہوں نے بیعت العقبہ میں رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا پاک کلام سنا تھا حضورؐ کے پڑھنے کی آواز نے ہمیں دنیا کے سارے کاموں سے چھڑا دیا اور یہ جگہ اللہ جل شانہ نے ہمارے لئے مزین فرمادی میں نے پوچھا کہ اس جگہ سے وہ جگہ کتنی دور ہے جہاں میں نے اپنے سفر کے ساتھیوں کو چھوڑا ہے میرے اس سوال پر ایک شخص نے ان میں سے تبسم کرتے ہوئے کہا کہ ابو اسحق اللہ جل شانہ کے بہی عجیب بھید ہیں اس جگہ تمہاری قوم کا کبھی کوئی شخص بجز ایک آدمی کے نہیں آیا ایک ایک جوان تمہاری جنس سے آیا تھا اس کا یہاں انتقال ہو گیا تھا اور یہ دیکھ اس کی قبر ہے اس کی قبر میں نے دیکھی کہ اس پانی کے تالاب کے کنارے تھی اس کے گرد چھوٹا سا باغیچہ تھا جس میں ایسے پھول لگ رہے تھے کہ میں نے اس جیسے کبھی نہیں دیکھے تھے پھر وہ جن کہنے لگا کہ اس جگہ کے

اور اس جگہ کے درمیان اتنے اتنے مہینوں کا کہا یا اتنے اتنے برسوں کا راستہ ہے ابراہیم نے کہا کہ اچھا اس جوان کا حال مجھے بتاؤ ان میں سے ایک نے سنایا کہ ہم لوگ اس چشمہ کے کنارے بیٹھے ہوئے عشق کے بارے میں بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک جوان آیا اور اس نے آکر سلام کیا ہم نے سلام کا جواب دیا اور ہم نے پوچھا کہ جوان کہاں سے آئے ہو اس نے کہا کہ شہر نیشاپور سے آیا ہوں ہم نے پوچھا کہ اس شہر کو چھوڑے کتنے دن ہوئے اس نے کہا سات دن ہوئے ہیں ہم نے کہا کہ شہر سے کس ارادہ سے چلے تھے اس جوان نے کہا کہ میں نے اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد سنا ہے " وانیبوا الیٰ ربکم واسلموا لہ من قبل ان یأتیکم العذاب ثم لا تنصرون"

(ترجمہ) تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب ہونے لگے پھر اس وقت تمہاری کسی کی طرف سے بھی کوئی مدد نہ کی جائے) ہم نے اس جوان سے پوچھا کہ انابت کیا ہے اور عذاب کیا ہے اس نے بیان کرنا شروع کیا اور جب عذاب بیان کرنا شروع کیا تو ایک چیخ ماری اور مر گیا ہم لوگوں نے اس کو اس قبر میں دفن کر دیا ابراہیم کہتے ہیں مجھے اس قصہ سے بڑی حیرت ہوئی اس کے بعد میں اس جوان کی قبر کے نزدیک گیا تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ رکھا تھا اتنا بڑا تھا جیسے بڑی چکی ہو اور اس کی قبر پر یہ لفظ لکھے ہوئے تھے هذا قبر حبیب اللہ قتیل الغیرۃ - یہ اللہ کے دوست کی قبر ہے جو غیرت کا قتل کیا ہوا ہے اور نرگس کے ایک پتہ پر انابت کی تفسیر لکھی ہوئی تھی میں نے اس کو پڑھا ان جنات نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا میں نے اس کا مطلب بتایا تو وہ

بہت خوش ہوئے اور مزے میں لوٹنے لگے جب اس سے انہیں سکون سا ہوا تو کہنے لگے کہ ہمارا وہ مسئلہ جس میں جھگڑا تھا حل ہو گیا ابراہیم کہتے ہیں پھر مجھے کچھ غنودگی سی آئی اس کے بعد جو میری آنکھ کھلی تو میں مسجد عائشہ رض کے پاس تھا (جو تنعیم کے پاس مکہ مکرمہ کے قریب ہے) اور میرے کپڑوں میں پھولوں کا گلدستہ تھا جو ایک سال تک میرے پاس رہا ایک سال تک اس میں کوئی تغیر نہ ہوا اس کے چند ایام بعد وہ خود بخود گم ہو گیا۔

(۱۲) تاجروں کی ایک جماعت ایک مرتبہ حج کو گئی راستہ میں جہاز ٹوٹ گیا اور حج کا وقت تنگ آ گیا تھا ان میں سے ایک شخص کے ساتھ پچاس ہزار کا مال تھا وہ اس کو چھوڑ کر حج کو چل دیا ساتھیوں نے اس کو مشورہ دیا کہ اگر تو یہاں ٹھہر جائے تو تیرا سامان کچھ نکل سکتا ہے وہ تاجر کہنے لگا خدا کی قسم اگر ساری دنیا کا مال مجھے مل جائے تب بھی حج کے مقابلہ میں اس کو ترجیح نہ دوں کہ وہاں کی حاضری میں اولیاء اللہ کی زیارت نصیب ہو گی اور میں ان حضرات میں جو کچھ دیکھ چکا ہوں بس دیکھ چکا ہوں (بیان سے باہر ہے) لوگوں نے پوچھا کہ آخر تو نے کیا دیکھا اس تاجر نے سنایا کہ ہم ایک مرتبہ حج کو جا رہے تھے کہ پیاس کی شدت نے سب کو پریشان کر دیا اور ایک ایک گلاس اتنے اتنے داموں میں مل رہا تھا میں نے ایک دن پیاس کی شدت میں سارے قافلہ کو چھان ڈالا کہیں پانی کا گھونٹ نہ قیمت سے ملا نہ کسی اور طرح اور پیاس کی وجہ سے میرا دم نکلنے لگا۔ میں چند

قدم آگے چلا تو ایک فقیر جس کے ساتھ ایک برچھا تھا اور ایک پیالہ اس نے اپنے برچھے کو ایک حوض کی نالی میں گاڑ دیا اس کے نیچے سے پانی اُبلنے لگا اور نالی کے ذریعہ سے حوض میں جمع ہونے لگا میں حوض کی طرف گیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا اس کے بعد قافلہ والوں کو میں نے خبر کی سب قافلہ والے اس سے سیراب ہوئے اور وہ حوض اسی طرح لبریز تھا وہ تاجر کہنے لگا ایسی جگہ حاضری سے کوئی باز رہ سکتا ہے جہاں ایسے ایسے بزرگ جمع ہوئے ہوں (روض) ابن عربی نے بھی محاضرات میں اس قصہ کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا تمام مال پچاس ہزار اشرفیوں کا تھا جن میں ایک موتی ۴ ہزار اشرفیوں کا تھا۔

(۱۳) ابو عبداللہ جوہری کہتے ہیں کہ میں ایک سال عرفات کے میدان میں تھا میری ذرا آنکھ سی لگی تو میں نے دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اُترے ایک نے ان میں سے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا ساتھی نے جواب دیا کہ چھ لاکھ آدمیوں نے حج کیا لیکن ان میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا مجھے ہر بات سُنکر اس قدر رنج ہوا دل چاہا کہ اپنے منہ پر طمانچے ماروں اور اپنی حالت پر خوب روؤں اتنے میں اس پہلے فرشتہ نے پوچھا کہ جن لوگوں کا حج قبول نہیں ہوا ان کے بارے میں اللہ جل جلالہٗ نے کیا معاملہ فرمایا دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ کریم نے کرم کی نگاہ فرمائی اور مقبولین میں سے ہر

ایک کے طفیل ایک ایک لاکھ کا حج قبول فرمالیا اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے وہ اپنا فضل و انعام جس کو چاہے بخش دے (روض) اس قسم کا ایک واقعہ علی بن موفق کا پہلی فصل کی حدیث ۶ کے ذیل میں بھی گذر چکا ہے۔

(۱۴) علی بن موفق کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت تک ساٹھ حج کرچکا تھا میرے دل میں یہ وسوسہ گزرا کہ کب تک ان جنگل بیابانوں میں پھرتا رہوں گا (اب ختم کروں بہتیرے حج کر لئے) مجھ پر دفعتاً نیند کا غلبہ ہوا تو میں نے ایک غیبی آواز دینے والے کو دیکھا وہ کہہ رہا ہے کہ اے ابن موفق تو اپنے گھر اسی کو بلاتا ہے جس کے بلانے سے تیرا دل خوش ہو۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کو اللہ جل شانہٗ چاہیں اور اعلیٰ جگہ بلائیں اس کے بعد اس آواز دینے والے نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے میں نے زیارت کے لئے اپنے سے محبت رکھنے والوں کو بلایا ہے اور ان کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا یہ لوگ میرے گھر کی طرف اکرام کے ساتھ آئے ہیں پس مبارک ہیں یہ کریم لوگ بھی اور وہ ذات بھی جس نے ان کو بلایا (روض)۔

(۱۵) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان کو کعبہ شریف کے پاس دیکھا کہ دمادم رکوع سجدے کر رہا ہے میں نے پوچھا کہ بڑی کثرت سے نمازیں پڑھ رہے ہو وہ کہنے لگا کہ واپسی وطن کی اجازت مانگ رہا ہوں اتنے میں

میں نے دیکھا کہ ایک کاغذ کا پرچہ اوپر سے گرا اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہٗ جو بڑی عزت والا بڑی مغفرت والا ہے کی طرف سے اپنے سچے شکر گذار بندہ کی طرف ہے کہ تو واپس چلا جا اس طرح کہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے۔ (روض)

(۱۶) سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ کسی ولی کا لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا اس کی ذلت کا سبب ہوتا ہے اور صرف اللہ جل شانہٗ کے ساتھ لگاؤ اس کی عزت کا سبب ہوتا ہے میں نے بہت کم ولی ایسے دیکھے ہیں جو یکسو نہ رہتے ہوں عبد اللہ بن صالح ایک بزرگ تھے جن پر اللہ جل شانہٗ کی خاص عطایا تھیں اور بہت انعامات تھے وہ لوگوں سے بھاگ کر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتے رہتے تھے اسی طرح آخر مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور وہاں بہت طویل قیام کیا میں نے ان سے کہا کہ اس شہر میں تو آپ نے بہت زیادہ قیام کیا کہنے لگے کہ میں اس شہر میں کیونکر نہ ٹھیروں میں نے ایسا کوئی شہر نہیں دیکھا جس میں اس شہر سے زیادہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہوں اس شہر میں صبح کو اور شام کو فرشتے اترتے ہیں میں نے اس شہر میں بڑے بڑے عجائبات دیکھے ہیں فرشتے مختلف صورتوں میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا اگر میں ان سب عجائبات کو بیان کروں جو میں نے یہاں دیکھے ہیں تو جن کا ایمان (کامل) نہیں ان کی عقلیں اس کو برداشت بھی نہ کر سکیں گی۔ میں نے دریافت کیا کہ تمہیں خدا کی قسم کچھ اپنے دیکھے ہوئے عجائبات

مجھے بھی سناؤ کہنے لگے کوئی ولی کامل جس کی ولایت صحیح ہو چکی ہو ایسا نہیں جو ہر جمعہ کی شب میں اس شہر میں نہ آتا ہو انہیں لوگوں کے دیکھنے کے واسطے میرا یہاں قیام ہے میں نے ان میں سے ایک صاحب کو دیکھا جن کا نام مالک بن قاسم جبلی تھا وہ آئے اور ان کے ہاتھ میں سے گوشت کی خوشبو آرہی تھی میں نے کہا تم شاید ابھی کھانا کھا کر آئے ہو کہنے لگے استغفر اللہ میں نے تو ایک ہفتہ سے کچھ نہیں کھایا البتہ اپنی والدہ کو کھانا کھلا کر آیا ہوں اور جلدی اس لئے کی تاکہ مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز میں شرکت کر لوں عبداللہ کہتے ہیں کہ جہاں سے مالک آئے تھے اس جگہ کا اور مکہ مکرمہ کا نو سو فرسخ کا فاصلہ ہے (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو ستائیس سو میل ہوئے) اس کے بعد عبداللہ نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے اس قصہ کا یقین آگیا سہل کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں یقین آگیا کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ایک مؤمن آدمی ملا اور بعض بزرگوں نے بیان کیا کہ انہوں نے کعبہ شریف کے گرد فرشتوں کو اور انبیاء کو اور اولیاء کو بسا اوقات دیکھا اور زیادہ تر جمعہ کی شب میں اور دوشنبہ اور پنجشنبہ کی شب میں دیکھا اس کے بعد اور عجائب انبیاء کی زیارت کے متعلق ذکر کئے (روض)۔

(۱۷) کہتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک جب کہ وہ شاہزادہ تھا اور خود اس وقت تک بادشاہ نہیں بنا تھا حج کو گیا اور طواف کرتے ہوئے اس نے حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا اور انتہائی کوشش کے باوجود ہجوم کی کثرت سے اس پر قدرت نہ ہوئی اتنے میں

حضرت زین العابدین علی بن الامام حسینؑ طواف کرتے ہوئے حجر اسود پر پہنچے تو ایک دم سارا مجمع ٹھہر گیا اور ان کے راستے سے ادھر ادھر ہو گیا وہ اطمینان سے بوسہ دے کر چل دیئے کسی نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے (جس کا اعزاز شاہزادہ سے بھی زیادہ ہے) ہشام نے کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا علمائے نے لکھا ہے کہ وہ جان بوجھ کر انجان بن کر انکار کرتا تھا کہ اس کے مصاحبین وغیرہ جو شام سے اس کے ساتھ آئے ہوئے تھے ان کے دل میں حضرت زین العابدین کی وقعت زیادہ پیدا نہ ہو اور یہ بنو امیہ اہلبیت کی وقعت کو گوارا نہ کرتے تھے، فرزوق جو عرب کا مشہور شاعر ہے وہ بھی وہاں کھڑا تھا اس نے کہا میں ان کو جانتا ہوں پھر اس نے چند شعر پڑھے ؎

هذا ابن خير عباد الله كلهم	۱	هذا التقي النقي الطاهر العلم
هذا الذي تعرف البطحاء وطأته	۲	والبيت يعرفه والحل والحرم
يكاد يمسكه عرفان راحته	۳	ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم
ما قال لا قط الا في تشهده	۴	لولا التشهد كانت لاءه نعم
اذا رأته قريش قال قائلها	۵	الى مكارم هذا ينتهي الكرم
ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم	۶	او قيل من خير اهل الارض قيل هم
هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله	۷	بجده انبياء الله قد ختموا
وليس قولك من هذا بضائره	۸	العرب تعرف من انكرت والعجم
يغضي حياء ويغضى من مهابته	۹	فلا يكلم الا حين يبتسم

جن کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے بندوں میں سے بہترین کی اولاد ہے یہ متقی پاک صاف اور سردار ہے یہ وہ شخص ہے جس کے قدم کو

سارا مکہ جانتا ہے یہ وہ شخص ہے جس کو بیت اللہ جانتا ہے اس کو
حل وحرم پہچانتے ہیں یہ[۲] وہ شخص ہے کہ جب حجر اسود کا بوسہ دینے کے
لئے اس کے قریب جائے تو اس کے ہاتھوں کو پہچان کر قریب ہے کہ
حجر اسود کا کونہ اس کے ہاتھوں کو پکڑ لے اس صورت میں ہاتھوں کی
خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ حجر اسود کے بوسہ کے وقت دونوں ہاتھ
اس کونے پر رکھے جاتے ہیں اس مطلب کے موافق رکن الحطیم سے
مجازاً رکن کعبہ مراد ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ یہ ترجمہ کیا جائے کہ جب یہ
شخص طواف کرتے ہوئے حطیم کی طرف پہنچتا ہے تو قریب ہے کہ حطیم
والا کونہ اس کے ہاتھوں کو پہچان کر ان کو چومنے کے لئے پکڑ لے
اس مطلب کے موافق رکن الحطیم اپنے ظاہر پہ ہوگا اور ہاتھوں کو پہچاننے
کی خصوصیت عطا اور جود کی کثرت کی طرف اشارہ ہوگا یہ[۳] وہ شخص
ہے جس نے کبھی لا نہیں کہا لا کے معنی نہیں کے ہیں یعنی کبھی کسی مانگنے
والے کو انکار نہیں کیا اور بجز کلمہ طیبہ کے کہ اس میں لا الہ میں لا کہنا
پڑتا ہے اس کی مجبوری ہے اور یہ ہر التحیات میں پڑھا جاتا ہے اگر
اگر یہ مجبوری نہ ہوتی تو اس کی زبان سے لا کبھی نہ نکلتا جب[۵] قبیلہ
قریش جو کرم میں مشہور قبیلہ ہے اس کو دیکھتا ہے تو کہنے والا بیساختہ
کہہ دیتا ہے کہ اس کے اخلاق پر کرم کا منتہا ہے یعنی اس سے زیادہ
کریم کوئی نہیں اور جب[۶] کہیں اہلِ تقوی کا شمار ہونے لگا تو یہی لوگ
اس میں بھی مقتدا ہوں گے اور جب یہ پوچھا جائے کہ دنیا کی بہترین
ہستیاں کون ہیں تو انہیں لوگوں کی طرف انگلیاں اٹھیں گی اے[۷] ہشام
اگر تو اس سے جاہل ہے تو سن کہ یہ فاطمہؓ کی اولاد ہے اور اسی کے

دادا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نبوت ختم کر دی گئی نیز اس کا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اس کو عیب نہیں لگاتا جس کے پہچاننے سے تو نے انکار کر دیا اس کو عرب جانتا ہے عجم جانتا ہے یہ وہ شخص ہے جو شرم کی وجہ سے اپنی آنکھ نیچے رکھتا ہے اور ساری دنیا اس کی عظمت اور ہیبت سے آنکھ نیچے رکھتی ہے کوئی شخص اس کے سامنے اس وقت تک رعب کی کی وجہ سے بات نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ خندہ پیشانی سے پیش نہ آئے اشعار کا ترجمہ ختم ہو گیا صاحب روض نے اتنے ہی اشعار نقل کئے ہیں یہ قصیدہ بڑا ہے اور بہت سے اشعار شاعر نے ان کی اور اس خاندان کی فضیلت میں برجستہ کہے ہیں، وفیات الاعیان مرآۃ الجنان حیوٰۃ الحیوان وغیرہ میں اس قصیدہ کو ذکر کیا ہے درر نفیسہ اس قصیدہ کی مستقل شرح ہے اس میں نقل کیا ہے کہ ہشام نے اس قصیدہ کو سن کر غصہ میں آکر فرزدق کو قید کرا دیا۔

درحقیقت حضرت زین العابدین کی عبادت اور جود و کرم اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ان کے واقعات کا اختصار بھی دشوار ہے رات دن میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے اور جب وضو کرتے تو چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا ہے جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر کپکپی آجاتی کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا تمہیں خبر نہیں کہ کس پاک ذات کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں ایک مرتبہ سجدہ میں تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی لوگوں نے شور مچایا اے رسول اللہ کے بیٹے آگ لگ گئی آگ آگ۔ مگر یہ اطمینان سے نماز پڑھتے رہے جب فارغ ہوئے تو آگ بجھ بجھا چکی تھی کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا

کہ اس سے زیادہ سخت آگ (یعنی جہنم کی آگ) کے خوف نے اس کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا آپ کا معمول تھا کہ رات کو اندھیرے میں پوشیدہ لوگوں کے گھروں پر جا کر ان کی اعانت فرمایا کرتے تھے اور بہت سے گھرانے ایسے تھے جن کا گذارا آپ کی امداد پر تھا اور ان کو یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ کون شخص ہے جب آپ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ سو گھر مدینہ طیبہ میں ایسے تھے جن پر آپ خرچ فرمایا کرتے تھے (روض) ایسی حالت میں فرزدق جو کہے وہ صحیح ہے۔
حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ خاندان نبوت میں حضرت زین العابدینؓ جیسا شخص کوئی بھی نہ تھا (یعنی اپنے زمانے میں) یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ہاشمی خاندان میں جتنے حضرات کا زمانہ میں نے پایا ہے ان میں آپ افضل ترین شخص تھے سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ آپ سے زیادہ متقی میں نے نہیں دیکھا ان حالات پر بھی جب آپ حج کو تشریف لے گئے اور احرام باندھنے کا وقت آیا تو آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور لبیک نہ کہہ سکے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ لبیک نہیں پڑھتے تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں جواب میں لا لبیک نہ کہہ دیا جائے مگر جب لوگوں نے اصرار کیا کہ احرام کے وقت لبیک کہنا ضروری ہے تو آپ نے لبیک پڑھا اور بے ہوش ہو کر سواری پر سے گر پڑے اور حج کے ختم تک یہی صورت رہی کہ جب لبیک کہتے یہی حالت ہوتی حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب زین العابدینؓ نے احرام باندھا اور لبیک کہنے کا ارادہ کیا تو بے ہوش ہو کر اونٹنی پر سے گر گئے اور ہڈی ٹوٹ

گئی (تہذیب التہذیب) حضرت زین العابدینؒ سے بڑی حکمت کے ارشادات کتابوں میں نقل کیے گئے، آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت بعض لوگ اس کے خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے زور سے کام اور بعض لوگ اس کے انعامات کے واسطے کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے (کہ ہر کام میں کمائی کی فکر ہے)۔

احرار کی عبادت یہ ہے کہ اس کے شکر میں عبادت کریں آپ کے صاحبزادہ حضرت باقر فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت زین العابدینؒ نے وصیت فرمائی کہ پانچ قسم کے آدمیوں کے پاس مت لگنا حتیٰ کہ راستہ چلتے بھی ان کا رفیق سفر نہ بننا ایک فاسق شخص کہ وہ ایک لقمہ کے بدلے میں تجھے بیچ دے گا بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی بیچ دے گا میں نے عرض کیا کہ ایک لقمہ سے کم کا کیا مطلب فرمایا کہ محض اس امید پر کہ لقمہ کسی سے مل جائے پھر وہ اس کی امید پوری بھی نہ ہو دوسرے بخیل کے پاس نہ لگنا کہ وہ تیری سخت حاجت کے وقت بھی تجھ سے کنارہ کشی کرے گا تیسرے جھوٹ بولنے والا شخص کہ وہ بمنزلہ اس بالو کے ہے جو دور سے پانی معلوم ہوتا ہو وہ قریب آنے والوں کو دور بتائے گا دور ہونے والی چیزوں کو قریب کر کے بتائے گا چوتھے بیوقوف احمق سے دور رہنا کہ وہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرے گا اور نقصان پہنچا دے گا اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سمجھدار دشمن نادان دوست سے بہتر ہے پانچویں اس سے دور رہنا جو اپنے رشتہ داروں سے قطع رحمی کرتا ہو اس لئے کہ میں نے ایسے شخص کو قرآن پاک میں

تین جگہ ملعون پایا (روض)۔

(۱۸) حضرت امام زین العابدینؓ کے صاحبزادہ حضرت امام باقر محمد بن علی جب حج کو تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف پر نظر پڑی تو اتنے زور سے روئے کہ چیخیں نکل گئیں لوگوں نے کہا کہ سب لوگوں کی نظریں ادھر لگ گئیں آپ چیخیں نہ ماریں فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ میرے رونے کی وجہ سے رحمت کی نظر فرمالے جس کی وجہ سے کل قیامت کے دن کامیاب ہو جاؤں اس کے بعد طواف کیا اور طواف کے بعد مقام ابراہیم پر جا کر نفلیں پڑھیں تو سجدہ کی جگہ آنسوؤں کی وجہ سے بھیگ گئی تھی آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ مجھے سخت رنج ہے اور میرا دل فکر میں مشغول ہے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کا رنج ہے فرمایا کہ جسکے دل میں اللہ کا خالص دین داخل ہو جائے وہ اس کو اللہ کے ماسوی سے خالی کر دیتا ہے اور دنیا ان چیزوں کے علاوہ اور کیا چیز ہے یہی سواری ہے جس پر سوار ہو کر آئے ہو یہی کپڑا ہے جس کو پہن رکھا ہے یہی بیوی ہے جو مل گئی ہے یہی کھانا ہے جو کھایا ہے۔ (روض)۔

(۱۹) حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں کہ میں ۱۱۳ھ میں پیدل حج کو گیا جب میں مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو عصر کی نماز کے وقت جبل ابو قبیس پر چڑھ گیا وہاں میں نے ایک صاحب کو بیٹھے دیکھا کہ وہ دعائیں مانگ رہے ہیں اور یا رب یا رب اتنی مرتبہ کہا کہ دم گھٹنے لگا پھر انہوں نے یا ربا ہ یا ربا ہ اسی طرح کہا کہ دم نکلنے لگا پھر اسی طرح یا اللہ یا اللہ کہتے رہے کہ دم گھٹنے لگا پھر اسی طرح یا حی کہتے رہے پھر اسی طرح یا رحمٰن یا رحمٰن پھر یا رحیم یا رحیم اسی طرح کہا کہ دم گھٹنے لگا پھر یا ارحم الراحمین

بھی اس طرح کہا کہ سات مرتبہ دم گھٹنے لگا اس کے بعد وہ کہنے
لگے یا اللہ میرا انگوروں کو جی چاہ رہا ہے وہ عطا فرما اور میری
چادریں پرانی ہو گئیں لیث کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ان کی زبان سے
یہ لفظ پورے نکلے بھی نہیں تھے کہ میں نے ایک ٹوکری انگوروں سے
بھری ہوئی رکھی دیکھی حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں انگور کا
نشان بھی نہ تھا اور دو چادریں رکھی ہوئی دیکھیں انہوں نے انگور کھانے
کا ارادہ کیا تو میں نے کہا کہ میں بھی ان میں آپ کا شریک ہوں فرمایا
کیسے میں نے کہا جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا فرمانے
لگے آؤ کھاؤ لیکن اس میں سے کچھ ساتھ نہ لے جانا میں آگے بڑھا اور ان
کے ساتھ ایسی عجیب چیز کھائی کہ عمر بھر ایسی چیز نہ کھائی تھی وہ عجیب
قسم کے انگور تھے کہ ان میں بیج بھی نہ تھا میں نے خوب پیٹ بھر کر
کھائے مگر اس ٹوکری میں کچھ کمی نہ ہوئی پھر انہوں نے فرمایا کہ ان
دونوں چادروں میں سے جو نسی تمہیں پسند ہو لے لو میں نے کہا کہ
چادر کی مجھے ضرورت نہیں ہے پھر فرمانے لگے کہ ذرا سامنے سے ہٹ
جاؤ میں ان کو پہن لوں میں پرے کو ہٹ گیا تو انہوں نے ایک چادر
لنگی کی طرح باندھ لی دوسری اوڑھ لی اور جو چادریں پہلے سے
پہنے ہوئے تھے ان کو ہاتھ میں لے کر پہاڑ سے نیچے اترے میں
پیچھے ہو لیا جب صفا مروہ کے درمیان پہنچے تو ایک سائل نے
کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے یہ کپڑا مجھے دے دیجئے اللہ جل شانہ آپ
کو جنت کا جوڑا عطا فرمائے وہ دونوں چادریں اس کو دے دیں میں
نے اس سائل کے قریب جا کر اس سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اس

نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق ہیں پھر ان کے پاس واپس آیا کہ ان سے کچھ سنوں مگر کہیں پتہ نہ چلا (روض)

یہ حضرت امام باقر کے صاحبزادہ ہیں حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں بارہا ان کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ہمیشہ تین عبادتوں میں سے کسی نہ کسی میں مشغول پایا نماز یا تلاوت یا روزہ اور بغیر وضو کے حدیث نقل نہ کرتے تھے (تہذیب التہذیب) سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادقؓ سے سنا فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں سلامتی کم یاب ہو گئی اور اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو گوشۂ گمنامی میں ہے اور اگر اس میں نہیں (یعنی یہ میسر نہ ہو سکے) تو پھر یکسوئی اور تنہائی میں تلاش کی جائے لیکن تنہائی گمنامی کے برابر نہیں ہو سکتی اور اگر وہاں بھی نہ ہو سکے تو پھر چپ رہنے میں اور چپ رہنا تنہائی کی برابری نہیں کر سکتا اور اگر خاموشی میں بھی نہ ہو سکے تو پھر سلف صالح کے کلام میں اور سعید شخص وہ ہے جو اپنے نفس میں خلوت اور یکسوئی پائے حضرت جعفر اپنے باپ دادا کی روایت سے حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص پر اللہ جل شانہٗ کا کوئی انعام ہو اس کو ضروری ہے کہ اس کا شکر ادا کرے اور جس پر رزق میں تنگی ہو وہ استغفار کی کثرت کرے اور جس کو کوئی پریشانی لاحق ہو وہ لاحول پڑھا کرے (روض)۔

(۲۰) حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کو جا رہا تھا راستہ میں قادسیہ (ایک شہر کا نام ہے) میں اترا۔ میں لوگوں کی زیب و زینت اور ان کا ہجوم اور کثرت دیکھ رہا تھا

میری نظر ایک نوجوان خوبصورت پر پڑی کہ اس نے کپڑوں کے اوپر ایک بالوں کا کپڑا پہن رکھا تھا پاؤں میں جوتا بھی تھا اور سب سے علیحدہ بیٹھا تھا میں نے خیال کیا کہ یہ لڑکا صوفی قسم کے آدمیوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں دوسروں پر بوجھ ہی بنے گا۔ میں اس کو جاکر فہمائش کردوں اس خیال سے میں اس کے قریب گیا جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا کہنے لگا اے شقیق اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (حجرات) بدگمانی سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور یہ کہکر مجھے چھوڑ کر چل دیا میں نے سوچا کہ یہ تو بڑی مشکل بات ہوگئی میرا نام لے کر (حالانکہ مجھ کو جانتا بھی نہیں) میرے دل کی بات کہہ کر چل دیا یہ تو کوئی واقعی بزرگ آدمی ہے میں اس کے پاس جاکر اپنے گمان کی معافی کراؤں میں جلدی جلدی اس کے پیچھے چلا مگر وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا پتہ نہ چلا جب ہم واقصہ پہنچے تو دفعتہً اس پر نظر پڑی کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا بدن کانپ رہا ہے اور آنسو بہ رہے ہیں میں نے اس کو پہچان لیا اور اس کی طرف بڑھا تاکہ اپنے اس گمان کی معافی کراؤں مگر میں نے اس کی نماز سے فراغت کا انتظار کیا اور جب وہ سلام پھیر کر بیٹھا تو میں اس کی طرف بڑھا جب اس نے مجھ کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا اے شقیق پڑھو وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدی (سورۂ طٰہٰ) اور بلاشبہ میں بڑا بخشنے والا ہوں ایسے لوگوں کا جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور پھر سیدھے راستہ پر قائم رہیں یہ آیت پڑھ کر وہ پھر چل دیا میں نے کہا کہ یہ شخص تو ابدال میں سے معلوم

ہوتا ہے دو مرتبہ میرے دل کی بات پر متنبہ کر چکا پھر جب ہم زبالا میں پہنچے تو دفعتہً میری نظر اس جوان پر پڑی کہ وہ ایک کنوئیں پر کھڑا ہے ایک بڑا سا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہے اور کنوئیں سے پانی لینے کا ارادہ کر رہا تھا کہ وہ پیالہ کنوئیں میں گر پڑا میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے کہ تو ہی میرا پرورش کرنے والا ہے جب میں پیاسا ہوں پانی سے اور تو ہی میری روزی (کا ذریعہ) ہے جب میں کھانے کا ارادہ کروں اس کے بعد اس نے کہا اے میرے اللہ تجھے معلوم ہے اے میرے معبود میرے آقا کہ اس پیالہ کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے پس اس پیالہ سے مجھے محروم نہ فرمائیے شقیق کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوئیں کا پانی اوپر کو آ گیا اس نے ہاتھ بڑھایا اور پیالہ پانی سے بھر کر نکال لیا اول وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ریت اکٹھا کر کے ایک ایک مٹھی بھر کر اس پیالہ میں ڈالتا جاتا تھا اور اس کو ہلا کر پی رہا تھا میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا میں نے کہا اللہ نے جو نعمت تمہیں عطا کی ہے اس میں سے کچھ اپنا بچا ہوا سبھے مجھے کھلا۔ دیجئے کہنے لگا کہ شقیق اللہ جل شانہٗ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہم پر رہی ہیں اپنے رب کے ساتھ نیک گمان رکھو یہ کہہ کر وہ پیالہ مجھے دے دیا۔ میں نے جو اس کو پیا تو خدا کی قسم اس میں ستو اور شکر گھلی ہوئی تھی اس سے زیادہ خوش ذائقہ اور اس سے زیادہ خوشبودار چیز میں نے کبھی نہیں کھائی تھی میں نے خوب پیٹ بھر کر پیا جس کی برکت سے

کئی دن تک نہ تو مجھے بھوک لگی نہ پیاس لگی اس کے بعد مکہ مکرمہ داخل ہونے تک میں نے اس کو نہیں دیکھا جب ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو میں نے قبۃ الشراب کے قریب ایک مرتبہ آدھی رات کے قریب نماز پڑھتے دیکھا بڑے خشوع سے نماز پڑھ رہا تھا اور خوب رو رہا تھا صبح تک اسی طرح نماز پڑھتا رہا جب صبح صادق ہوگئی تو وہ اسی جگہ بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر وہ باہر جانے لگے تو میں اس کے پیچھے لگ لیا باہر جاکر دیکھا تو راستہ میں جس حالت پر دیکھا تھا اس کے بالکل خلاف بڑے حشم خدم غلام اس کے موجود ہیں چاروں طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے سلام کرکے حاضر ہو رہے ہیں میں نے ایک شخص سے جو میرے قریب تھا دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں اس نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر یعنی حضرت جعفر صادقؒ کے صاحبزادے ہیں مجھے تعجب ہوا اور میں نے خیال کیا کہ یہ عجائب واقعی ایسے ہی سید کے ہونا چاہئیں۔ (روض)

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظمؒ کے مناقب بہت ہیں ان حضرات کا تو پوچھنا ہی کیا ہے کہ یہ اس خاندان کے چاند سورج اور ستارے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے اس خاندان ہی میں وہ خصوصی جواہر اور اخلاق کا کمال رکھا ہے۔ جہاں تک ہم جیسوں کی پرواز بھی نہیں ہے سیدوں کے خاندان کا معمولی سے معمولی آدمی بھی کوئی عجیب عادت اپنے اندر رکھتا ہے ؏

این خانہ ہمہ آفتاب است

(۲۱) حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں گیا تو میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ اس پر دو پھٹے ہوئے کپڑے ہیں اور لوگوں سے سوال کر رہا ہے میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ایسے ہی لوگ آدمیوں پر بوجھ ہوتے ہیں اس نے میری طرف دیکھا اور یہ آیت پڑھی واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ (سورہ بقرہ ع ۳۰) اس کا یقین رکھو کہ اللہ جل شانہٗ جانتا ہے اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرتے رہا کرو ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں اپنی بدگمانی سے توبہ کی تو اس نے مجھے آواز دی اور یہ آیت پڑھی وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ ویعفوا عن السیّاٰت (شوریٰ ع ۳) اور وہ ایسی پاک ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے (روض)۔

(۲۲) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ جا رہا تھا راستہ میں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ قافلہ سے آگے آگے جا رہی ہے میں نے خیال کیا کہ یہ ضعیفہ اس لئے قافلہ سے آگے چل رہی ہے کہ کہیں قافلہ کا ساتھ نہ چھوٹ جائے میرے ساتھ چند درم تھے وہ میں جیب سے نکال کر اس کو دینے لگا اور اس سے میں نے کہا کہ جب قافلہ منزل پر ٹھیرے تو مجھے تلاش کر کے مل لینا میں قافلہ والوں سے کچھ چندہ جمع کر کے تجھ کو دے دوں گا اس سے سواری کرایہ کر لینا اس نے اپنا ہاتھ اوپر کو کیا اور مٹھی میں کوئی چیز لی تو وہ درم تھے وہ اس نے مجھے دے دیئے اور یہ کہا کہ تو نے جیب سے لئے ہم نے غیب سے لئے اس کے بعد میں نے

ایک عورت کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے چند اشعار پڑھ رہی ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اے دلوں کے محبوب میرے لئے تیرے سوا کوئی نہیں آج تو رحم کردے اس پر جو تیری زیارت کو حاضر ہوئی میرا صبر جاتا رہا اور تیرا اشتیاق بہت بڑھ گیا اور دل کو اس سے انکار ہے کہ وہ تیرے سوا کسی سے بھی محبت کرے تو ہی میرا سوال ہے تو ہی میرا مطلوب ہے تو ہی میری مراد ہے کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تیری ملاقات کب ہو سکے گی مجھے جنت سے اس کی نعمتیں مقصود نہیں مجھے جنت اس لئے مطلوب ہے کہ اس میں تیرا دیدار ہو گا۔ (روض ۲۵ ص)

(۲۲۳) عبدالرحمٰن خفیف کہتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے چلتا ہوا بغداد پہنچا اور میرے دماغ میں صوفیانہ گھمنڈ تھا یعنی عقیدت کی پختگی مجاہدہ کی شدت اور اللہ کے ماسوا کو پس پشت ڈال دینا میں نے چالیس دن تک کچھ نہیں کھایا نہ پیا اور حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا اور میں ہر وقت با وضو رہتا اسی حالت میں بغداد سے بھی چل دیا میں نے جنگل میں ایک کنویں پر ایک ہرنی کو پانی پیتے دیکھا مجھے بھی پیاس شدت کی لگ رہی تھی جب میں کنویں کے قریب پہنچا تو وہ ہرنی مجھے دیکھ کر چلی گئی۔ اور کنویں کا پانی جو من تک آرہا تھا اور ہرنی اس سے پی رہی تھی۔ وہ بھی کنویں کے اندر نیچے اتر گیا میں آگے چل دیا اور میں نے عرض کیا اے میرے سردار میری قدر تیرے یہاں اس ہرنی کے برابر بھی نہیں تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی وہ یہ تھی کہ ہم نے

تیرا امتحان کیا تھا تو نے صبر نہ کیا (شکوہ شروع کر دیا) جا کنویں پر لوٹ جا پانی پی لے۔ ہرنی بغیر پیالہ اور رسی کے آئی تھی تیرے پاس پیالہ بھی تھا رسی بھی تھی میں جب کنویں پر لوٹا تو وہ لبریز تھا میں نے اپنا پیالہ بھر لیا اسی میں سے میں پانی بھی پیتا رہا اور وضو بھی کرتا رہا مگر وہ پانی ختم نہ ہوا یہاں تک کہ میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا اس کے بعد حج سے فارغ ہو کر جب میں بغداد پہنچا اور جامع بغداد میں گیا تو حضرت جنیدؒ کی نظر مجھ پر پڑی فرمانے لگے کہ اگر تو صبر کرتا تو پانی تیرے قدموں کے نیچے سے اُبلنے لگتا۔

(۴۴) ایک بزرگ فرماتے ہیں وہ جنگل میں جا رہے تھے ان کو ایک فقیر ملے جو ننگے پاؤں ننگے سر جا رہے تھے وہ پرانے کپڑے ان کے پاس تھے ایک کی لنگی باندھ رکھی تھی اور ایک چادر کی جگہ اوڑھ رکھا تھا نہ ان کے ساتھ کوئی کھانے کی چیز نہ پیالہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ان کے پاس پانی کا برتن اور رسی ہی ہوتی تو اچھا تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی تو پانی کھینچ کر وضو وغیرہ کر لیتے ہیں ان کے ساتھ ہی لگ لیا گرمی بڑی سخت پڑ رہی تھی میں نے اس فقیر سے کہا کہ جوان اگر یہ چادر جو کاندھے پر اوڑھ رہے ہو سر پر ڈال لو تو اچھا ہے دھوپ سے بچاؤ ہو جائے گا اس نے کچھ جواب نہ دیا خاموش چلتا رہا تھوڑی دیر کے بعد میں نے ان سے کہا کہ تم ننگے پاؤں چل رہے ہو اگر رائے ہو تو میرا جوتہ پہن لو تھوڑی دیر میں ننگے پاؤں چل لوں تھوڑی دیر تم ننگے پاؤں چل لو وہ کہنے لگے تم بڑے فضول گو آدمی ہو تم نے حدیث

نہیں پڑھی میں نے کہا پڑھی ہے کہنے لگے تم نے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں پڑھا۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے بے کار بات کا چھوڑنا ہے یہ کہکر وہ چپ ہوگیا اور ہم چلتے رہے اتنے میں مجھے پیاس لگی اور ہم سمندر کے کنارے پر چل رہے تھے وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کیا تمہیں پیاس لگ رہی ہے میں نے کہا نہیں اس کے بعد ہم آگے چلتے رہے مگر مجھے پیاس کی اتنی شدت ہوئی کہ دم گھٹنے لگا وہ پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کیا پیاس لگ رہی ہے میں نے کہا ہاں پیاس تو لگ رہی ہے مگر تم ہی اس وقت کیا کر سکتے ہو اس نے میرے ہاتھ سے پیالہ لیا اور سمندر میں گھس گیا اور پانی بھر کر مجھے لاکر دیا کہ لو پی لو میں نے جو اس کو پیا تو دریائے نیل کے پانی سے زیادہ میٹھا اور زیادہ صاف تھا اور اس میں کچھ گھاس سا بھی تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو کوئی بڑا ولی اللہ ہے اب تو میں کچھ نہیں کہتا جب منزل پر پہنچوں گا تو ان سے درخواست کروں گا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ رکھیں وہ وہیں کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ تمہیں کون سی صورت پسند ہے یا تو تم آگے آگے چلو یا میں آگے چلوں میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ آگے چل دیا تو ایسا نہ ہو کہ میں ساتھ نہ لگ سکوں اور یہ مجھ سے فوت ہو جائے اس لئے میں آگے بڑھ جاؤں اور چلتے چلتے کسی جگہ بیٹھ جاؤں گا جب یہ وہاں پہنچے گا تو میں اس سے درخواست کروں گا کہ مجھے اپنا رفیق سفر بنالے مجھے یہ خیال آیا ہی تھا وہ کہنے لگا کہ ابو بکر یا تو تم آگے بڑھ جاؤ میں

یہاں بیٹھ جاتا ہوں یا تم بیٹھ جاؤ میں جاتا ہوں میرا تمہارا ساتھ
نہیں ہوسکتا یہ کہہ کر وہ جا دہ چا میں ایک منزل پر پہنچا وہاں میرا
ایک دوست تھا ان لوگوں کے یہاں ایک شخص بیمار پڑا تھا میں نے
اپنا پیالہ ان کو دیا کہ اس میں سے ذرا سا پانی اس بیمار پر چھڑک دو
انہوں نے چھڑکا وہ اللہ کے فضل سے اسی وقت اچھا ہوگیا اس
کے بعد میں نے ان لوگوں سے اس فقیر کے متعلق دریافت کیا کسی کو
بھی اس کا حال معلوم نہ تھا سب نے کہہ دیا کہ ہم نے تو اس کو نہیں
دیکھا۔ (روض)۔

(۲۵) شیخ فتح موصلی کہتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک نابالغ
لڑکا دیکھا کہ وہ پیدل چل رہا ہے اور اس کے ہونٹ حرکت کر رہے
ہیں میں نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا میں نے کہا
صاحبزادہ کہاں جا رہے ہو کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف جا رہا ہوں
میں نے پوچھا کہ تمہارے ہونٹ حرکت کر رہے تھے کہنے لگا کہ قرآن
شریف پڑھ رہا تھا میں نے کہا ابھی تو تم مکلف بھی نہیں ہے کہنے لگا
کہ میں دیکھتا ہوں کہ موت مجھ سے کم عمر والوں کو بھی پکڑ لیتی ہے
میں نے کہا تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ بہت دور ہے کہنے
لگا کہ میرا کام قدم اٹھانا ہے اور اللہ جل شانہ کا کام مقصود پر پہنچانا
ہے میں نے کہا کوئی توشہ کوئی سواری کہنے لگا کہ میرا توشہ یقین ہے
اور میری سواری پاؤں ہیں میں نے کہا میں تو روٹی اور پانی پوچھتا
ہوں کہنے لگا چچا جان اگر کوئی آدمی تمہیں بلائے تو تمہیں یہ زیبا
ہے کہ اس کے گھر کھانے کے واسطے اپنا کھانا لے جاؤ میں نے کہا نہیں

کہنے لگا کہ میرے آقا نے اپنے بندوں کو اپنے گھر بلایا ہے اور زیارت کی اجازت دی ہے ان لوگوں کے ضعف یقین نے ان کو مجبور کر رکھا ہے کہ اپنے توشے ساتھ لئے جا رہے ہیں مجھے تو یہ بات بہت ناپسند ہوئی اور میں نے اس کے احترام کا لحاظ کیا ایسی حالت میں تمہارا خیال ہے کہ وہ مجھے ضائع کر دے گا میں نے کہا ہرگز نہیں حاشا و کلا اس کے بعد وہ بچہ مجھ سے غائب ہو گیا میں نے پھر اس کو مکہ مکرمہ میں دیکھا جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو کہنے لگا یا شیخ تم اب تک بھی اپنے اسی ضعف یقین پر ہو اس کے بعد اس بچے نے چند شعر پڑھے جن کا یہ ترجمہ ہے سارے جہانوں کا مالک میری روزی کا ذمہ دار ہے پھر میں کیوں مخلوق کو اپنی روزی کی تکلیف دوں میرے مالک نے جو کچھ میرا نفع اور نقصان ہے میرے پیدا ہونے سے پہلے میرے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ میری فراخی کی حالت میں بڑی بخشش والا عطا کرنے والا ہے اور میری تنگدستی میں میری نیک نیتی میری ساتھی ہے جیسا کہ میرا عاجز اور بے وقوف ہونا میری روزی کو نہیں ہٹا سکتا۔ ایسے ہی میری ذہانت میری روزی کو نہیں کھینچ سکتی۔ (روض)

(۲۶) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں حجاز کے جنگل میں کئی دن تک اس حالت میں رہا کہ کچھ نہ کھایا ایک دن میرا دل روٹی اور گرم باقلا (عرب کا مشہور سالن لوبیئے کی قسم کا ہوتا ہے) کو چاہا میں نے سوچا کہ میں جنگل بیابان میں ہوں اور یہاں سے عراق تک کی مسافت بہت دور ہے یہاں گرم گرم باقلا کہاں، میں اسی

سوچ میں تھا کہ ایک بدو آواز لگاتا ملا لے لو روٹی گرم باقلا۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ میں نے پوچھا گرم ہے کہنے لگا ہاں ہے اور اپنی لنگی بچھائی اس پر روٹی اور گرم گرم باقلا رکھا اور کہا کہ لو کھاؤ میں نے کھایا کہنے لگا اور کھاؤ میں نے اور کھایا پھر تیسری مرتبہ اس نے تقاضا کیا میں نے اور بھی کھا لیا پھر چوتھی مرتبہ اس نے جب تقاضا کیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس ذات کے حق کی قسم جس نے تجھے میرے لئے اس جنگل بیابان میں بھیجا تو مجھے یہ بتا کہ تو کون ہے کہنے لگے کہ میں خضر ہوں یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے (روض)۔

(۲۷) حضرت شقیق بلخی کہتے ہیں کہ مجھے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک اپاہج ملا جو گھسٹ کر چل رہا تھا میں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو کہنے لگا کہ سمرقند سے۔ میں نے پوچھا وہاں سے چلے ہوئے کتنا عرصہ گزرا کہنے لگا دس برس سے زیادہ ہو گئے میں بڑے تعجب اور حیرت سے اس کو دیکھنے لگا وہ کہنے لگا شقیق کیا دیکھ رہے ہو میں نے کہا تمہارے ضعف اور سفر کی درازی سے تعجب میں پڑ گیا کہنے لگا کہ شقیق سفر کی دوری کو میرا شوق قریب کر دے گا اور میرے ضعف کا متحمل میرا مولا ہے اے شقیق تم ایک ضعیف بندے سے تعجب کر رہے ہو جس کو اس کا مالک اٹھائے لئے جا رہا ہے پھر اس نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ میرے آقا میں آپ کی زیارت کو جا رہا ہوں اور عشق کی منزل کٹھن ہے لیکن شوق اس شخص کی مدد کیا کرتا ہے جس کی مال مدد نہیں کرتا جس کو راستے کی ہلاکت کا خوف ہو جائے وہ عاشق نہیں ہے ہرگز نہیں ہے اور نہ وہ عاشق ہے جس

کو راستوں کی سختی ارادے سے روک دے (روض)۔

؎ راہ یا بم یا نیابم آرزوے میکنم ۔ حاصل آید یا نہ آید جستجوئے میکنم

(۲۸)۔ شیخ نجم الدین اصفہانی مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازے میں شریک ہوئے جب لوگ ان کو دفن کر چکے تو تلقین کرنے والے نے قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین کی۔ شیخ نجم الدین ہنسنے لگے اور ان کی عادت ہنسنے کی بالکل نہیں تھی بعض خدام نے ہنسی کی وجہ پوچھی تو شیخ نے جھڑک دیا کئی دن بعد فرمایا کہ میں اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کرنے والا قبر پر تلقین کے لئے بیٹھا تو میں نے ان بزرگ کو جو دفن کئے گئے تھے یہ کہتے ہوئے سنا دیکھو جی حیرت کی بات ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے (روض) عرب میں بعض ائمہ کے مذہب کے موافق یہ دستور ہے کہ جب میت کو دفن کر دیتے ہیں تو ایک شخص اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھتا ہے اور منکر نکیر کے سوال جواب دہراتا ہے اس کو تلقین کہتے ہیں ان بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے اور جو تلقین کر رہا تھا وہ اس دولت سے خالی ہو گا۔

(۲۹)۔ شیخ مزنی فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا مجھ پر ایک گھبراہٹ بہت شدت سے سوار ہوئی اور میں مدینہ پاک کی حاضری کے ارادہ سے مکہ مکرمہ سے چل دیا جب بیر میمونہ پر پہنچا تو ایک نوجوان کو پڑا ہوا پایا کہ اس کی نزع کی حالت ہے میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا لا الہ الا اللہ پڑھو اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے اگر میں مر جاؤں تو میرا دل عشق مولی سے

بھرا ہوا ہے اور کریم لوگ عشق ہی کی بیماری میں مرا کرتے ہیں یہ کہہ کر وہ مر گیا میں نے اس کو غسل دیا کفنایا جنازہ کی نماز پڑھی اور جب اس کو دفنا چکا تو وہ گھبراہٹ جو مجھ پر سوار تھی جس کی وجہ سے میں نے سفر کا بے اختیار ارادہ کیا تھا وہ بھی جاتی رہی میں اس کو دفنا کر مکہ مکرمہ واپس آگیا۔ (روض)

(۳۰) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا ہمارے قریب ایک نوجوان رہا کرتا تھا اس کے پاس پرانی چادریں تھیں وہ نہ ہمارے پاس آتا جاتا نہ کبھی پاس بیٹھتا میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو سو درم آئے میں وہ لے کر اس جوان کے پاس گیا اور میں نے اس کے مصلے پر ان کو رکھ کر کہا کہ بالکل حلال ذریعہ سے مجھے ملے ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا اس جوان نے مجھے ترچھی اور تیز ترش نگاہ سے دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہمنشینی (پاس بیٹھنا) میں نے ستر ہزار اشرفیاں نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ جائداد کے اور کرایہ کے مکانات کے ان سب سے اپنے کو فارغ کر کے خریدا ہے تو ان دراہم کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے یہ کہہ کر اپنا مصلے جھاڑ کر کھڑا ہو گیا جس استغنا سے وہ اٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان دراہم کو چن رہا تھا اس وقت کی اس کی سی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی (روض) یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی نہیں ہوئی اور جتنی اس وقت درم چنتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی

یا کسی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔

(۳۱) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں حاضر تھا روضۂ مقدسہ پر میں حاضر ہوا تو میں نے ایک عجمی شخص کو دیکھا جو روضہ پر الوداعی سلام کر رہا تھا جب وہ جانے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا جب وہ ذوالحلیفہ پہنچے تو نماز پڑھی اور احرام باندھا میں نے بھی نماز پڑھی اور احرام باندھ لیا اور جب وہ چلنے لگا تو اس کے پیچھے ہو لیا وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا تمہارا کیا مقصد ہے میں نے کہا تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہوں اس نے انکار کر دیا میں نے خوشامد اور عاجزی کی اس لئے کہا اگر یہی کرنا ہے تو میرے قدم پر قدم رکھتے چلے آؤ میں نے کہا اچھا وہ غیر معروف راستہ پر چل دیا اور میں قدم بہ قدم اس کے پیچھے ہو لیا تھوڑی ہی رات گذری تھی کہ چراغ نظر آئے مجھے کہنے لگا کہ یہ مسجد عائشہؓ ہے (جو مکہ مکرمہ سے تین میل تنعیم پر ہے) یا تو تم آگے بڑھ جاؤ یا میں آگے بڑھ جاؤں میں نے کہا جیسے تمہاری رائے ہو وہ تو آگے بڑھ گئے اور میں وہاں سو گیا جب سحری کا وقت ہوا میں مکہ مکرمہ پہنچا اور طواف اور سعی کے بعد شیخ ابوبکر کتانی کی خدمت میں حاضر ہوا ان کی خدمت میں بہت سے مشائخ تشریف رکھتے تھے وہ فرمانے لگے کب آئے میں نے عرض کیا ابھی حاضر ہوا فرمایا کدھر سے آرہے ہو میں نے عرض کیا مدینہ طیبہ سے کہنے لگے مدینہ سے کب چلے تھے میں نے عرض کیا گزشتہ رات وہیں تھا وہ مشائخ جو حاضر مجلس تھے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے شیخ کتانی نے کہا کہ کس کے ساتھ آئے ہو میں

نے عرض کیا کہ ایک بزرگ کے ساتھ آیا ہوں جن کے یہ حالات اور یہ قصہ گزرا۔ شیخ کتانی نے کہا کہ یہ شیخ ابو جعفر دامغانی ہیں اور تم نے جو حالات سنائے وہ ان کے احوال میں سے بہت معمولی چیز ہیں اس کے بعد شیخ کتانی نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو شیخ دامغانی کو تلاش کریں کہاں ہیں اور مجھ سے فرمایا کہ تمہارا یہ حال نہیں تھا کہ ایک شب میں یہاں پہنچ جاؤ (اس لئے میں نے تفصیل پوچھی) پھر دریافت فرمایا کہ چلتے ہوئے زمین کیسی معلوم ہو رہی تھی میں نے عرض کیا جیسے دریا کی موج کشتی کے نیچے معلوم ہوتی ہے۔ (روض)

(۳۲) حضرت سفیان بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں مولد النبی کے پاس ابراہیم بن ادہم کو بہت روتے ہوئے دیکھا وہ مجھے دیکھ کر راستہ سے پرے کو ہٹ گئے میں نے ان کو سلام کیا اور وہاں نماز پڑھی پھر ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی کیوں رو رہے ہو وہ کہنے لگے خیریت ہے کچھ نہیں میں نے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال کیا وہ یہی جواب دیتے رہے میں نے بار بار سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ اگر میں وجہ بتا دوں تو تم اس کو پوشیدہ رکھو گے یا لوگوں پر ظاہر کر دو گے میں نے کہا تم شوق سے کہو (یعنی میں مخفی رکھوں گا) کہنے لگے کہ تیس برس سے میرا دل سکباج (ایک قسم کا کھانا جس میں سرکہ اور گوشت اور میوہ جات پڑتے ہیں) کھانے کو چاہتا تھا اور میں مجاہدہ کے طور پر اس کو روکتا تھا رات مجھ پر نیند کا بہت غلبہ ہوا میں نے خواب میں ایک جوان کو دیکھا

کہ وہ نہایت حسین شخص ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک سبز پیالہ ہے
جس سے بھاپ اُٹھ رہی ہے اور سکباج کی خوشبو اس میں سے آ رہی ہے
میں نے اپنے دل کو سنبھالا اس نے میرے پاس آکر کہا ابراہیم لو اس کو
کھالو میں نے کہا جس چیز کو اللہ کے واسطے چھوڑ دیا اس کو اب نہیں
کھانا ہے وہ کہنے لگا اگرچہ اللہ جل شانہٗ خود کھلائیں مجھ سے رونے
کے سوا اس کا کوئی جواب بن نہ پڑا وہ کہنے لگا اللہ تجھ پر رحم کرے
اس کو کھالے میں نے کہا ہمیں یہ حکم ہے کہ جب تک ہمیں پورا حال
کسی چیز کا معلوم نہ ہو جائے (کیا چیز ہے کہاں سے آئی ہے) اس
وقت تک اپنے برتن میں نہ ڈالیں وہ کہنے لگے اللہ تمہاری حفاظت
کرے اس کو کھالو یہ مجھے (جنت کے ناظم) رضوان نے دی ہے اور
یہ کہا ہے کہ اے خضر یہ ابراہیم کو کھلا دو اس نے بہت صبر کر لیا اور
خواہشات کو بہت روک لیا پھر انہوں نے کہا کہ ابراہیم اللہ جل شانہٗ
کھلاتے ہیں اور تم انکار کرتے ہو میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہ
جو شخص بے طلب ملنے پر انکار کرتا ہے اس کو طلب پر بھی نہیں ملتا
میں نے کہا اگر یہ بات ہے تو میں آپ کے سامنے حاضر ہوں میں نے
تو اپنے عہد کو اب تک نہیں توڑا اتنے میں ایک جوان اور آیا اور اس
نے حضرت خضر کو کچھ دے کر یہ کہا کہ اس کا لقمہ بنا کر ابراہیم کے منہ
میں دے دو وہ مجھے اپنے ہاتھ سے کھلاتے رہے اور جب میری آنکھ
کھلی تو اس کی شیرینی میرے منہ میں تھی اور زعفران کا رنگ میرے
ہونٹوں پر تھا میں زمزم کے کنوئیں پر گیا اور منہ کو دھویا مگر نہ منہ میں
سے مزہ جاتا ہے نہ ہونٹوں پر سے رنگ جاتا ہے میں نے بھی دیکھا

تو واقعی اس کا اثر موجود تھا میں نے اللہ جل شانہٗ سے یہ دعا کی اے
وہ پاک ذات جو ایسے لوگوں کو کھلاتی ہے جو اپنی خواہشات کو
روکتے ہوں جب کہ وہ اپنی روک کو صحیح کرلیں اے وہ پاک ذات
جس نے اپنے اولیاء کے دلوں کے لئے صحیح رہنا لازم کردیا اے وہ
پاک ذات جس نے ان کے دلوں کو اپنی محبت کی شراب سے سیراب
کیا تو اپنے لطف سے سفیان کو بھی یہ چیزیں عطا فرما پھر میں نے ابراہیم
بن ادہم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا کہ
اے اللہ اس ہاتھ کی برکت سے اور اس ہاتھ والے کی برکت سے
اور اس کے اس مرتبہ کے طفیل جو اس کا تیرے نزدیک ہے اور
تیرے اس جود و عطا کے طفیل جو اس نے تجھ سے پایا تو اپنے اس
بندے سفیان پر بھی بخشش فرما جو تیری عطاء کا انتہائی محتاج ہے اور
تیرے احسان کا نہایت ضرورتمند ہے یا ارحم الراحمین محض اپنی
رحمت سے اگرچہ اے رب العالمین یہ سفیان اس کا مستحق بالکل
نہیں ہے۔ (روض)

(۳۳) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ ہی کا یہ قصہ ہے کہ جب یہ حج
کو تشریف لے گئے تو یہ طواف کر رہے تھے کہ ان کی نگاہ ایک
حسین نوجوان پر پڑی جس کے حسن و جمال سے لوگ تعجب کر رہے
تھے حضرت ابراہیم نے اس کو بہت غور سے دیکھا اور رونے لگے
ان کے بعض ساتھی (بدگمانی سے) کہنے لگے انا للہ وانا الیہ راجعون
شیخ پر تو غفلت طاری ہوگئی (کہ ایک حسین لڑکے کو دیکھ کر گھورنے
لگے) پھر اس معترض نے شیخ سے عرض کیا اے میرے سردار یہ

دیکھنا کیسا جن کے ساتھ رونا بھی ہے (جس سے خیال ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے عشق نے پکڑ لیا)۔ شیخ نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے ایک عہد کیا ہے جس کے توڑنے پر قدرت نہیں ورنہ اس لڑکے کو اپنے پاس بلاتا اور اس سے ملتا اس لئے کہ یہ مرا بیٹا ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے میں اس کو بچپن میں بہت کم عمر کا چھوڑ کر گھر سے نکل گیا تھا اب یہ جوان ہو گیا تم دیکھ ہی رہے ہو مگر مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ جس چیز کو اس کے لئے چھوڑ آیا تھا اب پھر ادھر لوٹوں اس کے بعد حضرت شیخ ابراہیم نے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سے میں نے اس پاک ذات کو پہچانا ہے اس وقت سے اب تک جدھر بھی میں نے نظر کی اپنے محبوب کو ادھر ہی پایا مجھے اپنی نگاہ پر یہ غیرت ہے کہ میں اس کے سوا کسی کو نہ دیکھوں اے میرے ذخیرہ کی انتہا اے میرے سوال کی غایت اے میرے اثاثہ کی پوری پونجی کاش تیری محبت حشر تک میرے دل میں رہے پھر شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس لڑکے کے پاس جاؤ اور اس کو سلام کرو شاید اسی سے مجھے تسلی ہو میں اس لڑکے کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے والد کو برکت عطا فرمائے وہ کہنے لگا چچا جان میرے والد کہاں وہ تو میرے بچپن ہی میں اللہ کے راستہ میں لگ گئے تھے کاش میں ایک مرتبہ ان کی زیارت کر لوں اور پھر اسی وقت مری جان نکل جائے ہائے افسوس یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور رونے کی کثرت سے اس کا دم گھٹنے لگا پھر اس نے کہا واللہ میری یہ تمنا ہے کہ میں ایک مرتبہ ان کی زیارت کر لوں

پھراسی وقت مرجاؤں اس کے بعد چند شعر ذوق شوق کے پڑھے
میں حضرت ابراہیم کے پاس لوٹ کر آیا تو وہ سجدے میں پڑے ہوئے
تھے اور آنسوؤں سے سجدہ کی جگہ تر تھی اور اللہ کے سامنے عاجزی
اور زاری کر رہے تھے اس کے بعد حضرت ابراہیم نے دو شعر
پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے ساری دنیا کو تیرے عشق میں
چھوڑا اور اپنے عیال کو یتیم بنایا تاکہ تجھے دیکھ لوں اگر تو عشق
میں میری حاجت روائی نہ کرے گا تو یہ دل تیرے سوا کسی جگہ بھی
سکون نہ پائے گا میں نے حضرت ابراہیم سے کہا آپ اس لڑکے کے
لئے دعا کریں حضرت ابراہیم نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو گناہوں
سے محفوظ فرمائے اور اپنی مرضیات پر عمل میں اس کی اعانت
فرمائے (روض ۸۵)

(۳۴) ابوبکر دقاق کہتے ہیں کہ میں نے بیس برس مکہ مکرمہ میں
قیام کیا میرا جی دودھ کو چاہتا ہی رہا (مگر عمداً نہیں پیا یا میسر نہ
ہوا) جب مجھے خواہش بہت بڑھی تو میں عسقلان گیا اور وہاں
عرب کے ایک قبیلہ کا مہمان بنا وہاں میری نگاہ ایک حسین
لڑکی پر پڑ گئی اس قدر حسین تھی کہ اس نے میرے دل کو پکڑ لیا
وہ لڑکی مجھ سے کہنے لگی کہ اگر تو سچا ہوتا تو دودھ کی خواہش تیرے
دل سے نکل جاتی میں یہ سنکر مکہ مکرمہ لوٹ آیا اور بیت اللہ کا
طواف کیا میں نے خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت
کی میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی اللہ جل شانہٗ آپ کی آنکھ کو
ٹھنڈا رکھے آپ زلیخا سے خوب بچے حضرت یوسف علیہ السلام نے

ارشاد فرمایا بلکہ اے مبارک اللہ جل شانہ تیری آنکھ کو ٹھنڈا رکھے عسقلان کی لڑکی سے بچ گئے پھر حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ آدمی نفس کے پھندے سے نفس کے ذریعہ سے نہیں نکل سکتا البتہ نفس کے پھندے سے اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے نکل سکتا ہے ان بزرگ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ کے ساتھ راحت پکڑو اللہ تعالیٰ سے راحت نہ پکڑو جس شخص نے اللہ جل شانہ کے ساتھ راحت پکڑی اس نے نجات پائی اور جس نے اللہ سے علیحدہ ہو کر راحت پکڑی وہ ہلاک ہو گیا اللہ کے ساتھ راحت پکڑنا دل کا اس کے ذکر کے ساتھ معطر ہونا اور بس جانا ہے اور اللہ سے راحت پکڑنا دل کا غافل رہنا ہے (روض)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کی نظر کسی عورت کے حسن پر پڑ جائے اور وہ فوراً اپنی نظر کو اس سے ہٹا لے تو حق تعالیٰ شانہ اس کو کسی ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی لذت اس کو محسوس ہوتی ہے (مشکوۃ)۔

(۳۵) حضرت شیخ ابو تراب نخشی فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسے شخص کو جو اللہ جل شانہ کے ساتھ مشغول ہو رہا ہے کسی دوسرے شغل میں لگا دے اسی وقت حق تعالیٰ شانہ کا غصہ فوراً اس کی پکڑ کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنے غصہ اور عذاب سے پناہ دے (روض)۔

یہ بہت اہم چیز ہے بہت سے لوگ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ کی مشغولی کی ناقدری کرتے ہوئے ایسے حضرات کو جو ذکر و شغل میں مشغول ہوتے ہیں آوازیں دینے لگتے ہیں اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے بالخصوص اہل اللہ کے اوقات کی خصوصی رعایت رکھنا چاہیئے۔

(۳۶) ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے تنہا حج کیا عزیز اقارب کوئی ساتھ نہ تھا اور یہ عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملا حتیٰ کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے اور دل میں یہ خیال آیا کہ اب اضطرار کا درجہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اللہ جل شانہٗ نے ممانعت فرمائی ہے اس لئے اب مجھے سوال کر لینا چاہیئے لیکن پھر دل میں ایک کھٹک پیدا ہوئی اور آخر یہ طے کر لیا کہ اللہ تعالےٰ سے جو عہد کر لیا وہ نہیں توڑوں گا چاہے مر جاؤں چونکہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے تھے اس لئے رہ گئے۔ اور سارا قافلہ روانہ ہو گیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو ہو کر ایک جگہ لیٹ گئے اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا وہ اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت تھی وہ سب پوری کی اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو ان بزرگ نے فرمایا کہ قافلہ اب کہاں نہ معلوم کتنی دور نکل چکا اس سوار نے کہا کہ کھڑے ہو اور میرے ساتھ چلو یہ چند ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے اس نے کہا کہ تم یہاں

ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے آملے گا یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے آتا ہوا ان کو ملا۔ (روض)

(۳۷) ابو الحسن سراج کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا میں طواف کر رہا تھا میری نگاہ ایک ایسی حسین عورت پر پڑی جس کے چہرے کا حسن چمک رہا تھا میں نے کہا واللہ ایسی حسین عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی یہ اس کے چہرہ کی ساری رونق اس وجہ سے ہے کہ اس کو کبھی کوئی رنج وغم نہیں پہنچا اس نے میری یہ بات سن لی کہنے لگی تم نے یہ کیا کہا واللہ میں غموں میں جکڑی ہوئی ہوں اور میرا دل فکروں سے اور آفتوں سے زخمی ہے اور کوئی بھی میرے غموں میں میرا شریک نہیں رہا میں نے پوچھا کیا ہوا کہنے لگی کہ میرے خاوند نے قربانی کی ایک بکری ذبح کی میرے دو چھوٹے بچے کھیل رہے تھے اور ایک بچہ دودھ پیتا میری گود میں تھا میں گوشت پکانے کے لئے اٹھی تو ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا میں تجھے بتاؤں کہ ابّا نے بکری کس طرح ذبح کی اس نے کہا بتا تو اس نے چھوٹے بھائی کو لٹا کر بکری کی طرح ذبح کر دیا پھر وہ اس کو ذبح کر کے ڈر کے مارے بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا وہاں ایک بھیڑیئے نے اس کو کھالیا باپ اس کی تلاش میں نکلا اور ڈھونڈ ڈھونڈھتے پیاس کی شدت سے مر گیا میں دودھ پیتے بچے کو بٹھا کر دروازہ تک گئی کہ شاید خاوند کا کچھ پتہ کسی سے ملے تو وہ بچہ گھسٹتا ہوا ہانڈی کے پاس پہنچ گیا جو چولھے پر رکھی ہوئی جوش سے پک رہی تھی اس کو جو اس نے ہلایا وہ پکتی پکتی اس پر گر گئی جس سے

اس بچہ کا سارے بدن کا گوشت جل کر ہڈیوں سے الگ ہوگیا میری ایک بڑی لڑکی تھی جو اپنے خاوند کے گھر تھی اس کو جب اس سارے قصہ کی خبر پہونچی تو وہ خبر سن کر زمین پر گر گئی اسی میں اس کی بھی موت مقدر تھی وہ بھی مرگئی مقدر نے ان سب کے درمیان سے مجھے اکیلی کو چھوڑ دیا میں نے کہا ان مصیبتوں پر تجھے کس طرح صبر آیا وہ کہنے لگی کہ جو شخص صبر اور بے صبری میں الگ الگ غور کرے گا وہ ان کے درمیان بہت بون بعید پائے گا صبر کا انجام محمود ہے اور بے صبری پر کوئی اجر نہیں ملتا پھر اس نے دو تین شعر پڑھے اور چل دی جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے صبر کیا اس لئے کہ صبر بہترین اعتماد کی چیز ہے اور اگر بے صبری سے مجھے کوئی فائدہ پہنچ سکتا تو کرتی میں نے ایسی مصیبتوں پر صبر کیا کہ اگر وہ مصائب سخت پہاڑوں پر پڑتیں تو وہ پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے میں نے اپنے آنسوؤں پر قدرت پائی پس ان کو نکلنے سے روک دیا اب وہ آنسو اندر ہی اندر میرے دل پر گر رہے ہیں۔ (روض)

(۳۸) حضرت شیخ علی بن موفق فرماتے ہیں کہ میں ایک سال سواری پر حج کو جارہا تھا راستے میں پیدل حج کو جانے والوں کا قافلہ ملا مجھے وہ لوگ پیدل چلتے ہوئے بہت اچھے لگے میں بھی سواری سے اتر کر ان کے ساتھ پیدل چلنے لگا اور اپنی سواری پر ایک اور شخص کو اپنی جگہ بٹھا دیا اور ہم معروف راستے سے ہٹ کر دوسری طرف کو چل دیئے چلتے چلتے ایک جگہ جاکر ہم سونے لیٹ گئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ چند لڑکیاں آئیں جن کے ہاتھ

ہیں سونے کے طشت اور چاندی کے آفتابے ہیں اور وہ پیدل چلنے والوں کے پاؤں دھو رہی ہیں اور میرے سوا سب کے پاؤں دھوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ بھی تو انہی میں ہے باقی سب کہنے لگیں نہیں اس کے پاس سواری موجود ہے اس لڑکی نے کہا نہیں یہ بھی ان میں شامل ہے اس لئے کہ ان کے ساتھ چلنے کو اس نے پسند کیا ہے تو انہوں نے میرے بھی پاؤں دھوئے اس کی وجہ سے پیدل چلنے کا جس قدر تکان اور تعب مجھ پر تھا سارا بالکل جاتا رہا۔ (روض)

(۳۹) حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا مجھے بڑی مشقت اٹھانا پڑی اور بڑی مصیبت پیش آئی جس کو میں نے برداشت کیا اور خندہ پیشانی سے اس پر صبر کیا جب میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو مجھ میں اس کارنامہ پر ایک عجب سا پیدا ہوا طواف ہی کی حالت میں پیچھے سے ایک بڑھیا نے آواز دی کہ ابراہیم اس جنگل میں یہ بندی بھی تیرے ہی ساتھ تھی مگر میں نے تجھ سے اس لئے کوئی بات نہیں کی تھی کہ اللہ جل شانہٗ سے تیرا دھیان ہٹ کر دوسری طرف لگے گا یہ وسوسہ جو تجھے اس وقت آگیا اس کو اپنے دل سے نکال دے۔ (روض)

(۴۰) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سمنونؒ کو دیکھا کہ طواف میں جھومتے ہوئے مزے لے کر چل رہے ہیں میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا تمہیں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی قسم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس طریقہ سے اللہ تک پہنچے جب انہوں نے اللہ کے

سامنے کھڑے ہونے کا لفظ سنا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے جب
ہوش آیا تو دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ بہت سے مصیبت
زدہ ایسے ہیں کہ بیماریاں ان کے بدن میں گھسی ہوئی ہیں اور ان
کا دل سب دلوں سے زیادہ بیمار ہے اگر وہ خوف اور ہراس سے
مر جائیں تو برمحل ہے اس لئے کہ یوم الحساب میں اللہ کے سامنے
کھڑا ہونا بہت سخت چیز ہے اس کے بعد حضرت سمنون نے فرمایا کہ
میں نے پانچ باتیں لازم پکڑ لی تھیں اور اپنے دل پر ان کو پکا کر لیا
ہے اول یہ کہ جو چیز مجھ میں زندہ تھی یعنی خواہش نفس اس کو میں
نے مار دیا اور جو چیز مردہ تھی یعنی میرا دل اس کو زندہ کر لیا
دوسری بات یہ ہے کہ جو چیز مجھ سے غائب تھی یعنی آخرت اس
کو میں نے ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے کر لیا اور جو چیز میرے
سامنے تھی یعنی دنیوی اغراض ان کو میں نے اپنے سامنے سے
ہٹا دیا تیسری بات یہ ہے کہ جو چیز مجھ سے فنا ہو رہی تھی یعنی
تقویٰ اس کو میں نے باقی رکھا اور جو میرے پاس جمع تھی یعنی
خواہشات ان کو فنا کر دیا چوتھی چیز یہ ہے کہ جس سے تم سب
کو وحشت ہوتی ہے اس سے میں نے اُنس پیدا کر لیا اور جس سے
تم سب کو انس ہے اس سے میں بھاگنے لگا اس کے بعد وہ چند
شعر پڑھتے ہوئے چلائے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میری روح پوری کی
پوری آپ کی طرف متوجہ ہے اگر اس میں وہ ہلاک ہو جائے تب
بھی میں آپ سے اس کو جدا نہیں کر سکتا میری روح آپ سے خوف میں
اور افسوس میں روتی رہتی ہے حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ وہ رونے سے

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی پس ایک کرم کی نظر اس پر کر دیجئے اگرچہ دنیاوی منافع آپ نے بہت سے عطا فرمائے اور ان سے ہمیشہ نفع ہوتا رہا (روض)۔

شروع میں پانچ باتیں ذکر کی تھیں تفصیل میں چار ہی آئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سب کی روح بھی ایک ہی چیز ہے وہ خواہشات نفس کو قابو میں رکھنا اسی لئے شیخ فرماتے ہیں ؎

یک قدم برنفس خود نہ دیگرے برکوئے دوست
یعلم اللہ از دو قدم راہ خدا بیش نیست

خدا کی قسم اللہ جل شانہٗ کے یہاں کا راستہ دو قدم سے زیادہ نہیں ہیں پہلا قدم اپنے نفس پر رکھ دے دوسرا محبوب کی گلی میں رکھا ہوا ہے۔

(۴۱) شیخ ابو یعقوب بصری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حرم شریف میں دس دن تک بھوکا رہا مجھے بہت ہی ضعف ہو گیا میرے دل نے مجھے مجبور کیا کہ باہر چلوں شاید کچھ مل جائے جس سے بھوک میں کچھ کمی ہو میں باہر نکلا تو ایک شلغم سڑا ہوا پڑا ہوا ملا میں نے اس کو اٹھا لیا مگر دل میں اس سے ایک وحشت سی ہوئی گویا کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ دس دن تک بھوکا رہا اور آخر میں ملا تو یہ سڑا ہوا شلغم میں نے اس کو پھینک دیا اور پھر مسجد حرام میں آکر بیٹھ گیا اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آکر بیٹھا اور ایک جزدان میرے سامنے رکھا اور کہا اس میں ایک تھیلی ہے جس میں پانسو دینار (اشرفیاں) ہیں یہ آپ کی نذر ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ میری کیا خصوصیت ہے جس کی وجہ سے یہ مجھے دے رہے ہو اس نے کہا کہ ہم لوگ دس دن سے سمندر میں چکر کھا رہے تھے ہماری کشتی ڈوبنے لگی تھی تو ہم میں سے

ہر شخص نے الگ الگ کوئی منت مانی تھی میں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر میں زندہ سلامت پہنچ جاؤں تو یہ تھیلی اس شخص کو دوں گا جس پر مکہ کے رہنے والوں میں سب سے پہلے میری نگاہ پڑے یہاں پہنچ کر سب سے پہلے آپ پر نظر پڑی میں نے کہا اس کو کھولو اس نے کھولا تو سفید مصری اور کعک (ایک خاص قسم کی روٹی ہوتی ہے) اور چھلے ہوئے بادام اور شکر پارے تھے میں نے ہر ایک میں سے ایک ایک مٹھی بھرلی اور میں نے کہا یہ باقی لے جاؤ میری طرف سے اپنے بچوں کو تقسیم کر دینا تمہاری نذر میں نے قبول کرلی پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ تیرا رزق دس دن سے تیرے پاس کھنچا ہوا آرہا ہے اور تو اس کو یوں ڈھونڈتا پھرتا ہے (روض)۔

(۲۴) شیخ بنانؒ فرماتے ہیں کہ مصر سے حج کو جارہا تھا میرا توشہ میرے ساتھ تھا راستہ میں ایک عورت ملی کہنے لگی بنان تم بھی حمال (مزدور) ہی نکلے توشہ لادے لئے جا رہے ہو تمہیں یہ وہم ہے کہ وہ تمہیں روزی نہیں دے گا میں نے اس کی بات سنکر اپنا توشہ پھینک دیا تین دن تک مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا راستے میں چلتے چلتے مجھے ایک پازیب (پاؤں کا زیور) پڑا ہوا ملا میں نے یہ سوچ کر اٹھا لیا کہ اس کا مالک مل جائے گا تو اس کو دوں گا وہ شاید اس پر مجھے کچھ دے دے تو وہ عورت پھر سامنے آئی کہنے لگی تم تو دکاندار ہی نکلے کہ وہ پازیب کے بدلے میں شاید کچھ دے دے اس کے بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درم پھینک دیئے کہ لے انہیں خرچ کرتا رہیو میں نے ان کو خرچ کرنا شروع کیا اور واپسی میں مصر تک انہوں نے مجھے کام دیا ایک

شاعر نے کہا ہے ؎

کم من قوی قوی فی تقلبہ مہذب الرای عنہ الرزق منحرف	کتنے ہی قوی آدمی ہیں جو اپنے کاروبار میں بھی قوی ہیں اور رائے بھی بہت بہتر رکھتے ہیں لیکن روزی ان سے ہٹی ہوئی ہے۔
وکم ضعیف ضعیف فی تقلبہ کانہ من خلیج البحر یغترف	اور کتنے ضعیف آدمی ہیں جو اپنے کاروبار میں بھی ضعیف ہیں لیکن روزی ایسی کماتے ہیں گویا سمندر سے پانی بھر رہے ہیں۔
ہذا دلیل علی ان الا لہ لہ فی الخلق سر خفی لیس ینکشف	یہ دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں مخفی بھید ہیں جو ہر کسی پر ظاہر نہیں ہوتے (روض)۔

(۴۳) شیخ ابوبکر کتانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ مشائخ کے درمیان عشق الٰہی کے مسئلہ میں بحث ہوئی اور بڑے بڑے مشائخ نے اس میں کلام کیا حضرت جنید بغدادیؒ بھی مجمع میں تشریف رکھتے تھے اور وہ اس مجلس کے چھوٹوں میں تھے مشائخ نے ان سے فرمایا کہ عراقی تم بھی کچھ کہو حضرت شیخ جنیدؒ نے سر جھکایا اور آنسو آنکھوں سے بہنے لگے اور فرمایا عاشق وہ بندہ ہے جو اپنے نفس سے جاتا رہا ہو اپنے رب کے ذکر میں ہر وقت لگا رہے اس کے حقوق کی ادائیگی میں مستعد رہے اپنے دل سے ہر وقت اس کو دیکھتا رہے مولیٰ کی ہیبت کے انوار نے اس کے دل کو جلا رکھا ہو اور اس کی محبت کی شراب خالص پی رکھی ہو اور جبار سبحانہٗ اپنی غیبت کے پردوں سے نکل کر اس پر ظاہر ہو گیا ہو پس وہ عاشق اگر کلام کرے تو اللہ ہی کے ساتھ ہو کوئی حرف زبان سے نکالے تو اللہ ہی کی طرف سے ہو کوئی حرکت کرے تو اسی کے حکم سے اور اگر ساکن ہو تو اسی کے ساتھ سکون ہو پس وہ ہر وقت اللہ ہی سے وابستہ ہے اللہ ہی کے

واسطے ہے اللہ ہی کے ساتھ ہے اس تقریر پر سب مشائخ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اس سے بہتر تعبیر نہیں ہو سکتی اللہ تیری ٹوٹی کو بنائے اے عارفوں کے تاج (روض)۔

(۴۴) حضرت ضحاک بن مزاحم فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب میں کوفہ میں جامع مسجد کے ارادہ سے نکلا چاندنی رات تھی مسجد کے صحن میں ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ سجدہ میں پڑا ہوا بے تحاشا رو رہا ہے میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی ولی ہے میں اس کے قریب گیا تاکہ اس کی بات سنوں تو وہ یہ کہہ رہا تھا ؎

علیک یا ذا الجلال معتمدی	اے عزت والے تیرے ہی اوپر مجھ کو بھروسہ ہے خوش حال ہے وہ
طوبیٰ لمن کنت انت معناہ	جس کا تو مقصود ہو۔
طوبیٰ لمن بات خائفاً وجلاً	خوش حال ہے وہ جو ساری رات خوف اور ڈر میں گزار دے اور
یشکو الی ذی الجلال بلواہ	عزت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے۔
وما بہ علۃ ولا سقم	اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علۃ اور کوئی مرض نہ ہو کہ اس کو اپنے
اکثر من حبہ لمولاہ	مولیٰ سے عشق ہے۔
اذا خلا فی الظلام مبتہلاً	جب وہ اندھیری رات میں تن تنہا عاجزی کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ
اجابہ اللہ ثم لباہ	کی طرف سے اس کی پکار کا جواب ہو۔ اور لبیک ہو۔

وہ شخص پہلا مصرع علیک یا ذا الجلال معتمدی بار بار پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا اس کے بے اختیار رونے سے مجھے بھی اس پر ترس کھاکر رونا آگیا پھر اس نے ایسی کلام کی جس سے میں یہ سمجھا کہ اس کو کوئی خاص نور نظر آیا اور اس نے کسی کو یہ دو شعر پڑھتے ہوئے سنا جن کا ترجمہ یہ ہے میرے بندے میں موجود ہوں تو میری حفاظت میں ہے

اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے ہم اس کو سن رہے ہیں تیری آواز کے میرے فرشتے مشتاق ہیں اور تیرے سارے گناہ ہم نے معاف کر دیئے۔
حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب دیا میں نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے اور تم میں برکت فرمائے اور تم پر رحم کرے تم کون ہو کہنے لگے میں راشد بن سلیمان ہوں میں نے نام سے ان کو پہچان لیا کیونکہ میں پہلے سے ان کے حالات سنتا رہتا تھا اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا مگر اس پر قادر نہ ہو سکا آج اللہ جل شانہٗ نے ایسا سہل کر دیا میں نے خدمت میں رہنے کی درخواست کی تو فرمایا یہ بہت دشوار ہے بھلا جو شخص رب العالمین سے مناجات کی لذت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب انس رکھ سکتا ہے کہنے لگے واللہ اگر ہمارے زمانہ کے آدمیوں پر پہلے مشائخ میں سے کسی کا گزر ہو تو وہ کہہ دے گا کہ یہ لوگ تو آخرت کے دن پر ایمان بھی نہیں رکھتے یہ کہہ کر راشد میری نظر سے غائب ہو گئے اللہ جانے وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں اتر گئے مجھے ان کی جدائی سے رنج ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مرنے سے پہلے پہلے ان سے پھر ملاقات نصیب ہو جائے اتفاق سے میں ایک مرتبہ حج کو گیا تو کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ تلے ان کو بیٹھا دیکھا اور ایک مجمع ان کے پاس تھا جو سورۂ انعام ان کو سنا رہا تھا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا کہ یہ علماء کی مہربانی ہے اور وہ اولیا کی تواضع تھی پھر اٹھے اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور فرمایا کہ تم نے اللہ سے دعاء کی تھی کہ مرنے سے پہلے اس سے ملاقات

ہو جائے میں نے عرض کیا جی ہاں دعا کی تھی فرمایا الحمدللہ علے ذلک میں نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے اس رات کو جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اور سنا تھا وہ مجھے بتا دیجئے انہوں نے زور سے ایک ایسی چیخ ماری جس سے میں یہ سمجھا کہ ان کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور جو مجمع ان کے پاس تھا اور پڑھ رہا تھا وہ چلا گیا جب ان کو ہوش آیا تو فرمایا میرے بھائی کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے چاہنے والوں کے دلوں میں کس قدر خوف اور ہیبت اس کے اسرار کے کھولنے میں ہوتی ہے میں نے پوچھا اچھا یہ کون لوگ تھے جو آپ کے پاس پڑھ رہے تھے فرمایا یہ جنات کی جماعت تھی قدیم تعلقات کی بنا پر میں ان کا احترام کرتا ہوں یہ ہر سال میرے ساتھ حج کیا کرتے ہیں اور مجھ کو قرآن شریف سنایا کرتے ہیں پھر انہوں نے مجھ کو رخصت کیا اور فرمایا حق تعالیٰ شانہ جنت میں تم کو ملا دے جہاں نہ جدائی ہو گی نہ مشقت نہ غم ہو گا نہ کلفت یہ کہکر پھر مجھ سے غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے ان کو نہ دیکھا۔ (روض)

(۴۵) کہتے ہیں حرم شریف کے عابدوں میں ایک عابد تھے جو ہر وقت خدا تعالیٰ میں مشغول رہتے ہمیشہ روزہ رکھتے اور شام کو روزانہ ایک آدمی ان کو دو روٹیاں دے جاتا ان سے روزہ افطار کر لیتے ایک دن ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ تو اپنی روزی میں اس آدمی پر اطمینان رکھتا ہے اور ساری مخلوق کے رزاق کو بھلا رکھا ہے یہ بڑی غفلت کی بات ہے جب شام کو حسب معمول

وہ روٹی دینے والا آیا تو اس کی روٹی واپس کردی وہ تو چلا گیا لیکن اس عابد پر تین دن ایسے گزرے کہ کچھ کھانے کو نہ ملا حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں التجا کی تو رات کو خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں اور حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ میرے بندے تو نے وہ روٹیاں جو میں نے اپنے ایک بندے کے ہاتھ بھیجی تھیں کیوں واپس کردی تھیں میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس میں تیرے غیر کی طرف قلب کو طمانینت ہوتی ہے ارشاد ہوا اس کو تیرے پاس کون بھیجتا تھا میں نے عرض کیا کہ آپ ہی بھیجتے تھے ارشاد ہوا کہ تو کس سے لیتا تھا عرض کیا کہ آپ ہی سے لیتا تھا ارشاد ہوا کہ ان کو لے لے پھر ایسا نہ کرنا اس کے بعد خواب ہی میں دیکھا کہ وہ روٹی دینے والا بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں کھڑا ہے اس سے ارشاد ہوا کہ میرے بندے تو نے مرے بندے کی روٹی کیوں بند کردی اس نے عرض کیا یا اللہ تجھے خوب معلوم ہے ارشاد ہوا کہ تو وہ روٹی کس کو دیتا تھا اس نے عرض کیا یا اللہ آپ ہی کو دیتا تھا ارشاد ہوا کہ تو وہ روٹی حسب معمول جاری کردے تجھے اس کے بدلہ میں جنت ملے گی (روض)۔

(۴۶) احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں ابو سلیمان دارانی کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستے میں جا رہا تھا کہ میرا مشکیزہ گر گیا میں نے ابو سلیمان سے اس کی خبر کی انہوں نے کہا یارادالضالۃ اردد علینا الضالۃ۔ اے گم شدہ چیز کے لوٹانے والے ہماری گم شدہ چیز ہم پر لوٹا دے تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ ایک شخص آواز دے رہا تھا

کہ یہ مشکیزہ کس کا گرا ہے میں نے دیکھا تو وہ میرا ہی تھا میں نے
لے لیا تو ابوسلیمان کہنے لگے کہ اے احمد تجھے یہ گمان ہوا کہ حق تعالیٰ
شانہٗ ہمیں بغیر پانی ہی کے رکھیں گے اس کے بعد ہم تھوڑی دور
چلے سردی بڑی سخت پڑ رہی تھی اور ہم پوستین پہن رہے تھے ہم
نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس پر دو پرانی چادریں ہیں اور اس کو
پسینہ آرہا ہے اس کی ابوسلیمان نے تواضع کی کہ ہم سردی کے کپڑوں
سے کچھ تمہاری مدد کریں تو اس نے یہ جواب دیا کہ گرمی اور سردی
دونوں اللہ جل شانہ کی مخلوق ہیں اگر وہ حکم کرے تو یہ مجھ پر مسلط
ہوسکتی ہیں اور وہ ارشاد فرمادے تو مجھے چھوڑ دیں گی میں تو اس
جنگل میں تیس برس سے پھرتا رہتا ہوں نہ سردی سے کبھی مجھے کپکپی
ہوئی نہ گرمی میں پسینہ آیا وہ اپنی محبت کی گرمی کا لباس مجھے سردی
کے زمانہ میں پہنا دیتا ہے اور گرمی کے زمانہ میں اپنی محبت کی
ٹھنڈک کے ذوق لپیٹ دیتا ہے اے دارانی تم کپڑوں کی طرف
اشارہ کرتے ہو اور زہد کو چھوڑتے ہو اس لئے سردی تم کو ستاتی
ہے اے دارانی تم روتے اور چلاتے ہو اور پنکھوں سے راحت پاتے
ہو ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں کہ مجھے حقیقت میں اس شخص کے سوا
کسی نے نہیں پہچانا یعنی میری کمی پر متنبہ کیا (رض)۔

(۴۷) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے طواف میں ایک ادھیڑ
عمر کے آدمی کو دیکھا کہ عبادت کی کثرت نے اس کو ضعیف کر رکھا ہے
اس کے ہاتھ میں لکڑی تھی جس کے سہارے سے وہ طواف کر رہا
تھا میں نے اس سے اس کا شہر پوچھا اس نے خراسان بتایا پھر اس

نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے شہر کا راستہ یہاں سے کتنی دور کا ہے
میں نے کہا دو تین ماہ کا کہنے لگا کہ پھر بھی تم ہر سال حج کو نہیں
آتے میں نے پوچھا کہ تمہارے شہر سے یہاں تک کا راستہ کتنے دن
کا ہے کہنے لگا کہ پانچ برس کا (کہ اس زمانہ میں راستوں کی سہولت
کے یہ اسباب حاصل نہ تھے جو اب ہیں) میں نے کہا واللہ یہ حق
تعالیٰ شانہٗ کا کھلا فضل ہے اور اس کے ساتھ سچی محبت کا اثر ہے
(کہ اتنا لمبا سفر طے کر کے حاضری میسر ہو جائے) اس پر وہ ہنسا اور
دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے جس سے تجھے عشق ہے اس کی زیارت
کر اگرچہ تیرا گھر دور ہو اور اس تک حاضری میں بندشیں اور موانع ہوں تیرے
گھر کی دوری اس کی زیارت سے مانع نہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ عاشق
اپنے معشوق کا بڑی کثرت سے زیارت کرنے والا ہوتا ہے (روض)۔

(۸۹) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ کے راستہ میں ایک
جوان کو دیکھا کو دیکھا وہ ایسی مزے کی چال چل رہا ہے اکڑتا ہوا
جیسے اپنے گھر میں ٹہل رہا ہو میں نے پوچھا یہ کیسی چال ہے کہنے لگا
یہ چال ان جوانوں کی ہے جو رحمٰن کے خادم ہیں اور دو شعر پڑھے
جن کا یہ ترجمہ ہے میں تیری وجہ سے فخر کرتا ہوا حیران و سرگرداں
پھرتا ہوں مگر جب تیرا ذکر ہو تو خوف کی وجہ سے پگھلنے لگتا ہوں
اگر مجھ میں مرنے کی قدرت ہوتی تو تیرے اشتیاق میں اور تیرے
عظیم مرتبہ کے اکرام میں مر جاتا پھر میں نے پوچھا کہ تیری سواری اور
توشہ کہاں ہے تو اس نے بُری طرح مجھے گھورا پھر کہنے لگا اے
غور تو کر اگر کوئی ضعیف غلام کسی کریم آقا کے دولت کدہ پر زیارت

کی غرض سے حاضر ہو اور اپنا کھانا پینا باندھ کر ساتھ لائے تو وہ آقا اپنے غلاموں کو حکم دے گا کہ اس کو یہاں سے نکال دو میرے آقا جل جلالہ نے جب مجھے اپنے گھر بلایا تو اپنے اوپر توکل اور اعتماد مجھے عطا فرما دیا یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ (روض)

(۴۹) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک فقیر کو دیکھا کہ اس نے طواف کیا اس کے بعد اپنی جیب سے ایک پرچہ نکالا اور اس کو پڑھا دوسرے اور پھر تیسرے دن بھی ایسا ہی کیا اس کے بعد ایک دن اس نے طواف کیا اور جیب سے نکال کر پرچہ پڑھا اور تھوڑی دور چلا اور مر کے گر گیا میں نے اس کی جیب سے پرچہ نکال کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا واصبر لحکم ربك فانك باعیننا (طور ع ۲) تو اپنے پروردگار کے حکم کا منتظر رہ کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے (روض) اصل آیت شریف میں تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے جس کا اوپر سے بیان ہے کہ آپ کے ان ظالم مخالفین کے لئے عذاب تجویز ہے آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیں (اور کچھ فکر نہ کریں) اس لئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں مگر آیت شریفہ کے عموم کا ترجمہ وہ ہے جو اوپر لکھا گیا۔

(۵۰) حضرت بشر حافی رح کی خدمت میں ایک مجمع حاضر ہوا اور سلام کیا حضرت نے دریافت فرمایا تم کون لوگ ہو انہوں نے عرض کیا ہم شام کے رہنے والے ہیں حج کے ارادہ سے جا رہے ہیں آپ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے ہیں فرمایا حق تعالیٰ شانہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے عرض کیا ہماری یہ

تمنا ہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ آپ کی برکات سے ہم منتفع ہوں آپ نے انکار فرما دیا ان لوگوں نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ جب تم نے یہی طے کر رکھا ہے تو تین شرطوں کے ساتھ میں چل سکتا ہوں اول یہ کہ ہمارے ساتھ سامان کچھ نہ ہو دوسرے یہ کہ ہم راستہ میں کسی سے سوال نہ کریں تیسرے یہ اگر راستہ میں کوئی ہم کو کچھ دے تو ہم قبول نہ کریں لوگوں نے عرض کیا کہ پہلی دو شرطیں کہ نہ ہم کچھ ساتھ رکھیں اور نہ کسی سے سوال کریں یہ تو ہو سکتا ہے لیکن باوجود احتیاج کے کوئی شخص کچھ دے اس کو ہم قبول نہ کریں لوگوں نے عرض کیا نہیں ہے فرمانے لگے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم اپنے گھر سے دوسروں کے توشوں پر بھروسہ کر کے نکلتے ہیں اللہ جل شانہٗ پر بھروسہ نہیں ہے بس اس حالت میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور تم جاؤ اپنا کام کرو پھر فرمایا کہ بہترین فقراء تین قسم کے ہیں اول وہ جو خود سوال نہ کرے اور اگر دیا جائے تو قبول نہ کرے یہ روحانی لوگوں میں سے ہے یا یہ کہا کہ روحانیین کے ساتھ ہے دوسری قسم وہ کہ خود تو سوال نہ کرے لیکن اگر دیا جائے تو قبول کرے اس کے لئے حضرت قدس میں دسترخوان بچھائے جاتے ہیں تیسری قسم یہ کہ سوال کرے اور بقدر ضرورت لے لے اس کی صداقت اس کے فعل کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ (روض)

(۵۱) حضرت شیخ ابو جعفر حداد جو حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے استاذ ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا میری

حجامت بہت بڑھ گئی اور پیسہ پاس نہ تھا کہ حجامت بنواتا۔ میں ایک حجام کے پاس جو چہرہ سے بھلا آدمی معلوم ہوتا تھا گیا اور اس سے کہا کہ اللہ کے واسطے میری حجامت بنا دوگے کہنے لگے ہاں ہاں بڑے اکرام کے ساتھ وہ ایک دنیادار کی حجامت بنا رہا تھا اس کو درمیان میں روک کر پہلے میری حجامت بنائی اور پھر مجھے ایک کاغذ کی پڑیا دی اس میں چند دراہم تھے میں نے وہ لے لئے اور یہ ارادہ کیا کہ جب مجھے سب سے پہلے کچھ ملے گا تو اس حجام کو دوں گا میں مسجد میں گیا وہاں میرا ایک بھائی ملا اس نے کہا کہ تمہارے ایک بھائی بصرہ سے ایک تھیلی تمہارے واسطے لائے ہیں اس میں تین سو اشرفیاں ہیں وہ اللہ کے واسطے تمہیں دے گئے ہیں میں نے وہ تھیلی لے لی اور حجام کے پاس جاکر کہا کہ یہ تین سو اشرفیاں ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا حجام نے کہا شیخ تمہیں شرم نہ آئی اول تو تم نے یہ کہا کہ اللہ کے واسطے حجامت بناؤ پھر میں اس پر اجرت لے لوں جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ معاف کرے (روض) حضرت شبلیؒ کا بھی اسی قسم کا ایک قصہ مشہور ہے (روض)۔

(۵۲) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے طواف کی حالت میں فرمایا کہ یہ بات سمجھ لے کہ تو صالحین کے درجہ کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ چھ گھاٹیوں کو پار نہ کر لے اول یہ کہ تو نعمت کے دروازہ کو بند کرے اور سختی کا دروازہ کھولے دوسرے یہ کہ عزت کے دروازے کو بند کرے اور ذلت کے دروازے کو

کھولے تیسرے یہ کہ راحت کے دروازہ کو بند کرے اور مشقت کے دروازے کو کھولے چوتھے یہ کہ سونے کے دروازے کو بند کرے اور جاگنے کے دروازہ کو کھولے پانچویں یہ کہ غنیٰ کے دروازہ کو بند کرے اور فقر کے دروازہ کو کھولے چھٹے یہ کہ امیدوں کے دروازے کو بند کرلے اور موت کی طیاری کے دروازے کو کھولے (روض)۔

(۵۳) محمد بن حسین بغدادی فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کو گیا میں اتفاق سے مکہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک بوڑھا آدمی ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا لڑکی کا رنگ متغیر ہو رہا تھا بدن بہت لاغر لیکن اس کے چہرہ پر ایک نورانی چمک تھی وہ بوڑھا پکار رہا تھا کہ کوئی اس لڑکی کا خریدار ہے کوئی ہے جو اس کو پسند کرے کوئی ہے جو بیس اشرفی سے اس کی قیمت زیادہ دے اس شرط پر کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں میں نے اس شیخ کے قریب جاکر پوچھا کہ اس باندی کی قیمت کا حال تو معلوم ہوگیا اس میں عیب کیا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ لڑکی پاگل ہے ہر وقت غمزدہ رہتی ہے رات بھر نماز پڑھتی ہے دن بھر روزہ رکھتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے ہر جگہ بالکل تنہائی پسند کرتی ہے جب میں نے اس کی بات سنی تو وہ لڑکی مجھے پسند آگئی اور میں نے اس کو خرید لیا اور اپنی قیامگاہ پر لے گیا میں نے اس کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھی ہے پھر اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگی کہ میرے چھوٹے آقا آپ کا وطن کہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے میں نے کہا عراق ہے کہنے لگی کونسا عراق بصرہ یا کوفہ میں نے کہا دونوں نہیں کہنے لگی تو کیا

آپ بغداد کے رہنے والے ہیں میں نے کہا ہاں کہنے لگی واہ واہ
وہ تو عابدوں کا شہر ہے زاہدوں کا شہر ہے مجھے تعجب ہوا کہ یہ
باندی ایک کوٹھری سے دوسری کوٹھری میں جانے والی اس کو عابدوں
زاہدوں کی کیا خبر میں نے اس سے دل لگی کے طور پر پوچھا کہ تو
ان میں سے کن کن عابدوں کو جانتی ہے کہنے لگی مالک بن دینار کو
بشر حافی کو صالح مری کو ابو حاتم سجستانی کو معروف کرخی کو محمد بن
حسین بغدادی کو رابعہ عدویہ کو شعوانہ کو میمونہ کو میں نے اس سے
پوچھا کہ تجھے ان سب کا حال کس طرح معلوم ہوا کہنے لگی اے
جوان میں ان کو کیسے نہ جانوں خدا کی قسم یہ لوگ دلوں کے طبیب
ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو عاشق کو معشوق کا راستہ بتاتے ہیں پھر اس
نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے یہ قوم وہ لوگ ہیں جن کے
فکر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے پس ان کے لئے کوئی فکر ہی کسی اور
کا نہیں رہا ان لوگوں کا مقصد صرف ان کا مولیٰ اور ان کا سردار ہی
کیا ہی بہترین مقصد ہے۔ جو صرف ایک بے نیاز ذات کے واسطے
ہے نہ تو دنیا ان سے الجھتی ہے اور نہ کھانوں کی عمدگی نہ دنیا کی
لذتیں نہ اولاد نہ ان سے اچھا لباس جھگڑتا ہے نہ مال کی روز
افزوں زیادتی نہ تعداد کی کثرت اس کے بعد میں نے کہا اے
لڑکی میں محمد بن حسین ہی ہوں کہنے لگی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے
دعا کی تھی کہ تم سے میری کہیں ملاقات ہو جائے تمہاری وہ دلکش
آواز کیا ہوئی جس سے تم مریدین کے دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے
اور سننے والوں کی آنکھیں اس سے بہہ جایا کرتی تھیں میں نے کہا

بحالہ موجود ہے کہنے لگی خدا کی قسم مجھے قرآن پاک کچھ سنا دو میں نے
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو اس نے بہت زور سے ایک چیخ ماری اور
بے ہوش ہو گئی میں نے اس پر پانی چھڑکا جس سے اس کو افاقہ ہوا تو
کہنے لگی جس کے نام کا یہ اثر ہے اگر میں اس کو پہچان لوں اور جنت
میں اس کو دیکھ لوں گی تو کیا حال ہو گا پھر کہنے لگی اچھا پڑھیئے
اللہ جل شانہ آپ پر رحم کرے میں نے یہ آیت پڑھی ام حسب الذین
اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصالحات سواء محیاھم
ومماتھم ساء ما یحکمون (جاثیہ ع ۲) جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا
وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو
ایمان لائے اور اچھے عمل کئے کہ ان سب کا جینا مرنا ایک سا ہو جائے
(جو ایسا گمان کرتے ہیں) بہت بری تجویز کر رہے ہیں یہ آیت
سن کر وہ کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے ہم نے کبھی کسی کی نہ پرستش کی نہ
کسی صنم کو بوسہ دیا اور کچھ پڑھیئے اللہ آپ پر رحم کرے میں نے پڑھا
انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا وان یستغیثوا یغاثوا بماء
کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا (سورہ کہف ع ۴)
بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ طیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں
ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گی اور اگر وہ لوگ فریاد
کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کے
تلچھٹ کی طرح (بدھیئت) ہو گا (اور ایسا سخت گرم) کہ موہنوں
کو پکا دے گا کیا ہی برا پانی ہو گا اور (جہنم) کیا ہی برا ٹھکانا ہو گا
وہ کہنے لگی تم نے اپنے دل پر نا امیدی لازم کر دی اپنے دل کو امید دِ

خوف کے درمیان معطر کرو کچھ اور پڑھو اللہ جل شانہ آپ پر رحم کرے تو میں نے پڑھا وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ (عبس) بہت سے چہرے اس دن خنداں و شاداں ہوں گے اور یہ پڑھا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ (قیامۃ ع ۱) بہت سے چہرے اس دن بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اس پر وہ کہنے لگی ہائے مجھے اس دن اس کی ملاقات کا کتنا اشتیاق ہوگا جس دن وہ اپنے دوستوں کے لئے تجلی فرمائے گا کچھ اور پڑھیئے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے میں نے یہ آیت پڑھی یطوف علیھم ولدان مخلدون باکواب واباریق وکأس من معین لا یصدعون عنہا ولا ینزفون۔ چند آیتیں لاصحاب الیمین تک یعنی سورۂ واقعہ کے پہلے رکوع کے ختم تک پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ان (اعلیٰ درجہ والوں) کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر ہمیشہ آتے جاتے رہیں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسے گلاس جو بہتی ہوئی شراب سے بھرے گئے ہوں کہ نہ اس شراب سے ان کو سر کا درد ہوگا (یعنی چکر آئے گا) نہ عقل میں فتور آئے گا اور ایسے میوے لے کر آئیں گے جن کو یہ لوگ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو اور ان کے لئے خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جیسا کہ (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی یہ سب کچھ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (یہ لوگ جنت میں) نہ بک بک سنیں گے نہ کوئی اور بیہودہ بات بس سلام ہی سلام کی آواز (ہر طرف سے) آئے گی اور (نمبر دو کے حضرات) جو داہنے

والے ہیں (یعنی ان کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملے ہیں) وہ
داہنے والے بھی کیسے اچھے آدمی ہیں وہ ان باغوں میں رہیں گے
جہاں بغیر کانٹوں کی بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے لگے ہوئے
ہوں گے اور بہت لمبا سایہ ہوگا اور بہتا ہوا پانی ہوگا اور بہت
کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان میں کسی قسم
کی روک ٹوک ہوگی (جتنا جس کا دل چاہے کھائے) اور اونچے اونچے
فرش ہوں گے (اور ان کے لئے بھی عورتیں ہوں گی جن کو) ہم نے خاص
طور سے بنایا یعنی ایسا بنایا کہ وہ (ہمیشہ ہمیشہ) کنواریاں ہی رہیں
گی (یعنی صحبت کے بعد پھر کنواری بن جائیں گی) اور (ناز و انداز کے
لحاظ سے) محبوبہ ہوں گی اور جنت والوں کی ہم عمر ہوں گی اور یہ
سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں (ترجمہ ختم ہوا) پھر وہ لڑکی
مجھ سے کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تم نے بھی حوروں سے منگنی کی ہے
کچھ ان کے مہروں کے واسطے بھی خرچ کیا ہے میں نے پوچھا کہ مجھے
بتادے ان کا مہر کیا ہوگا میں تو فقیر آدمی ہوں کہنے لگی رات کو
تہجد پڑھنا دن کو روزہ رکھنا اور فقراء و مساکین سے محبت رکھنا
اس کے بعد اس باندی نے چھ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اے وہ
شخص جو حوروں سے ان کے پردہ میں منگنی کرتا ہے اور ان کے عالی
مرتبہ کے باوجود ان کا طالب ہے کوشش کے ساتھ کھڑا ہو جا
سستی ہرگز نہ کر نفس سے مجاہدہ کر اس کو صبر کا عادی بنا رات کو تہجد
پڑھا کر دن کو روزہ رکھا کر یہ ان کا مہر ہے اگر تیری دونوں آنکھیں
ان کو اس حال میں دیکھ لیں جب کہ وہ تیری طرف متوجہ ہو رہی ہوں

اوران کے سینوں پر اناروں کی طرح سے ان کے پستان اُبھر رہے ہوں اور وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ چل رہی ہوں اور ان کے سینوں پر چمکتے ہوئے ہار پڑے ہوئے ہوں تو اس وقت تیری نگاہ میں یہ دنیا کی جتنی زیب وزینت ہے ساری ہی سبک بن جائے۔ یہ اشعار پڑھ کر اس کو بے ہوشی طاری ہوگئی میں نے پھر اس کے چہرے پر پانی وغیرہ چھڑکا تو اس کو افاقہ ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھے ؎

الہٰی لاتعذبنی فانی ⎫ اے اللہ تعالیٰ تو مجھے عذاب سے بچائیو بے شک میں اپنے گناہوں کا
مقر بالذی قدکان منی ⎭ جو مجھ سے صادر ہوئے اقرار کرنے والی ہوں۔

فکم من زلۃ فی الخطایا   غفرت وانت ذو فضل ومن

ترجمہ: تو نے کتنی کثرت سے مری خطاؤں کی لغزشیں معاف فرمائی ہیں تو بڑے فضل والا ہے بڑے احسان والا ہے۔

یظن الناس بی خیرا وانی ⎫ لوگ مجھے اچھا آدمی گمان کرتے ہیں لیکن اگر تو میری خطائیں
لشر الناس انلم تعف عنی ⎭ معاف نہ کردے تو میں بدترین آدمی ہوں۔

ومالی حیلۃ الا رجائی ⎫ میرے لئے کوئی تدبیر نہیں اس کے سوا کہ تیری بخشش کی امید
لعفوک ان عفوت وحسن ظنی ⎭ ہے اور تیرے ساتھ مجھے حسن ظن ہے (کہ تو ضرور کرم کرے گا)

یہ اشعار پڑھ کر اس باندی کو پھر غشی ہوگئی میں جو اس کے قریب پہنچا تو مرچکی تھی مجھے اس کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا میں اُٹھ کر بازار گیا کہ اس کی تجہیز وتکفین کا سامان خرید کر لاؤں جب میں بازار سے لوٹا تو وہ کفنی کفنائی خوشبو لگی ہوئی معطر نعش رکھی ہوئی تھی دو سبز کپڑوں میں اس کا کفن تھا جو جنت کا لباس تھا کفن میں دو سطریں نور سے لکھی ہوئی تھیں پہلی سطر پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا

ہوا تھا دوسری پر یہ آیت الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ خبردار رہو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوتا ہے نہ غمگین ہوتے ہیں میں اور میرے ساتھی اس کے جنازہ کو اٹھا کر لے گئے جنازہ کی نماز پڑھ کر دفنا دیا اور اس کی قبر پر سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر اپنے حجرہ میں چلا آیا میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے دل اس کے فراق سے غمگین تھا واپس آکر میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو رہا خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکی جنت میں پھر رہی ہے نہایت مہکتے ہوئے زعفران کے باغیچہ میں ہے ریشم کے استبرق کے جوڑے پہن رہی ہے اس کے سر پر ایک موتیوں سے جڑا ہوا تاج ہے اور پاؤں میں سرخ یاقوت کے جوتے ہیں مشک وعنبر کی خوشبو اس سے مہک رہی ہے اس کا چہرہ شمس وقمر سے زیادہ روشن ہے میں نے کہا اے لڑکی ذرا ٹھہر تو یہ تو بتا دے کہ یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت تجھے ملا کہنے لگی فقراء اور مساکین کی محبت سے اور استغفار کی کثرت سے اور مسلمانوں کے راستے میں سے تکلیف دینے والی چیز کے ہٹا دینے سے پھر اس نے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے مبارک ہے وہ شخص جس کی آنکھیں راتوں کو جاگتی ہوں اور اپنے مالک کے عشق کی بے چینی میں رات گزار دے اور کسی دن اپنی کوتاہیوں پر توجہ کر لیا کرے اور اپنی خطاؤں پر رو لیا کرے اور شب کو اکیلا کھڑا ہو اللہ کے عذاب کے خوف سے اختر شماری کرتا ہو اس حال کی حق تعالیٰ شانہ کی نگاہ حفاظت کر رہی ہو (روض)۔

(۴۵) حضرت شیخ ابراہیم خواص کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لے جاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے نہ کسی کو خبر ہوتی ایک لوٹا ہاتھ

ہیں لیا اور چل دیئے حامد اسود کہتے ہیں ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں
حاضرِ خدمت تھا آپ حسب معمول لوٹا لے کر چل دیئے میں بھی پیچھے
ہو لیا جب ہم قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا حامد
کہاں کا ارادہ ہے میں نے عرض کیا کہ میں تو ہمرکابی کے لئے چل پڑا
میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے میں نے عرض کیا میں بھی انشاء اللہ
وہیں چلوں گا جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے
ساتھ اور بھی ہو لیا اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا لیکن
اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی میں نے شیخ سے عرض کیا یہ تیسرا آدمی
جو ہمارے ساتھ مل گیا نماز نہیں پڑھتا شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز
کیوں نہیں پڑھتا اس نے کہا میرے ذمہ نماز نہیں ہے آپ نے فرمایا کیوں
کیا تو مسلمان نہیں ہے اس نے کہا نہیں میں تو نصرانی ہوں لیکن میں نصرانیت
میں بھی توکل پر گزر کرتا ہوں میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ توکل
میں پختہ ہو گیا میں نے اس کو جھٹلایا اور اس جنگل بیابان میں جہاں
معبود کے سوا کوئی بھی نہیں ہے لا ڈالا تاکہ اس کے دعویٰ کا امتحان
کروں شیخ اس کی یہ بات سن کر چل دیئے اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے
تعرض نہ کرو تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا یہاں
تک کہ ہم بطنِ مرد پر پہنچے وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اتارے
اور ان کو دھویا پھر اس لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے
کہا عبدالمسیح شیخ نے فرمایا عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آگیا اور
اللہ جل شانہ نے مشرکوں کا داخلہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ
ارشاد ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام مشرکین

ناپاک ہیں یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ ہوں اور اپنے نفس کا جو تو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہو گیا پس ایسا نہ ہو کہ تو مکہ میں داخل ہو جائے اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے حامد کہتے ہیں کہ ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے مکہ مکرمہ پہنچے اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا اور شیخ کے اوپر گر پڑا۔ شیخ نے پوچھا عبدالمسیح کیا گزری کیا ہوا کہنے لگا کہ ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ اپنی سرگذشت تو سناؤ کہنے لگے کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک اور قافلہ آیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کے ساتھ ہو لیا جب مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے میں نے غسل کیا مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں اس کے بعد سے ہم اور وہ ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ صوفیہ ہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔ (روض)

(۵۵) حضرت ابوسعید خراز فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک مرتبہ باب بنی شیبہ سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کی نعش رکھی ہوئی دیکھی جو نہایت حسین چہرہ والا تھا میں نے جو اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ تبسم کرتے ہوئے کہنے لگا ابوسعید تمہیں معلوم

نہیں کہ عشاق مرتے نہیں بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں اگرچہ ظاہر میں مرجائیں ان کی موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں انتقال ہوتا ہے شیخ ابویعقوب سنوسی فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید مکہ مکرمہ میں آیا اور کہنے لگا اے استاذ میں کل کو ظہر کے وقت مرجاؤں گا یہ اشرفی لے لیجئے اس میں سے نصف تو قبر کھودنے والے کی اُجرت ہے اور نصف کفن وغیرہ کی قیمت ہے جب دوسرے دن ظہر کا کا وقت آیا وہ مسجد حرام میں آیا اور طواف کیا اور تھوڑی دور جاکر مرگیا میں نے اس کی تجہیز وتکفین کی جب اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا ہاں میں زندہ ہوں اور اللہ جل شانہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے (روض)۔

ہمارے اکابر میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ تھانوی کے صاحبزادہ حافظ محمد یوسف صاحبؒ بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے ان کے تصرفات اور زود اثر تعویذوں کے بہت سے قصے میں نے اپنے اکابر سے جنہوں نے ان کی زیارت کی اور ان کے تصرفات دیکھے بکثرت سُنے ہیں یہ قصہ میں نے اپنے ماموں مولوی محمود صاحب رامپوریؒ سے سنا ہے کہ انہوں نے انتقال سے ایک دن قبل مولوی محمود صاحب سے فرمایا کہ ہمیں بہت سے چٹکلے معلوم ہیں ایک تمہیں بھی بتا دیں گے گھر بیٹھے دو سو روپیہ ماہوار ملتے رہیں گے کسی وقت پوچھ لینا میں نے کہا بہتر ہے خیال کیا کہ کسی دن فرصت کے وقت پوچھ لوں گا شام کو عصر کی نماز کے وقت

جب تکبیر ہو رہی تھی صف سے ذرا آگے منہ نکال کر میری طرف چپکے سے اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ بات یاد رکھنا پھر ہم چلے جائیں گے مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا وقت اس کا تھا دوسرے دن صبح کو دیوبند وغیرہ متعدد جگہ احباب کو خطوط لکھوائے جن میں مختلف امور کے ساتھ یہ لفظ بھی تھا کہ میرا آج سفر کا ارادہ ہے ہم لوگ یہ سمجھتے رہے کہ اکثر بھوپال قیام رہتا ہے وہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ہوگا یا کہیں اور، رعب کی وجہ سے ہر شخص ہر وقت بات کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا اگرچہ طبع مبارک میں مزاح بے حد تھا لیکن اس کے ساتھ ہی جلال بھی بہت تھا شام کو عصر کی نماز پڑھ کر جب ہم سب گھر کی طرف چلے وہ اکثر اوقات مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے اس لئے مسجد میں رہ گئے چند ہی قدم باہر چلے تھے کہ ایک شخص پیچھے سے دوڑتا ہوا آیا کہ حضرت حافظ صاحب کا وصال ہو گیا ہم لوگ حیرت سے واپس ہوئے کہ ابھی سب کے ساتھ نماز پڑھی ہے مسجد میں آ کر دیکھا تو چارپائی پر قبلہ رخ لیٹے ہوئے ہیں لنگی جو ہمیشہ کا معمول تھی بندھ رہی ہے اور کرتہ نکلا ہوا سرہانے رکھا ہے رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

(۵۶) سعید بن ابی عروبہ فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی (جس کا ظلم و ستم شہرہ آفاق ہے) جب حج کو گیا تو راستہ میں ایک جگہ منزل پر خادموں سے ناشتہ طلب کیا اور اپنے دربان سے کہا کہ دیکھ یہاں کوئی مقامی آدمی ہو تو اس کو میرے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بلا لانا کہ میں اس سے یہاں کے حالات کی تحقیق کروں وہ گیا اور پہاڑ پر ایک بدو دو چادروں میں پڑا ہوا سو رہا تھا اس کو لات مار کر

کہ چل تجھ کو امیر بلا رہے ہیں وہ آیا تو حجاج نے کہا کہ ہاتھ دھو کر میرے ساتھ کھانا میں شریک ہو جاؤ اس بدو نے کہا کہ مجھے اس نے دعوت دے رکھی ہے جو تجھ سے بھی افضل ہے حجاج نے کہا وہ کون کہنے لگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے روزہ کی دعوت دی ہے حجاج کہنے لگا ایسی سخت گرمی میں روزہ، بدو نے کہا ہاں ایسے دن کے لئے جو اس سے بھی زیادہ سخت گرم ہوگا حجاج نے کہا آج افطار کر لو کل قضا رکھ لینا بدو نے کہا اگر تم اس کا ذمہ لو کہ میں کل تک زندہ رہوں گا تو میں افطار کر لوں حجاج نے کہا اس کا کون ذمہ لے سکتا ہے کہنے لگا تو پھر نقد کو ایسے ادھار پر محول کرتا ہے جس کا ذمہ بھی نہیں لیتا حجاج نے کہا یہ کھانا بہت لذیذ ہے بدو نے کہا کہ نہ تم نے اس کو لذیذ بنایا نہ باورچی نے بلکہ تندرستی نے اس کو اچھا کر رکھا ہے مصنف نے دو شعروں میں اس کی توضیح کی ہے کہ کھانے کو باورچی اچھا نہیں کرتا بلکہ تندرستی سے کھانا اچھا ہوتا ہے اگر میری صحت اچھی نہیں تو کوئی بھی کھانا لذیذ نہیں اور صحت اچھی ہے تو ساری کھانے کی چیزیں لذیذ ہیں (روض)

(۵۷) حجاج بن یوسف جب حج کو گیا تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی موجودگی میں کعبہ کے گرد زور سے لبیک کہتا ہوا طواف کر رہا ہے حجاج نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس پکڑ کر لاؤ وہ حاضر کیا گیا حجاج نے پوچھا تو کن لوگوں میں سے ہے اس نے کہا مسلمانوں میں سے حجاج نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا اس نے کہا اور کیا مقصد ہے حجاج نے کہا کس شہر کا رہنے والا ہے اس نے کہا یمن کا حجاج نے پوچھا کہ تو نے محمد بن یوسف جو حجاج کا حقیقی بھائی تھا کو کس حال میں چھوڑا وہ

کہنے لگا بہت موٹا تازہ کثرت سے کپڑے پہننے والا بہت کثرت سے سواری پر پھرنے والا کبھی شہر کے اندر کبھی شہر کے باہر گھومنے والا حجاج نے کہا میرا یہ سوال نہیں اس نے کہا اور کیا مقصد ہے حجاج نے کہا اس کی عادتیں کیسی ہیں کہنے لگا بڑا ظالم بڑا جابر مخلوق کا مطیع خالق کا گنہگار حجاج نے کہا تجھے ایسی سخت باتیں کہنے کی کیسے ہمت ہوئی جب کہ تو اس کا مرتبہ مری نگاہ میں (رشتہ داری کی وجہ سے) جانتا ہے اس نے کہا کیا اس کا مرتبہ تیری نگاہ میں اس سے زیادہ ہے جو میرا مرتبہ اللہ جل شانہ کی نگاہ میں ہے میں اس کے گھر کی زیارت کے واسطے آیا ہوں اس کے نبی کی تصدیق کرنے والا ہوں اس کا فرض ادا کر رہا ہوں اس کے دین کی اطاعت کر رہا ہوں یہ سن کر حجاج چپ ہو گیا کچھ جواب نہ دے سکا وہ آدمی واپس چلا گیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہنے لگا اے اللہ تجھی سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھی کو جائے پناہ بناتا ہوں اے اللہ تیری کشائش ہی قریب ہے اور تیرا ہی احسان قدیم ہے اور تیری ہی عادات بہترین ہیں۔ (روض)

(۵۸) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا دفعتًہ میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس کے کاندھے پر ایک بچہ بہت کم سن بیٹھا ہے اور وہ یہ ندا کر رہی ہے اے کریم اے کریم تیرا گزرا ہوا زمانہ (یعنی کیسا موجب شکر ہے) میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جو تیرے اور مولیٰ کے درمیان گزری کہنے لگی کہ میں ایک مرتبہ کشتی پر سوار تھی اور تاجروں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ تھی طوفانی ہوا ایسے زور سے آئی کہ وہ کشتی غرق ہو گئی اور سب کے سب ہلاک ہو گئے

میں اور یہ بچہ ایک تختہ پر رہ گئے اور ایک حبشی آدمی دوسرے تختہ پر ہم تین کے سوا کوئی بھی ان میں سے نہ بچا جب صبح کا چاندنا ہوا تو اس حبشی نے مجھے دیکھا اور پانی کو ہٹاتا ہٹاتا میرے تختہ کے پاس پہنچ گیا اور جب اس کا تختہ میرے تختہ کے ساتھ مل گیا تو وہ بھی میرے تختہ پر آگیا اور مجھ سے بُری بات کی خواہش کرنے لگا میں نے کہا اللہ سے ڈر، ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں اس سے خلاصی اس کی بندگی سے بھی مشکل ہو رہی ہے چہ جائیکہ اس کا گناہ ایسی حالت میں کریں کہنے لگا ان باتوں کو چھوڑ خدا کی قسم یہ کام ہو کر رہے گا یہ بچہ میری گود میں سو رہا تھا میں نے چپکے سے ایک چٹکی اس کے بھرلی جس سے یہ ایک دم رونے لگا میں نے اس سے کہا اچھا ذرا ٹھہر جا میں اس بچہ کو سلادوں پھر جو مقدر میں ہوگا ہو جائے گا اس حبشی نے اس بچہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس کو سمندر میں پھینک دیا میں نے اللہ پاک سے کہا اے وہ پاک ذات جو آدمی کے اور اس کے دلی ارادہ میں بھی حائل ہو جاتی ہے میرے اور اس حبشی کے درمیان تو ہی اپنی طاقت اور قدرت سے جدائی کر دے تو ہر چیز پر قادر ہے خدا کی قسم میں ان الفاظ کو پورا بھی نہ کرنے پائی تھی کہ سمندر سے ایک بہت بڑے جانور نے منہ کھولے ہوئے سر نکالا اور اس حبشی کا ایک لقمہ بنا کر سمندر میں گھس گیا اور مجھے اللہ جل شانہٗ نے محض اپنی طاقت اور قدرت سے اس حبشی سے بچالیا وہ ہر چیز پر قادر ہے پاک ہے اس کی بڑی شان ہے اس کے بعد سمندر کی موجیں مجھے تھپیڑتی رہیں یہاں تک کہ وہ تختہ ایک جزیرہ کے کنارے سے لگ گیا میں وہاں اتر پڑی اور یہ سوچتی رہی کہ یہاں

گھاس کھاتی رہوں گی پانی پیتی رہوں گی جب تک اللہ جل شانہٗ کوئی
سہولت کی صورت پیدا کرے اسی کی مدد سے کوئی صورت ہو سکتی ہے
چار دن مجھے اس جزیرہ میں گذر گئے پانچویں دن مجھے ایک بڑی کشتی
سمندر میں چلتی ہوئی نظر آئی میں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر اس کشتی کی
طرف اشارہ کیا اور کپڑا جو میرے اوپر تھا اس کو خوب ہلایا اس میں
سے تین آدمی ایک چھوٹی سی ناؤ پر بیٹھ کر میرے پاس آئے۔ میں ان
کے ساتھ اس ناؤ پر بیٹھ کر اس کشتی پر پہنچی تو میرا یہ بچہ جس کو حبشی نے
سمندر میں پھینک دیا تھا ان میں سے ایک آدمی کے پاس تھا میں اس
کو دیکھ کر اس پر گر پڑی میں نے اس کو چوما گلے سے لگایا اور میں نے
کہا کہ یہ میرا بچہ ہے میرا جگر پارہ ہے وہ کشتی والے کہنے لگے تو پاگل
ہے تیری عقل ماری گئی ہے میں نے کہا نہ میں پاگل نہ میری عقل ماری
گئی میرا عجیب قصہ ہے پھر میں نے ان کو اپنی سرگذشت سنائی۔ یہ
ماجرا سن کر سب نے حیرت سے سر جھکا لیا اور کہنے لگے تو نے بڑی حیرت
کی بات سنائی اور اب ہم تجھے ایسی ہی بات سنائیں جس سے تجھے تعجب
ہوگا ہم اس کشتی میں بڑے لطف سے چل رہے تھے ہوا موافق تھی
اتنے میں ایک جانور سمندر کے پانی کے اوپر آیا اس کی پشت پر یہ
بچہ تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک غیبی آواز ہم نے سنی کہ اگر اس بچہ
کو اس کی پشت پر سے اٹھا کر اپنے ساتھ نہ لیا تو تمہاری کشتی ڈبو دی
جائے گی ہم میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس بچہ کو اس کی پشت پر سے
اٹھا لیا اور وہ جانور پھر پانی کے اندر چلا گیا تیرا واقعہ اور یہ واقعہ
دونوں بڑی حیرت کے ہیں اور اب ہم سب عہد کرتے ہیں کہ آج

کے بعد سے اللہ جل شانہٗ ہمیں کبھی کسی گناہ پر نہ دیکھے گا اس کے بعد ان سب نے توبہ کی وہ پاک ذات کتنی مہربان ہے بندوں کے احوال کی خبر رکھنے والی ہے بہترین احسانات کرنے والی ہے وہ پاک ذات مصیبت زدوں کی مصیبت کے وقت مدد کو پہنچنے والی ہے (روض)۔

(۵۹) حضرت ابو عمرو زجاجی فرماتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے چلا اور حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ایک درم مجھے عطا فرمایا میں نے اس کو اپنے کمر بند میں باندھ لیا اس کے بعد جس جگہ بھی پہنچا خود بخود میرا انتظام ہوتا چلا گیا جب حج سے فارغ ہو کر حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا کہ لاؤ ہمارا درم میں نے خدمت میں پیش کر دیا فرمایا اس کی مہر کیسی پائی میں نے کہا بڑی چالو (روض)۔

(۶۰) شیخ یوسف بن حمدان فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے راستے سے مکہ مکرمہ کو چلا فقراء کی ایک جماعت میرے ساتھ تھی ان میں ایک جوان تھا جس کی بہترین صحبت اور اوقات کی حفاظت اور ذکر میں ہر وقت کی مشغولی سے مجھے اس پر رشک آتا تھا وہ ہر وقت اللہ کے ذکر و مناجات میں مشغول رہتا جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو وہ جوان بیمار ہوا اور سخت بیمار ہو کر ہم سے جدا ہو گیا ایک دن میں اپنے چند رفقاء کو ساتھ لے کر اس کی بیمار پرسی کو گیا ہم نے جب اس کی حالت اور بیماری کی شدت دیکھی تو ہم میں سے بعض نے مشورہ دیا کہ اس وقت کسی طبیب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ اس کی بیماری کی تشخیص کرے شاید کوئی دوا مفید ہو جائے اس جوان نے یہ گفتگو سن

کر آنکھیں کھول دیں اور مسکرایا اور کہنے لگا بزرگو اور دوستو موافقت کے بعد مخالفت کس قدر بری چیز ہے جب اللہ جل شانہٗ کسی بندے کے لئے ایک حال کو پسند کرے اور بندہ دوسری حالت کی کوشش کرے تو کیا یہ اللہ کے ارادہ کے مخالفت نہیں ہے ہم لوگ اس کی بات سے شرمندہ ہوئے پھر اس نے ہمیں دیکھا اور کہنے لگا کہ اگر عشق کے مارے ہوئے کی بیماری کے لئے کوئی دوا کسی صحت پائے ہوئے کے پاس تمہیں ملے تو عشق کے بیمار کے لئے دوا طلب کرو باقی یہ بیماریاں تو بدن کی پاکی اور گناہوں کا کفارہ ہیں آخرت کو یاد دلانے والی ہیں اور عشق کے مارے ہوئے کی بیماری نفس کا مشاہدہ اور خواہشات کا اتباع ہے پھر اس نے تین مرتبہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے اللہ کے ہاتھ میں میری دوا ہے اور وہی میری بیماری سے واقف ہے میں اپنے نفس پر خواہشات کے اتباع سے ظلم کر رہا ہوں جب کسی بیماری کی دوا کرتا ہوں تو مرض میری دوا پر غالب ہو جاتا ہے (روض)۔

(۶۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک مرتبہ قبض (دل تنگی) اور خوف کا شدید غلبہ ہوا میں پریشان حال ہو کر بغیر سواری اور توشہ کے مکہ مکرمہ چل دیا تین دن تک اسی طرح بغیر کھائے پئے چلتا رہا چوتھے دن مجھے پیاس کی شدت سے اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا اور جنگل میں کہیں سایہ دار درخت کا بھی پتہ نہ تھا کہ اس کے سایہ میں ہی بیٹھ جاتا میں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کیا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا اور مجھے نیند سی آگئی تو میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ میری طرف ہاتھ بڑھا کر فرمایا لاؤ ہاتھ بڑھاؤ میں نے ہاتھ

بڑھایا انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور فرمایا تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم صحیح سالم حج بھی کرو گے اور قبر اطہر کی زیارت بھی کرو گے میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں فرمایا میں خضر ہوں میں نے عرض کیا کہ میرے لئے دعا کیجئے فرمایا یہ الفاظ تین مرتبہ کہو یالطیفاً بخلقہ یا علیماً بخلقہ یا خبیراً بخلقہ الطف بی یالطیف یا علیم یا خبیر۔ اے وہ پاک ذات جو اپنی مخلوق پر مہربان ہے اپنی مخلوق کے حال کو جانتا ہے ان کی ضروریات سے باخبر ہے تو مجھ پر لطف و مہربانی فرما اے لطیف اے علیم اے خبیر پھر فرمایا کہ یہ ایک تحفہ ہے جو ہمیشہ کام آنے والا ہے جب تجھے کوئی ضیق پیش آئے یا کوئی آفت نازل ہو تو ان کو پڑھ لیا کرو تو تنگی رفع ہو جائے گی اور آفت سے خلاصی ہو گی یہ کہکر وہ تو غائب ہو گئے مجھے ایک شخص نے یا شیخ یا شیخ کہہ کر آواز دی میں اس کی آواز سے نیند سے جاگا وہ شخص اونٹنی پر سوار تھا مجھ سے پوچھنے لگا کہ ایسی صورت ایسے حلیہ کا کوئی نوجوان تو تم نے نہیں دیکھا میں نے کہا کہ میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا کہنے لگا ہمارا ایک نوجوان سات دن ہو گئے گھر سے چلا گیا ہمیں یہ خبر ملی کہ وہ حج کو جارہا ہے پھر اس سوار نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کا ارادہ کر رہے ہو میں نے کہا جہاں اللہ تعالیٰ لے جائے اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور اس سے اتر کر ایک توشہ دان میں سے دو روٹیاں سفید جن کے درمیان میں حلوا رکھا ہوا تھا نکالیں اور اونٹ پر سے پانی کا مشکیزہ اتارا اور مجھے دیا میں نے پانی پیا اور ایک روٹی کھائی وہی مجھے کافی ہو گئی پھر اس نے مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کر لیا

ہم دو رات اور ایک دن چلے تو قافلہ ہمیں مل گیا وہاں اس نے قافلہ والوں سے اس جوان کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ قافلہ میں ہے وہ مجھے وہاں چھوڑ کر تلاش میں گیا تھوڑی دیر کے بعد جوان کو ساتھ لئے ہوئے میرے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ بیٹا اس شخص کی برکت سے اللہ جل شانہٗ نے تیری تلاش مجھ پر آسان کردی ہیں ان دونوں کو رخصت کر کے قافلہ کے ساتھ چل دیا۔ پھر مجھے وہ آدمی ملا اور مجھے ایک لپٹا ہوا کاغذ دیا اور میرے ہاتھ چوم کر چلا گیا میں نے جو اس کو دیکھا تو اس میں پانچ اشرفیاں تھیں میں نے اس میں سے اونٹ کرایہ کیا اور اسی سے کھانے پینے کا انتظام کیا اور حج کیا اس کے بعد مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کی اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر مبارک کی زیارت کی اور جب کبھی کوئی تنگی یا آفت پیش آئی تو حضرت خضر کی بتائی ہوئی دعا پڑھی میں ان کی فضیلت اور ان کے احسان کا معترف ہوں اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں۔ (روض)۔

(۶۲) ایک بزرگ حضرت خضرؑ سے اپنی ملاقات کا بہت طویل قصہ نقل کرتے ہیں آخر میں حضرت خضر نے فرمایا کہ میں صبح کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھتا ہوں اور طلوع آفتاب تک حطیم میں رکن شامی کے قریب بیٹھتا ہوں اور ظہر کی نماز مدینہ طیبہ میں پڑھتا ہوں اور عصر کی بیت المقدس میں اور مغرب کی طور سینا پر اور عشاء کی سد سکندری پر (روض)۔

(۶۳) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں بعض رفقاء کے ساتھ عدن سے چلا جب رات ہوئی تو میرے پاؤں میں کوئی چیز لگ گئی جس کی وجہ سے میں چل نہ سکا تنہا سمندر کے کنارے بیٹھا رہ گیا میں دن بھر کا روزہ دار تھا اور کھانے کی کوئی چیز میرے پاس نہ تھی میں نے اسی حال میں سونے کا ارادہ کر لیا دفعتہً میرے سامنے دو روٹیاں ان میں سے پرندہ بھنا ہوا رکھا تھا آئیں میں نے پرندہ کو اٹھا کر الگ کو رکھ دیا کہ ایک کالا حبشی میرے سامنے آیا اس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز تھا مجھ سے کہنے لگا اور یا کار کھالے میں نے ایک روٹی اور تھوڑا سا پرندہ کھایا اور باقی ایک کپڑے میں لپیٹ کر اپنے سرہانے رکھ کر سو گیا جب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کپڑا اسی طرح میرے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے اور خالی ہے نہ روٹی نہ پرندہ (روض)۔

(۶۴) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ صلحا کی ایک جماعت کے ساتھ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیٹھا ہوا تھا ہم میں ایک ہاشمی بزرگ بھی تھے ان پر غشی سی طاری ہوئی جب ان کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے میں نے جو کچھ دیکھا وہ تم نے بھی دیکھا ہم نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آیا کہنے لگے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے طواف کر رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو کہنے لگے کہ ہم فرشتے ہیں میں نے پوچھا کہ تمہاری محبت حق تعالیٰ شانہ سے کیسی ہے کہنے لگے ہماری محبت اندر سے ہے اور تمہاری محبت باہر سے ہے (روض)۔

(۶۵) شیخ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال بخرید کے ساتھ حج کا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کا ارادہ کیا میں چل رہا تھا راستے میں ایک نوجوان عراقی ملا جس کی جوانی

زوروں پر تھی وہ بھی اسی طرح سفر کا ارادہ کر رہا تھا لیکن جب وہ قافلہ کے ساتھ چلتا تو قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہتا اور جب منزل پر قافلہ ٹھہرتا تو وہ نماز میں مشغول ہو جاتا رات بھر نماز پڑھتا دن بھر روزہ رکھتا اس نے سارا راستہ اسی طرح طے کیا حتیٰ کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو وہ جوان مجھ سے رخصت ہونے لگا میں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا کس چیز نے تجھے ایسے سخت مجاہدہ پر آمادہ کیا جو میں سارے راستے دیکھتا چلا آیا کہنے لگا ابوسلیمان، میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا کہ وہ سارا اس طرح بنا ہوا تھا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی پھر ایک اینٹ چاندی کی اوپر تک اس کے بالاخانے بھی اسی طرح بنے ہوئے تھے اور ان ہی ہر دو برجیوں کے درمیان ایک ایک حور ایسی تھی کہ اس کا سا حسن وجمال اور اس کی سی چہرہ کی رونق کسی نے نہ دیکھی ہوگی ان کی زلفیں سامنے لٹک رہی تھیں ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر ہنسنے لگی تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت چمکنے لگی اس نے کہا اے جوان اللہ جل شانہ کے لئے مجاہدہ کرتا کہ میں تیرے لئے ہو جاؤں تو میرے لئے پھر میری آنکھ کھل گئی یہ میرا قصہ ہے اب مجھ پر ضروری ہے کہ میں انتہائی کوشش کروں اور جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے یہ تم نے جو کچھ میرا مجاہدہ دیکھا ہے اس حور سے منگنی کے واسطے ہے میں نے اس سے دعا کی درخواست کی وہ میرے لئے دعا کر کے چلا گیا ابوسلیمان کہتے ہیں اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے نفس کو کہا کہ ایک حور کی طلب میں اگر اتنی کوشش ہو سکتی ہے تو حور کے رب کی طلب میں کیسی کوشش ہونا چاہیئے (روض)۔

(۶۶) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے ارادہ سے

ایک جنگل میں چل رہا تھا مجھے پیاس کی ایسی سخت شدت ہوئی کہ میں اس سے عاجز ہو گیا قریب ہی ایک قبیلہ بنی مخزوم میں گیا وہاں میں نے ایک بہت کم سن لڑکی کو جو نہایت ہی حسین تھی دیکھا کہ وہ اشعار کے ساتھ گنگنا رہی تھی مجھے اس کی عمر کے لحاظ سے اس سے بہت تعجب ہوا اس لئے کہ وہ بہت کم عمر تھی میں نے اس سے کہا کہ تجھے حیا نہیں آتی یوں گا رہی ہے کہنے لگی ذوالنون چپ رہو رات میں نے خوشی خوشی شراب عشق کا ایک گلاس پیا ہے جس سے میں اپنے مولیٰ کے عشق میں نشہ میں ہوں میں نے کہا تو تو بڑی حکیم معلوم ہوتی ہے مجھے کچھ نصیحت کر کہنے لگی ذوالنون چپ رہنے کو لازم کر لو اور دنیا میں سے صرف اتنی روزی پر قناعت کرو جس سے آدمی زندہ رہے تاکہ جنت میں اس پاک ذات کی زیارت ہو سکے جس کو کبھی فنا نہیں میں نے پوچھا یہاں پینے کا پانی بھی ہے کہنے لگی تجھے پانی کی جگہ بتاؤں میں نے سوچا کوئی کنواں چشمہ وغیرہ بتائے گی میں نے کہا ہاں بتاؤ کہنے لگی قیامت میں پانی پینے والوں کے چار درجے ہوں گے ایک جماعت تو وہ ہوگی جس کو فرشتے پانی پلائیں گے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے بیضاء لذۃ للشاربین میں ارشاد فرمایا (سورہ صافات میں ہے کہ ان کے پاس بہتی ہوئی شراب کا گلاس لایا جائے گا جو سفید ہوگی پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگی دوسری جماعت کو رضوان (جنت کے ناظم) پلائیں گے جس کو اللہ جل شانہٗ نے مزاجہ من تسنیم سے تعبیر فرمایا (جزء عم کے پارہ میں سورۃ تطفیف میں ہے کہ اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی جو ایک چشمہ ہے جس سے مقرب آدمی پیتے ہیں) اور تیسرا فرقہ وہ ہے جس کو خود حق سبحانہ و تقدس پلائیں گے جس کو اللہ جل شانہٗ نے وسقاھم

ربھم شرابًا طھورا سے تعبیر فرمایا (جو سورۂ دہر میں ہے کہ ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پلائے گا) وہ لڑکی کہنے لگی کہ ذوالنون تم اپنا بھید دنیا میں اپنے مولیٰ کے سوا کسی سے نہ کہنا کہ حق تعالیٰ تمہیں آخرت میں خود پانی پلائیں مصنف کہتے ہیں کہ شروع میں چار جماعتوں کا ذکر تھا آخر میں تین ہی ذکر کی گئیں شاید چوتھی جماعت وہ ہے جن کو نوعمر لڑکے پلائیں گے جس کو یطوف علیھم ولدان مخلدون باکواب واباریق وکاس من معین سے تعبیر کیا (جو سورۂ واقعہ میں ہے کہ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہینگے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت رکھیں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا روض

(۶۷) حضرت عمرؓ کے دروازہ پر ایک مرتبہ چند لوگ حاضر تھے ایک باندی گزری لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی باندی ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ امیر المؤمنین کی نہیں ہے نہ اس کے لئے حلال ہے یہ بیت المال کی ہے اس کو بیت المال سے صرف یہ چیزیں جائز ہیں ایک جوڑا گرمی کا ایک سردی کا اور وہ چیز جس سے حج اور عمرہ کر سکے اور ایک متوسط آدمی کی روزی جو نہ زیادہ امیر ہو نہ زیادہ غریب۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے غلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی رغبت "تازہ مچھلی کی معلوم ہوئی آپ کے غلام یرفا اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سمندر کے کنارے سے مچھلی خرید کر لائے اور تیز آمد و رفت کی وجہ سے اونٹنی کو پسینہ آگیا تھا انہوں نے واپس آکر اونٹنی کو خوب دھو دیا کہ پسینہ معلوم نہ ہو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ چلو تمہاری اونٹنی کو دیکھیں تشریف لائے تو اس کے کان کے نیچے پسینہ تھا جو دھونے سے رہ گیا تھا اس کو دیکھ کر فرمایا کہ

یہ دھونا بھول گئے (گویا یہ طعن تھا کہ اس کا پسینہ صاف کر دیا) اس کے بعد فرمایا کہ ایک آدمی کی خواہش نفس کے واسطے تم نے اس جانور کو عذاب میں مبتلا کیا عمرؓ اس مچھلی کو واللہ بالکل نہیں چکھے گا عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کو گیا آپ کے لئے نہ خیمہ لگتا تھا نہ چھولداری ایک چادر یا چمڑہ کسی درخت کے نیچے ڈال دیا جاتا اس کے سایہ میں آپ تشریف رکھتے (تاریخ الخلفاء)۔

(۶۸) حضرت فضیل بن عیاض مشہور بزرگ ہیں عرفات کے میدان میں لوگ تو سب کے سب کثرت سے دعائیں مانگ رہے تھے اور وہ ایسی بُری طرح رو رہے تھے جیسے کسی عورت کا بچہ مرگیا ہو اور وہ آگ میں جل رہی ہو جب غروب کا وقت ہونے لگا تو اپنی ڈاڑھی پکڑ کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور فرمانے لگے اگر تو معاف بھی کر دے تب بھی میری بدحالی پر انتہائی افسوس ہے (احیاء ہم) ابن عربی نے بھی محاضرات میں اس قصہ کو نقل کیا اور اس پر یہ اضافہ کیا کہ مطرف یہ دعا کر رہے تھے اے اللہ میری موجودگی کی وجہ سے ان سب کو تو محروم نہ فرما اور بکر بن عبداللہ کہہ رہے تھے یہ عرفات کا میدان کس قدر اشرف مقام ہے اور اس کے حاضرین کے لئے کس قدر باعث رضا ہے اگر میرا وجود یہاں نہ ہوتا۔

(۶۹) ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں حج کے لئے جا رہا تھا میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی جب ہم کوفہ میں پہنچے تو وہاں ضروریات سفر خریدنے کے لئے میں بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا پڑا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے

بوسیدہ تھے چاقو لئے ہوئے اس کے ٹکڑے گوشت کے کاٹ کاٹ کر
ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے
جارہی ہے اس پر سکوت کرنا ہرگز نہ چاہیئے عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری
عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلا دے گی میں چپکے سے اس کے پیچھے
ہو لیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے وہ عورت ایک بڑے مکان میں
پہنچی جس کا دروازہ بھی اونچا تھا اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے
آواز آئی کون ہے اس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں دروازہ کھولا
گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہرہ سے بدحالی اور مصیبت
کے آثار ظاہر ہو رہے تھے وہ عورت اندر گئی اور وہ زنبیل ان لڑکیوں
کے سامنے رکھ دی میں کواڑوں کی درزوں سے جھانک رہا تھا
میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا اس عورت نے روتے
ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکا لو اور اللہ کا شکر ادا کرو اللہ
تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار رہے اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب
ہیں وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت
ضیق ہوئی میں نے باہر سے آواز دی اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے
اس کو نہ کھا وہ کہنے لگی تو کون ہے میں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی
ہوں کہنے لگی اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے ہم خود ہی مقدر کے
قیدی ہیں تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار تو ہم سے کیا چاہتا
ہے۔ میں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی
مذہب میں جائز نہیں وہ کہنے لگی ہم خاندان نبوت کے شریف (سید)
ہیں ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا

نکاح کرنا چاہتا تھا اس کی نوبت نہ آئی اس کا انتقال ہو گیا جو ترکہ اس
نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا ہمیں معلوم ہے کہ مُردار کھانا جائز نہیں لیکن
اضطرار میں جائز ہو جاتا ہے ہمارا چار دن کا فاقہ ہے ربیع کہتے ہیں اس
کے حالات سنکر مجھے رونا آگیا اور میں رونا ہوا دل بے چین وہاں سے
واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آکر کہا کہ میرا ارادہ تو حج کا نہیں
رہا اس نے مجھے سمجھایا حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں
لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ میں نے کہا بس لمبی
چوڑی باتیں نہ کرو یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور
جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درم تھے وہ لئے
اور ان میں سے سَو درم کا آٹا خریدا اور سو درم کا کپڑا خریدا اور باقی درم جو
بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا
وغیرہ اس کو دے دیا اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی اے
ابن سلیمان جا اللہ جل شانہٗ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کرے
اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا
فرمائے اور اس کا ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے سب سے
بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہٗ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف
کرے دوسری نے کہا اللہ جل شانہٗ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا
فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا تیسری نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے دادے
کے ساتھ تیرا حشر کرے چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ
جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس
کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر ربیع کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا

میں کوفہ ہی میں مجبوراً پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے
مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کر دل ان سے اپنے لئے دعا کراؤں
کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے جب حجاج کا ایک قافلہ میری
آنکھوں کے سامنے آگیا تو مجھے اپنی حج سے محرومی پر بہت افسوس
ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے جب میں ان سے ملا
تو میں نے کہا اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات
کا بدل عطا فرمائے ان میں سے ایک نے کہا یہ دعا کیسی میں نے کہا ایسے
شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا ہو وہ کہنے لگے
بڑے تعجب کی بات ہے اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے تو
ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا تو نے ہمارے ساتھ رمی
جمرات نہیں کی تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کئے میں اپنے دل میں
سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لطف ہے اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا
قافلہ آگیا میں نے کہا حق تعالیٰ شانہ تمہاری سعی مشکور فرمائے تمہارا حج
قبول فرمائے وہ بھی یہی کہنے لگے تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا
یا رمی جمرات نہیں کی اب انکار کرتا ہے ان میں سے ایک شخص آگے
بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے آخر
تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے یا مدینہ میں نہیں تھے جب ہم قبر اطہر
کی زیارت کر کے باب جبرئیل سے باہر کو آرہے تھے اس وقت اژدہام
کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی جس کی
مہر پر لکھا ہوا ہے من عاملنا ربح جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کرتا ہی
یہ تمہاری تھیلی واپس ہے ربیع کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اس تھیلی کو

کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا اس کو لے کر گھر واپس آیا عشاء کی نماز پڑھی اپنا وظیفہ پورا کیا اس کے بعد اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے اسی میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی میں نے حضورؐ کو سلام کیا اور ہاتھ چومے حضورؐ نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا تو مانتا ہی نہیں سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرما دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ پھر حضورؐ نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے من عاملنا دبح ربیع کہتے ہیں جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔ (روشفۃ الساوی)۔

(۲۰) سید سمہودی نے جواہر میں اسی قسم کا دوسرا قصہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک سال حج کیا کرتے اور ایک سال جہاد کیا کرتے وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال جب کہ میرا حج کا سال تھا میں پانسو اشرفیاں لے کر حج کے ارادہ سے چلا اور کوفہ میں جس جگہ اونٹ فروخت ہوتے ہیں پہنچا تاکہ اونٹ خریدوں وہاں میں نے دیکھا کہ کوڑی پر ایک بط مری ہوئی پڑی ہے اور ایک عورت اس کے

پاس بیٹھی ہوئی اس کے پر نوچ رہی ہے میں اس عورت کے قریب گیا اور اس سے پوچھا یہ کیا حرکت کر رہی ہے وہ کہنے لگی جس کام سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں اس کی تحقیق کی کیا ضرورت مجھے اس کے کہنے سے کچھ سوچ سا ہوا تو میں نے پوچھنے پر اصرار کیا وہ کہنے لگی تمہارے اصرار نے مجھے اپنا حال ظاہر کرنے پر مجبور ہی کر دیا میں سیدانی ہوں میرے چار لڑکیاں ہیں ان کے باپ کا بھی انتقال ہو گیا ہے آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ نہیں چکھا ایسی حالت میں مردار حلال ہے میں یہ بط لے جا کر ان لڑکیوں کو کھلاؤں گی ابن مبارک کہتے ہیں مجھے اپنے دل میں ندامت ہوئی اور میں نے اس عورت سے کہا کہ اپنی گود پھیلا اس نے پھیلائی میں نے وہ پانسو اشرفیاں اس کی گود میں ڈال دیں وہ سر جھکائے بیٹھی رہی ہیں وہ اشرفیاں ڈال کر اپنے گھر چلا آیا اور حج کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنے گھر واپس ہو گیا جب حجاج فراغت کے بعد آئے ہیں ان سے ملا تو جس سے میں ملتا اور یہ کہتا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تمہارا حج قبول کرے وہی یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھی حج قبول کرے اور جب میں کوئی بات کرتا تو وہ کہتے ہاں ہاں فلاں جگہ جب تم سے ملاقات ہوئی تھی میں بڑی حیرت میں تھا یہ کیا معاملہ ہے میں نے رات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عبد اللہ تعجب کی بات نہیں ہے تو نے میری اولاد میں سے ایک مصیبت زدہ کی مدد کی تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تیری طرف سے ایک فرشتہ مقرر کر دے جو ہر سال تیری طرف سے قیامت تک حج کرتا ہے اب تجھے اختیار ہے چاہے حج کرنا

چاہے نہ کرنا۔ (رشفہ)۔

عشاق اور مخلصین کے واقعات کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا پونے چودہ سو سال میں سے ہر سال میں کتنے عشاق اور مخلصین ایسے ہوں گے جن کے عجیب واقعات گزرے کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے ستر کا عدد احادیث میں بھی کثرت پر دلالت کرتا ہے اس لئے اسی عدد پر اس سلسلہ کو ختم کرتا ہوں البتہ ان واقعات میں تین امر قابل لحاظ ہیں :-

اول یہ کہ یہ احوال اور واقعات جو گزرے ہیں وہ عشق اور محبت پر مبنی ہیں اور عشق کے قوانین عام قوانین سے بالاتر ہیں ؎

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے　　اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

عشق کے ضوابط کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے نہ یہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں بلکہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔ ع

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

اپنا کام کوشش اور سعی کر کے اس سمندر میں کود پڑنا ہے اس کے بعد ہر محنت آسان ہے اور ہر مشقت لذیذ ہے ہر وہ چیز جو عشق سے بے بہرہ لوگوں کے لئے مصیبت اور ہلاکت ہے وہ اس سمندر کے غوطہ لگانے والوں کے لئے آسان اور لطف وفرحت کی چیز ہے اس سمندر میں غوطہ لگانے والے انجام اور عواقب کی مصلحت بینیوں سے بالاتر ہوتے ہیں ؎

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارہ کی　　بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل پار جانا

لہٰذا ان واقعات کو اسی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اس

رنگ میں رنگ جانے کی کوشش کرنا چاہیئے لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہو اس وقت تک نہ توان واقعات سے استدلال کرنا چاہیئے اور نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیئے اس لئے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر ہوتے ہیں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص محبت کا پیالہ پی لیتا ہے وہ مخمور ہو جاتا ہے اور جو مخمور ہوتا ہے اس کے کلام میں بھی وسعت آجاتی ہے اگر اس کا وہ نشہ زائل ہو جائے تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے وہ ایک حال ہے حقیقت نہیں اور عشاق کے کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ (احیاء)

دوسرا امر یہ ہے کہ ان قصوں میں اکثر مواقع میں توکل کی وہ مثالیں گذری ہیں جو ہم جیسے نااہلوں کے عمل تو درکنار ذہنوں سے بھی بالاتر ہیں ان کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ توکل کا منتہا یہی ہے جو ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ پسندیدہ بھی ہے اور اس کے کمال پر پہنچنے کی سعی اور کم سے کم تمنا تو ہونا ہی چاہیئے لیکن جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ترکِ اسباب نہ کرنا چاہیئے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے پوچھا کہ توکل کی حقیقت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر بہت بڑے اژدہے کے منہ میں تو ہاتھ دے دے اور وہ پہونچے تک اس کو کھالے تو اس وقت بھی تجھے اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو اس کے بعد بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے اس کے متعلق دریافت کروں ان کے کواڑ بند تھے میں نے دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے اندر ہی سے جواب دے دیا کہ تجھے عبدالرحمٰن کے جواب سے کفایت نہ ہوئی جو

میرے پاس پوچھنے کے واسطے آیا ہے میں نے عرض کیا کہ کواڑ تو کھول دیجئے فرمایا تم اس وقت ملاقات کے لئے تو آئے نہیں بات پوچھنے آئے تھے اس کا جواب مل گیا اور کواڑ نہ کھولے ایک سال کے بعد میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کواڑ کھول دیئے اور فرمایا کہ اس وقت تم ملنے کے لئے آئے ہو (روض)۔

ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص خالص توکل کا ارادہ کرے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ مستقیم الحال ہو اسباب چھوڑ کر پریشان نہ ہو بلکہ اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی اس کو نہ آوے اور جن حضرات نے ترک اسباب کی مذمت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کے توشہ دانوں پر نگاہ رکھتے ہیں (مرقاۃ ۳)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ جل شانہٗ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح رزق عطا فرمائے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ جل شانہٗ کی طرف بالکلیہ منقطع ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ مستغنی ہو وہ ایسا بن جائے کہ اس کو اللہ جل شانہٗ کی عطا پر اس سے زیادہ بھروسہ ہو جتنا اس مال پر

ہوتا ہے جو اپنے پاس موجود ہے (احیا رہم) اس کا اندازہ دو قصوں سے ہوتا ہے جو احادیث میں مشہور ہیں ایک حضرت ابو بکرؓ صدیق کا مشہور قصہ کہ جب حضورؐ نے غزوۂ تبوک کے لئے چندہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے اور جب حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ اور اس کا رسول حکایاتِ صحابہ میں یہ قصہ نقل بھی کر چکا ہوں دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سونیکی ڈلی انڈے کے برابر پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ ایک معدن سے مل گئی ہیں اس کو اللہ کے راستے میں دیتا ہوں اس کے سوا میرے پاس کوئی چیز نہیں حضورؐ نے اس سے اعراض فرمایا ان صاحب نے دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح اصرار سے پیش کیا حضورؐ نے اس کو لے کر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتی تو زخمی کر دیتی اور یہ ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی اپنا سارا مال صدقہ کر دیتے ہیں پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے واسطے بیٹھ جاتے ہیں (ابوداؤد) ان صاحب کا اعتماد علی اللہ اور توکل حضرت صدیق اکبرؓ کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا اسی وجہ سے حضورؐ نے وہاں سب کچھ قبول فرمالیا اور یہاں ناراضی کا اظہار فرمایا اس سلسلے میں ہمارے اکابر کا طرز عمل بہت ہی عجیب اور پسندیدہ ہے اور وہ وہ ہے جس کو حضرت اقدس سید الطائفہ شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے اس رسالہ میں تحریر فرمایا ہے جس میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور

اس کے چھوڑنے میں فضل چیز کون سی ہے تو مجھ پر حضورؐ کا ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد پڑ گیا اس کے تھوڑی دیر بعد یہ حالت زائل ہوئی۔ تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل پایا اور اپنی روح کو اسباب سے ہٹا کر اللہ کو سونپ دینے کی طرف مائل پایا (در حقیقت حقیقت میں یہ بہترین صورت ہے کہ اس میں وہ اشکالات بھی پیدا نہیں ہوتے جو ترک اسباب میں اکثر پیدا ہو جاتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ غنی مال کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ غنی حقیقت میں دل کا غنی ہے (مشکوٰۃ) امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں پہلا درجہ تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مقدمہ میں کسی ہوشیار ماہر تجربہ کار کو وکیل بنالے کہ وہ ہر چیز میں اس وکیل کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اس کا یہ توکل فانی ہے کسبی ہے اس کو اپنے توکل کا شعور اور احساس ہے دوسرا درجہ جو پہلے سے اعلیٰ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ ناسمجھ بچے کا اپنی ماں کی طرف کہ وہ ہر بات میں اسی کو پکارتا ہے اور جب کوئی گھبراہٹ یا تکلیف کی بات اس کو پیش آتی ہے تو سب سے پہلے اس کے منہ سے امّاں نکلتا ہے ان ہی دونوں کی طرف حضرت سہلؒ نے اشارہ کیا ہے جب کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ توکل کا ادنیٰ درجہ کیا ہے فرمایا کہ امیدوں کا ختم کر دینا پھر سائل نے پوچھا کہ درمیانی درجہ کیا ہے فرمایا کہ اختیار کا چھوڑ دینا پھر سائل نے پوچھا کہ اعلیٰ درجہ کیا ہے فرمایا کہ اس کو وہ پہچان سکتا ہے جو دوسرے درجہ پر پہنچ جائے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ تیسرا درجہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ کہ اللہ جل شانہٗ

کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں کہ
اس کی اپنی کوئی حرکت رہتی ہی نہیں اسی درجہ پر پہنچ کر اللہ جل شانہٗ
سے مانگنے کا بھی محتاج نہیں رہتا وہ خود ہی بلا طلب اس کی
ضروریات کا تکفل کرتا ہے جیسا کہ نہلانے والا خود ہی میت کی
ضروریاتِ غسل کو پورا کرتا ہے (احیاء ۳) اس پر یہ اشکال کہ حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریق اسباب کے اختیار کا تھا صحیح
ہے لیکن حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان
وہی حالت تھی جس کو حضورؐ نے اختیار فرمایا اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ و
سلم کے حالات ان واقعات کی نوعیت کے ہوتے تو امت بڑے
سخت ابتلا میں پڑ جاتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر
شفقت کی وجہ سے اس کا بہت اہتمام تھا کہ ایسی چیز اختیار نہ فرمائیں
جس میں اُمّت کو مشقت ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے اور میں
پڑھتی ہوں بے شک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض عمل باوجودیکہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اس کے کرنے کی ہوتی تھی اس
خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے (ابوداؤد)
حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کا مطلب کہ حضورؐ نہیں پڑھتے تھے اور میں
پڑھتی ہوں اہتمام اور دوام ہے کہ جس شدتِ اہتمام سے حضرت عائشہؓ
پڑھتی تھیں حضورؐ اتنے اہتمام سے نہ پڑھتے تھے ورنہ بیسیوں روایات
میں حضورؐ کا چاشت کی نماز پڑھنا وارد ہوا ہے اور یقیناً حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ وابی وامی اگر اتنے شدید اہتمام سے پڑھتے

تو یہی چیز اس کو واجب بنا دیتی، تراویح کے بارہ میں بڑی کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضورؐ نے چند رات پڑھیں اور پھر چھوڑ دیں صحابہ کرام کو اس کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ حد نہیں، جب چند راتوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ سے باہر تشریف نہیں لائے تو صحابۂ کرام کو یہ خیال ہوا کہ شاید نیند کی وجہ سے آنکھ لگ گئی اس لئے ایسی چیزیں اختیار کیں جن سے بغیر جگائے آنکھ کھل جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری حرکتیں دیکھتا رہا اور میں بحمد اللہ اس رات میں غافل بھی نہ تھا لیکن مجھے اس کے سوا کوئی چیز نکلنے سے مانع نہ ہوئی کہ میں اس سے ڈرا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے اگر تم پر فرض ہو جاتی تو اس کا نباہنا تمہیں مشکل ہو جاتا (مشکوٰۃ ابو داؤد) اور جب یہ حالت ہے کہ حضورؐ باوجود خواہش کے عمداً رخصت پر عمل فرماتے تھے تو حضورؐ کے لئے اس کا ثواب بھی واجب اور عزیمت ہی کا ہونا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سنا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے آدھا ہوتا ہے میں حضورؐ کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضر ہوا تو حضورؐ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے میں سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا حضورؐ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرو تمہیں کیا ہو گیا انہوں نے عرض کیا حضورؐ میں نے یہ سنا تھا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے آدھا ہے اب میں نے دیکھا کہ آپ بیٹھکر نماز پڑھ رہے حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے صحیح سنا لیکن میں اس میں تم جیسا نہیں ہوں حضورؐ کے اس پاک ارشاد کا مطلب

کہ تم جیسا نہیں ہوں یہی ہے کہ میرے لئے آدھا ثواب نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت اعلیٰ وارفع ہے اس میں علماء کا درجہ بھی مشائخ سلوک سے ممتاز ہے اور دونوں جماعتوں کی دو علیحدہ شانیں ہیں ایک حدیث میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو ہدیہ دے اور اس کے پاس اور لوگ بھی ہوں تو وہ ہدیہ مشترک ہے اس حدیث کا کیا مطلب ہے اور کس قسم کا ہدیہ اس سے مراد ہے اور محدثانہ حیثیت سے یہ حدیث کس درجہ کی ہے یہ مستقل بحثیں اپنی جگہ پر ہیں لیکن اس حدیث کی بنا پر اہل علم کی زبان پر الہدایا مشترکہ ہدیہ میں شرکت ہے شائع ہے ایک بزرگ کی خدمت میں کسی شخص نے کوئی ہدیہ بھیجا حاضرین میں سے کسی نے مزاحاً کہدیا کہ الہدایا مشترکۃ ان بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ شرک ہی سے بچنے کے واسطے تو اتنے دنوں سے مجاہدے کر رہے ہیں شرکت ہمیں گوارا نہیں یہ تمہاری نذر ہے اور جب وہ چیز ان سے نہ اٹھی تو خادم سے فرمادیا کہ یہ ان کے گھر دے آؤ حضرت امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں کسی نے ہدیہ بھیجا وہاں بھی کسی نے مجمع میں سے کہا الہدایا مشترکۃ حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ ہدیہ اس سے مراد نہیں ہے یہ کہہ کر خادم سے فرمادیا کہ اس کو میرے گھر دے آؤ علماء کا ارشاد ہے کہ دونوں قصے اپنی اپنی جگہ صحیح نہایت موزوں ہیں ایک زاہد بزرگ کی وہی شان تھی اور ایک فقیہ کے لئے یہی مناسب تھا اس لئے کہ اگر یہ مشترک قرار دیتے تو فقہ کے اعتبار سے ایک امام کا مذہب بنجاتا اور امت کے لئے دقت ہوتی صاحب روض لکھتے ہیں کہ جلب منفعت اور دفع مضرت کے اسباب کا اختیار کرنا ہی طریقہ

جمہور انبیاء اور جمہور اولیاء کا ہے لیکن اس سے ان اولیاء کرام پر جو مضرتوں سے نہ بچتے تھے اور اپنے لئے اسباب اختیار نہ فرماتے تھے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریعت مطہرہ پر چلانے والے تھے اس لئے ایسے سہل راستہ پر چلاتے تھے جس پر عوام و خواص سب چل سکیں اور اگر قافلوں کا چلانے والا کسی ایسے مشکل راستہ پر قافلہ کو لے جائے جس پر وہ خود تو اپنی قوت سے چل سکتا ہو لیکن قافلہ کی اکثریت اس راستہ کی متحمل نہ ہو تو وہ قافلہ والوں کے اوپر مہربان شمار نہ ہوگا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عالیشان خو حق سبحانہ و تقدس نے یہ بتائی عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم (توبہ) پوری آیت شریفہ کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (یہ بات تو سب کے ساتھ ہے پھر بالخصوص) مومنین کے ساتھ تو بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔

پس اگر قافلہ کے قوی لوگ کسی مصلحت سے سخت راستے کو اختیار کرلیں تو قافلہ کا لے جانے والا ان کو نہ روکے گا۔ (روض) یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اماموں کو طویل نماز پڑھانے پر نہایت شدت سے ڈانٹتے تھے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ جو امام بنے وہ ضرور ہلکی نماز پڑھے اور جو اپنی تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ تیسری بات جو ان واقعات میں قابلِ لحاظ ہے اور وہ بھی حقیقت میں پہلی ہی بات پر متفرع ہے وہ یہ

ہے کہ بعض واقعات میں ایسی شدت ملتی ہے جو سرسری نظر میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور بظاہر یہ ناجائز معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق یہ بات ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ واقعات بمنزلہ دوا کے ہیں اور دواہیں طبیب حاذق بسا اوقات سنکھیا بھی استعمال کرایا کرتا ہے لیکن اس کا استعمال طبیب کی رائے کے موافق تو مناسب ہے بلکہ بسا اوقات ضروری لیکن بدوں اس کے مشورہ کے ناجائز اور موجب ہلاکت، اسی طرح ان واقعات میں جن حاذق طبیبوں نے ان دواؤں کا استعمال کیا ہے ان پر اعتراض اپنی نادانی اور فن سے ناواقفیت پر مبنی ہے لیکن جو خود طبیب نہ ہو اور کسی طبیب کا اس کو مشورہ حاصل نہ ہو اس کو ایسے امور جو شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم ہوتے ہوں اختیار کرنا جائز نہیں ہیں البتہ فن کے ائمہ پر قواعد سے واقف لوگوں پر اعتراض میں جلدی کرنا بالخصوص ایسے لوگوں کی طرف سے جو خود واقفیت نہ رکھتے ہوں غلط چیز ہے اور ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنا ہر حال میں ناجائز نہیں ہے اگر دینی مصلحت اس کی متقاضی ہو تو پھر مباح سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ دو شخصوں پر بڑا تعجب فرماتے ہیں یعنی اس سے بہت راضی ہوتے ہیں ایک وہ شخص جو اپنے نرم نرم بستر پر لحاف کے اندر محبوبہ بیوی کے ساتھ لپٹا ہوا لیٹا ہو اور ایک دم بشاشت کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر تفاخر فرماتے ہیں دوسرا وہ شخص جو ایک لشکر کے ساتھ مل کر جہاد میں شرکت کر رہا ہو اور وہ

لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اس میں سے کوئی شخص بھاگنے میں اللہ جل شانہٗ کا خوف کرے اور تن تنہا واپس ہو کر مقابلہ کرے حتیٰ کہ شہید ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا یہ بندہ میرے انعامات میں رغبت اور میری ناراضی کے خوف سے لوٹا حتیٰ کہ اس کا خون بھی بہا دیا گیا (مشکوٰۃ) اب یہ شخص جو تنہا لوٹا ہے ظاہر ہے کہ مرنے ہی کے واسطے لوٹا ہے کہ جب پورا لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا تو اس میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہٗ اس پر تفاخر فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آدمیوں کی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اپنے گھوڑے کی باگ ہاتھ میں رکھے اللہ کے راستے میں اس کی کمر پر اڑا اڑا پھرے جہاں کوئی گھبراہٹ اور خوف کی بات سن لے فوراً اس کی طرف اڑ جائے موت اور قتل کو ڈھونڈتا پھرتا ہو جہاں کہیں اس کا گمان ہو وہیں پہنچ جائے (مشکوٰۃ) اگر یہ حضرات اللہ کے راستے میں اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیں تو ان پر اعتراض مشکل ہے بالخصوص جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد یہ بھی ہے المجاہد من جاہد نفسہ (مشکوٰۃ) کامل جہاد کرنے والا وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ دوسری حدیث کے الفاظ میں المجاہد من جاہد ہواہ۔ اصل مجاہد وہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی سے جہاد کرے (اور اس کو مغلوب کرے) (التشرف) اسی لئے صوفیہ کی اصطلاح میں اس کا نام جہاد اکبر ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس قسم کا مضمون نقل کیا گیا علامہ شامی فرماتے ہیں

جہاد کی فضیلت بہت زیادہ ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ اس کا حاصل آدمی کی سب سے زیادہ محبوب چیز جان کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے اور اللہ کی رضا کے واسطے اس پر سخت مشقتیں ڈالنا ہے اور اس جہاد سے بڑھ کر نفس کو طاعات کی پابندی پر مجبور کرنا ہے اور اس کو اس کی خواہشات سے بچانا ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو حضور نے فرمایا تھا رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ہم لوگ چھوٹے جہاد سے اب بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں ایک دوسری حدیث میں حضرت جابرؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ غزوہ کرنے والے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تم بہت اچھا آنا آئے کیونکہ جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے یعنی مجاہدہ کرنا بندہ کا اپنی ہوائے نفسانی سے (التشرف ۲)۔ پس اگر یہ حضرات اس جہاد اکبر میں اپنے آپ کو مشقتوں میں ڈالیں تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ دشمن کے مغلوب کرنے کے واسطے اپنے آپ کو مشقتوں میں ڈالنا باعث اجر ہے نہ باعث اعتراض حضور اقدس حضور اقدس کا پاک ارشاد ہے، اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک اخرجہ البیہقی مرفوعا کما فی کنوز الحقائق کذا فی التشرف ۲۔ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان میں ہے لہٰذا اس بڑے دشمن کو مغلوب کرنے کے واسطے بھوکا رہنا پیاسا رہنا خطرات میں اپنے کو ڈالنا مشقتوں کو برداشت کرنا جہاں تک